واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

۱

الدین **الدین**

کتاب الایمان (حصہ دوم)

کتاب الایمان

از شمس المفسرین شیخ المحدثین

حضرت العلامہ بحر العلوم محمد عبد القدیر صدیقی حسرتؒ

۱۲۸۸ھ - ۱۳۸۱ھ

سابق پروفیسر حدیث و صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

باہتمام

محمد عباس علمبردار صدیقی

ناشرین

حسرت اکیڈیمی صدیق گلشن حیدرآباد

اشاعت اول

تعداد (۷۰۰)

(جملہ حقوق محفوظ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب : الدین (حصہ اول) کتاب الایمان
فن : اسلامیات ۔ فقہ
تالیف : بحر العلوم حضرت محمد عبدالقدیر صدیقی حسرتؒ
سابق صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد
سائز : ۱/۸ کراون
صفحات : ۲۰۸
اشاعت اول : ۷۰۰ (جنوری ۲۰۱۱ ۔ صفر ۱۴۳۲ھ)
کمپیوٹر کمپوزنگ : شیخ محمود علی
طباعت : فرینڈس پریس نزد نیلوفر ہاسپٹل ریڈ ہلز حیدرآباد
اہتمام : محمد عباس طہبردار صدیقی
ناشرین : حسرت اکیڈیمی حیدرآباد
ملنے کے پتے : ۱ ۔ دفتر حسرت اکیڈیمی صدیق گلشن حیدرآباد
۲ ۔ اسٹوڈنٹ بک ہاؤس چارکمان حیدرآباد
۳ ۔ حسامی بک ڈپو مچھلی کمان حیدرآباد

جملہ حقوق بحق حسرت اکیڈیمی محفوظ ہیں
بلا تحریری اجازت مہتمم حسرت اکیڈیمی کسی کو اس کی نقل یا ترجمہ کرنے کی اجازت نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

زیر نظر کتاب بحرالعلوم حضرت العلامہ محمد عبدالقدیر صدیقی حسرتؔ سابق پروفیسر حدیث و صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کی تالیف ''الدین'' بزبان عربی جو عثمانیہ یونیورسٹی کے نصاب میں شامل تھی کے ایک حصہ کتاب الایمان کا متن و ترجمہ ہے۔ حدیث جبرئیلؑ میں جس طرح ایمان، اسلام اور احسان کا تذکرہ و تشریح بیان ہوئی ہے اسی پر بحرالعلومؒ نے یہ کتاب تالیف فرمائی جس میں پہلے کتاب العلم اور پھر ایمان، اسلام اور احسان پر قرآن و احادیث پیش کر کے ثابت فرمایا ہے کہ مذہب حنفی کا تمام تر دارومدار قرآن اور سنت پر مبنی ہے۔
کتاب الایمان میں ایمان و اسلام کا باہمی ربط و تعلق اور اس کے فروعات پر کتاب و سنت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ توحید و تنزیہ تعالیٰ پر بھی بحث ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت، آپ کی اطاعت اور توسل پر دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ خلفائے راشدین کی خلافت پر اشارہ کرنے والی احادیث بھی موجود ہیں۔ اس کتاب کو پڑھنے سے نہ صرف ایمان قوی ہوتا ہے بلکہ عقائد کی اصلاح بھی ہو جاتی ہے جو آج کل کے ماحول میں نہایت ضروری ہے۔
کتاب الدین مع ترجمہ و تشریحات بحرالعلوم کے حین حیات ماہنامہ القدیر میں شائع ہوتی رہی تھی۔ اس کا سارا مواد اکٹھا کر کے جناب ابوالمجاہد سید احمد خیرالدین قادری صاحب نے ہمیں فراہم کیا جس کے لئے ادارہ حسرت اکیڈیمی ان کا شکرگزار ہے۔ اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ بحرالعلومؒ کی اس کتاب کو قبولیت خاص و عام حاصل ہو اور بحرالعلوم کے درجات اللہ کے پاس بلند ہوں۔ آمین، ثم آمین بجاہ سید المرسلین۔

احقر العباد

محمد عباس علمبردار صدیقی

مہتمم

حسرت اکیڈیمی و کتب خانہ بحرالعلوم

صدیق گلشن حیدرآباد

جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ م مئی ۲۰۱۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چند سطور بحر العلومؒ کے بارے میں

شمس المفسرین شیخ المحدثین استاذ العلماء، بحر العلوم حضرت محمد عبد القدیر صدیقی حسرت رحمۃ اللہ علیہ حیدرآباد دکن کی ایک ایسی عالم شخصیت تھے، جن کو بجا طور پر بحر العلوم اور استاذ العلماء کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کی ولادت بروز جمعہ ۱۵/ رجب ۱۲۸۸ھ (۱۳/ اکتوبر ۱۸۷۱ء) حیدرآباد دکن کے ایک مشہور علمی گھرانے میں ہوئی۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات بدرجہ امتیاز کامیاب فرمائے اور طلائی تمغے حاصل کئے۔ ابتداءً آپ کا تقرر دار العلوم پر ہوا جو اس زمانہ میں حیدرآباد دکن کی مشہور درسگاہ تھی۔ جب عثمانیہ یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا گیا تو آپ پروفیسر اور صدر شعبۂ دینیات مقرر ہوئے۔ بذریعہ شاہی فرمان آپ کی ملازمت کی مدت میں دس سال تک مسلسل توسیع ہوتی رہی۔

آپ نے قرآن مجید کی مکمل تفسیر لکھی۔ جو "تفسیر صدیقی" کے نام سے ہندوستان اور پاکستان سے شائع ہو چکی ہے۔ ۱۹۳۱ء میں حیدرآباد اکیڈیمی کی جانب سے آپ کا تحقیقی مقالہ "مسئلہ عدم نسخ قرآن" طبع ہوا جس میں آپ نے ثابت فرمایا ہے کہ قرآن شریف کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ آپ کی تالیف "الدین" بزبان عربی جامعہ عثمانیہ کے نصاب فقہ میں شامل تھی۔ اس میں آپ نے ثابت فرمایا کہ مذہب حنفی کی بنیاد قرآن اور حدیث پر ہی ہے اور قیاس پر نہیں جس طرح کہ لوگ خیال کرتے ہیں۔ آپ نے علامہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی تصنیف فصوص الحکم کا معرکۃ الآرا محشی ترجمہ فرمایا جو جامعہ عثمانیہ کے دار الترجمہ سے شائع ہوا اور کافی شہرت رکھتا ہے۔ تصوف میں آپ کی کئی تصانیف ہیں جن میں حکمت اسلامیہ، المعارف، العرفان، التوحید (بزبان فارسی) اور مکاتیب عرفان شامل ہیں۔

آپ حسرت تخلص فرماتے تھے اور عربی، فارسی، اردو اور ہندی میں شعر کہتے تھے۔ آپ کا مجموعہ کلام "کلیات حسرت" کے نام سے زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔

آپ نے ۱۷/ شوال ۱۳۸۱ھ (۲۳/ مارچ ۱۹۶۲ء) بروز شنبہ بوقت عصر اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔

محمد عباس علمبردار صدیقی
مہتمم حسرت اکیڈیمی و کتب خانہ بحر العلوم
صدیق گلشن حیدرآباد

فہرست

کتاب الایمان

۱	اصل الایمان التصدیق بالجنان ایمان کی اصل دل سے تصدیق کرنا ہے	۱
۲	فروع الایمان والاسلام ایمان اور اسلام کے فروعات	۷
۳	الاسلام بمعنی الاستسلام اسلام یعنی ظاہری اطاعت	۱۰
۴	حقیقۃ الاسلام اسلام کی حقیقت ایمان سے جدا نہیں	۱۳
۵	الایمان یزداد کیفا وقوۃ وتفصیلا ایمان کی زیادتی کے باب میں	۱۳
۶	العصیان ینافی کمال الایمان گناہ کرنا مقتضائے ایمان کے خلاف ہے	۱۵
۷	استحلال الحرام و انکار الفرض کفر حرام کو حلال سمجھنا اور فرض کا انکار کفر ہے	۱۷
۸	قول الرجل انا مؤمن میں مومن ہوں کہنے کی تحقیق	۱۹
۹	فی توحیدہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کے بیان میں	۲۰
۱۰	فی تنزیہ ذاتہ تعالیٰ ذات الٰہی کے پاک ہونے کے بیان میں	۲۴
۱۱	فی ان المثل غیر المثل والمثال مثل اور چیز ہے مثل اور مثال اور	۲۵
۱۲	فی ظہور تجلیاتہ اس کی تجلیات ظاہر ہوتی ہیں	۲۶
۱۳	فی علمہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے علم کے بیان میں	۳۳
۱۴	فی علم الغیب والاطلاع علیہ علم غیب کے جاننے کے بیان میں	۳۹
۱۵	فی کلامہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے کلام کے متعلق	۴۷
۱۶	فی کلام النفسی واللفظی کلام نفسی اور لفظی کے بیان میں	۴۸
۱۷	فی کراہۃ السوال عن القرآن أ مخلوق ھو أم لا قرآن مخلوق ہے یا نہیں یہ سوال بھی مکروہ ہے	۵۰
۱۸	القرآن المجید قرآن مجید کے بیان میں	۵۳
۱۹	فی قوتہ و قدرتہ اللہ تعالیٰ کی قوت وقدرت کے بیان میں	۵۹
۲۰	فی کمال حکمتہ اس کی حکمت کامل ہے	۶۳
۲۱	احاطتہ تعالیٰ بمخلوقاتہ ذاتاً و علماً . . . اللہ تعالیٰ مخلوقات کو احاطہ کیا ہوا ہے	۶۶
۲۲	الایمان بالقدر تقدیر پر ایمان رکھنے کا بیان	۷۰

۲۳	القضاء المبرم في علم الله قضائے مبرم کا علم صرف اللہ کو ہے	۷۳
۲۴	ما عند الناس من المبرم هو في الحقيقة من المعلق بظاہر جو قضائے مبرم ہو حقیقتاً معلق ہے	۷۹
۲۵	لا يجب على الله شيء اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں	۸۱
۲۶	في الانبياء عليهم السلام انبیاء علیہ السلام کے بارے میں	۸۵
۲۷	باب في الملئكة فرشتوں کے متعلق	۹۳
۲۸	دلائل نبوته و علامات رسالة آپ کی نبوت کے دلائل اور رسالت کے علامات	۹۵
۲۹	كونه ﷺ افضل الانبياء و الرسل رسول اللہ تمام انبیاء اور رسولوں سے افضل ہیں	۱۰۰
۳۰	في كونه خاتم النبيين وانه لا نبي بعده آپؐ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں	۱۰۸
۳۱	في تعظيمه وان التعظيم غير العبادة آپؐ کی تعظیم عبادت نہیں ہے	۱۱۲
۳۲	في وجوب طاعته آپؐ کی اطاعت و فرمانبرداری واجب ہے	۱۱۸
۳۳	في وجوب محبته ﷺ آپؐ کی محبت واجب ہے	۱۲۳
۳۴	ثواب محبته ﷺ آپؐ سے محبت کا ثواب	۱۲۵
۳۵	في الفرح بميلاده ﷺ آپؐ کی ولادت اور بعثت کی خوشی منانا	۱۲۷
۳۶	ذكر الانبياء من العبادة و ذكر الصالحين كفارة انبیاء کا ذکر عبادت صالحین کا ذکر کفارہ	۱۳۰
۳۷	فيما يلحق بمحبته و تعظيمه آپؐ کی محبت اور تعظیم کے حق و لوازم	۱۳۳
۳۸	في التوسل به و النداء اياه آپؐ کا وسیلہ لینے اور پکارنے کے بیان میں	۱۳۴
۳۹	التوسل بالصالحين و التبرك بآثارهم صالحین کا وسیلہ لینا اور آثار کو تبرک سمجھنا	۱۴۸
۴۰	الدعاء للميت وهبة الثواب له میت کیلئے دعا کرنا اور ثواب بخشنا	۱۵۲
۴۱	باب ما يتعلق بالقبور قبور سے تعلق رکھنے والے مسائل	۱۵۵
۴۲	في حكم من اذى النبي ﷺ نبی ﷺ کو اذیت پہنچانے سے متعلق احکام	۱۶۰
۴۳	في الارتداد و حكمه مرتد اور کافر ہونے کی نسبت احکام	۱۶۳
۴۴	تحريم تكفير المسلم ولعنه و سبه مسلمان کو کافر کہنا لعنت اور گالی گلوچ حرام ہے	۱۶۵
۴۵	الخلفاء الراشدين ـ خلافة ابي بكرؓ خلفائے راشدین۔ صدیق اکبرؓ کی خلافت کی طرف اشارہ	۱۶۹
۴۶	في خلافة عمرؓ بن الخطاب حضرت عمرؓ کی خلافت کے بارے میں	۱۷۹
۴۷	في فضل عثمانؓ و الاشارة الى خلافته حضرت عثمانؓ کے فضائل اور اشارۂ خلافت	۱۸۳
۴۸	فضل عليؓ و الاشارة الى خلافته حضرت علیؓ کے فضائل میں اور خلافت کا اشارہ	۱۸۵
۴۹	فضل الحسنؓ وانه آخر الخلفاء الراشدين حضرت حسنؓ کی فضیلت جو آخری خلیفۂ راشد ہیں	۱۸۹
	في القيمة و اشراطها قیامت اور اس کی شرطوں کے بارے میں	۱۹۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كِتَابُ الْإِيْمَانِ

بَابٌ : اَصْلُ الْاِيْمَانِ اَلتَّصْدِيْقُ بِالْجَنَانِ

باب: ایمان کی اصل دل سے تصدیق کرنا ہے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۔ (المنافقون ۔ آیت ۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب منافق تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں'' ہم شہادت دیتے ہیں کہ تم بے شک اللہ کے رسول ہو'' اور اللہ خوب جانتا ہے کہ تم اُس کے رسول ہو (مگر اس کے ساتھ) اللہ یہ بھی شہادت دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں''۔

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی : وَالْعَصْرِ ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۔ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔ (العصر ۔ آیت ۳)

ترجمہ: اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ'' زمانہ شہادت دے گا کہ انسان بے شک نقصان میں ہے' خسارے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے' مناسب کام کئے''۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْطَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰی عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهٗ مِنَّا

اَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَ قَالَ يَامُحَمَّدُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ تُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَ تُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَ تَصُوْمَ رَمَضَانَ وَ تَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْئَلُهٗ وَ يُصَدِّقُهٗ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنْ اَمَارَاتِهَا قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا وَ اَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا عُمَرُ اَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هٰذَا جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ۔ (رواہ مسلم۔ کتاب العلم)

لغات:- طَلَعَ عَلَيْنَا: ہمارے سامنے نمودار ہوا۔ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ: دو زانو ہو بیٹھا۔ رُكْبَةٌ: گھٹنا۔ عَلٰى فَخِذَيْهِ: اپنے دونوں رانوں پر۔ تُقِيْمَ الصَّلٰوةَ۔ پابندی اور درستی سے تو نماز پڑھے۔ اِنِ اسْتَطَعْتَ: اگر تجھ سے ہو سکے۔ اِلَيْهِ سَبِيْلًا: سفر حج کی طرف راستہ' سفر کی قوت (یعنی زادِ راہ اور امن طریق اور دوسری چیزیں جو حج کے لئے ضروری ہیں) اِحْسَانٌ: نیکوکاری' ایمان کی درستی۔ كَاَنَّكَ تَرَاهُ: گویا کہ تو اس کو دیکھتا ہے۔ كَاَنَّ: حرف تشبیہ ہے۔ یعنی خدا کا دیدار مثالی شکل میں ہو سکتا ہے۔ اَلسَّاعَةُ: گھڑی' قیامت' مقررہ وقت۔ اَمَارَات: نشانیاں' علامات۔ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا: کہ لونڈی اپنی بی بی کو جنے' یعنی بندوں کے بچے ہو جائیں گے۔ (باندی کی اولاد کثرت سے ہوگی۔ یا لڑکیاں اپنی ماں کے ساتھ ایسا سلوک کریں گی جیسے باندیوں سے۔ یا اس قدر فتوحات ہوں گی کہ باندیاں بہ کثرت ہو جائیں گی)۔ اَلْحُفَاةُ: پابرہنہ' ننگے پاؤں' بغیر جوتی کے۔ اَلْعُرَاةُ: جمع عاری' برہنہ تن' ننگا۔ اَلْعَالَةُ: جمع عائل۔ تنگ دست' عیال دار۔ رِعَاءُ: جمع راعٍ' راعی' چرواہا۔ اَلشَّاءِ: جمع شاۃ' بکری۔ اَلْحُفَاةُ الْعُرَاةُ الْعَالَةُ رِعَاءُ الشَّاءِ: جن کو پہلے پہننے کو جوتا نہ تھا' کپڑا نہ تھا' عیال دار و تنگ دست تھے' بکریاں چرایا کرتے تھے۔ (قربِ قیامت میں پھر ایسا آئے گا کہ) يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ: وہ بڑے بڑے اونچے اونچے محل بنائیں گے۔ اِنْطَلَقَ: چلا گیا۔ فَلَبِثْتُ: بس میں بیٹھا رہا' ٹھہرا رہا۔ مَلِيًّا: تھوڑی دیر۔

ترجمہ:- حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا، جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، کیا دیکھتے ہیں کہ ہمارے سامنے ایک شخص آ گیا، جس کے کپڑے خوب سفید ہیں اور سر کے بال بھی خوب سیاہ ہیں اور اس پر سفر کا کچھ اثر نہیں (آدمی سفر کرتا ہے تو کپڑے کچھ میلے ہو جاتے ہیں، سر کے بال کچھ گرد آلود ہو جاتے ہیں) اور ہم میں سے کوئی اس کو جانتا بھی نہیں (اگر یہاں کا کوئی شخص ہوتا تو اس کو کوئی نہ کوئی جانتا) وہ شخص' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر دو زانو ہو گیا اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لئے اور عرض

کیا" یَا مُحَمَّدُ! (ﷺ) اسلام کے متعلق خبر دیجئے کہ وہ کیا ہے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم شہادت دو' یقین کے ساتھ بیان کرو لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ (خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں) اور پابندی اور درستی سے نماز پڑھو اور زکوٰۃ بھی دو، اور رمضان کے مہینے میں روزے بھی رکھو' اگر بیت اللہ کی طرف سفر کرنا اور راستہ چلنا ممکن ہو تو حج کرو"۔ اس شخص نے کہا" آپ نے سچ فرمایا"۔ ہم اس شخص پر تعجب کرنے لگے کہ سوال بھی کرتا ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر اس شخص نے کہا" ذرا بتایئے کہ ایمان کیا ہے؟" حضرتؐ نے فرمایا" تم اللہ پر ایمان لاؤ، اُس کا یقین رکھو۔ فرشتوں اور رسولوں اور آخری دن یعنی قیامت اور تقدیر پر یقین رکھو۔ خوب سمجھو' خیر و شر جو کچھ ہو رہا ہے، سب اللہ کی تقدیر اور اُس کے علم سے ہے"۔ اُس نے کہا" آپ نے سچ فرمایا"۔ پھر اُس نے عرض کیا" فرمایئے کہ احسان کیا ہے؟" آپ نے فرمایا کہ" عبادت کرو تو ایسی کرو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔ اگر ایسا نہ کرسکتے ہو تو کم از کم اتنا تو سمجھو کہ خدا تم کو دیکھتا ہے"۔ اس نے کہا" جی درست" پھر اس نے عرض کیا" کچھ قیامت کے متعلق بھی فرمایئے"۔ حضرتؐ نے فرمایا" جس سے سوال کیا جارہا ہے وہ سوال کرنے والے سے کچھ زیادہ نہیں جانتا"۔ اس شخص نے کہا" اچھا اُس کے علامات فرمایئے"۔ حضرتؐ نے فرمایا" باندی بی بیوں کو جنے گی' یعنی کثرت سے بندوڑے بچے ہوں گے۔ (اس کے معنٰی ہیں' باندیوں کے بچے) اور وہ لوگ جو برہنہ پا' عیال دار اور بکریاں چرانے والے تھے وہ کثرتِ مال کی وجہ بلند (اونچے) مکانات اور محل بنائیں گے"۔

حضرت عمرؓ نے کہا" پھر وہ شخص چلا گیا اور میں تھوڑی دیر وہیں بیٹھا رہا پھر مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یا عمر! کیا تم جانتے ہو کہ یہ پوچھنے والا کون تھا؟" میں نے عرض کیا" اس شخص کو اللہ اور اُس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا" یہ شخص جبرئیل تھے، تمہارے پاس اس واسطے آئے تھے کہ تم کو تمہارے دین کے مسائل کی تعلیم کریں اور تم کو دین کا علم ہو"۔

صاحبو! ایمان و اسلام کیا ہے؟ ایمان میں کس بات پر زور ہے اور اسلام میں کس بات پر زور ہے؟ ایمان کا زور اعتقاد پر اور اسلام کا زور عمل پر۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان میں" عموم خصوص من وجہ" کی نسبت ہے۔ یہ کیسے؟ ایک جگہ دونوں مل جائیں اور دو جگہ جدا جدا ہوں۔ جس کے پاس صرف اسلام ہو ایمان نہیں وہ" منافق" ہے اور جس کے پاس صرف ایمان ہو اسلام نہیں وہ گنہگار ہے۔ اور جس کے اسلام و ایمان دونوں جمع ہوں وہ سچا مسلمان ہے۔)

عَنْ اَبِی ذَرٍّ جُنْـدُبِ بْنِ جُنَادَةَ الْغِفَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ اَتَانِیْ

جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَبَشَّرَنِيْ اَنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ اُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَ اِنْ سَرَقَ ؟ قَالَ وَ اِنْ زَنٰى وَ اِنْ سَرَقَ۔ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَ اِنْ سَرَقَ ؟ قَالَ وَ اِنْ زَنٰى وَ اِنْ سَرَقَ۔ قُلْتُ وَ اِنْ زَنٰى وَ اِنْ سَرَقَ ؟ ثُمَّ قَالَ فِى الرَّابِعَةِ عَلٰى رَغْمِ اَنْفِ اَبِيْ ذَرٍّ ۔ (اخرجه الشيخان والترمذى)

لغات : بَشَّرَنِيْ : مجھے بشارت دی ۔ سَرَقَ : چرایا ۔ عَلٰى رَغْمِ اَنْفِ : ناک خاک آلود ہونے پر ۔

ترجمہ :- ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " میرے پاس جبریل (علیہ السلام) آئے تھے ۔ پھر انھوں نے مجھے خوش خبری سنائی کہ تمہاری اُمت میں سے جو مر جائے بشرطیکہ اللہ سے کسی کو شریک نہ بنائے تو جنت میں داخل ہوگا "۔ ابوذر کہتے ہیں' میں نے عرض کیا " اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے " ؟ حضرتؐ نے فرمایا " اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے "۔ میں نے پھر عرض کیا " کیا اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے " ؟ حضرتؐ نے فرمایا " اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے "۔ پھر میں نے عرض کیا " اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے تو بھی " ؟ چوتھی دفعہ حضرتؐ نے فرمایا " ہاں ابوذر کی ناک مٹی میں رگڑی جائے تو بھی "۔ (یہ عربوں کا محاورہ ہے ۔ یعنی ابوذر کے خلاف مرضی بھی ۔ یعنی یہ بات تمہاری رائے کے خلاف ہی کیوں نہ ہو) ۔ (شیخان نے اس کی روایت کی ہے ۔ ترمذی)

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنَ الْاِيْمَانِ ۔ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَمَنْ شَكَّ فَلْيَقْرَاْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ۔

(اخرجه الترمذى و صححه)

ترجمہ :- ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا " دوزخ سے نکالا جائے گا ہر وہ شخص جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو "۔ ابوسعیدؓ نے کہا جس کو شک ہو وہ پڑھے " اللہ ظلم نہیں کرتا ذرہ بھر بھی "۔

(اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور اس کو صحیح بتایا)

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ " مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ۔ (رواه مسلم ۔ مشكوٰة)

ترجمہ :- جو مر گیا' اور وہ جانتا ہے کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود برحق نہیں' تو وہ جنت میں داخل ہوگا ۔

(مسلم ۔ مشکوٰۃ)

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ۔ " ثِنْتَانِ مُوْجِبَتَانِ " قَالَ رَجُلٌ " يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْمُوْجِبَتَانِ "۔ قَالَ : " مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ "۔ (رواه مسلم ۔ مشكوٰة)

ترجمہ :- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "دو چیزیں واجب کرنے والی ہیں"۔ ایک شخص نے کہا "یا رسول اللہ! (ﷺ) واجب کرنے والی کیا ہیں"؟ حضرتؐ نے فرمایا "جو مرگیا' اور وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا' تو دوزخ میں داخل ہوگا۔ اور جو مرگیا اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنایا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم۔ مشکوۃ)

وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا قُعُوْدًا حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ اَظْهُرِنَا فَاَبْطَأَ عَلَيْنَا فَخَشِيْنَا اَنْ يُقْتَطَعَ دُوْنَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ اَبْتَغِي رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَتَيْتُ حَائِطًا لِلْاَنْصَارِ لِبَنِي النَّجَّارِ فَدُرْتُ بِهٖ هَلْ اَجِدُ لَهٗ بَابًا فَلَمْ اَجِدْ فَاِذَا رَبِيْعٌ يَدْخُلُ فِيْ جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بِئْرٍ خَارِجَةٍ (وَالرَّبِيْعُ الْجَدْوَلُ) قَالَ فَاحْتَفَزْتُ فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "اَبُوْهُرَيْرَةَ"؟ فَقُلْتُ "نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" قَالَ "مَا شَأْنُكَ؟" قُلْتُ "كُنْتَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا فَقُمْتَ فَاَبْطَأْتَ عَلَيْنَا فَخَشِيْنَا اَنْ تُقْتَطَعَ دُوْنَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَاَتَيْتُ هٰذَا الْحَائِطَ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ وَهٰؤُلَاءِ النَّاسُ وَرَائِيْ فَقَالَ "يَا اَبَاهُرَيْرَةَ!" وَاَعْطَانِيْ نَعْلَيْهِ فَقَالَ "اِذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ فَمَنْ لَقِيَكَ مِنْ وَرَاءِ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ"۔ فَكَانَ اَوَّلَ مَنْ لَقِيْتُ عُمَرُ فَقَالَ مَا هَاتَانِ النَّعْلَانِ يَا اَبَاهُرَيْرَةَ؟ "قُلْتُ "هَاتَانِ نَعْلَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِيْ بِهِمَا مَنْ لَقِيْتُ يَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ بَشَّرْتُهٗ بِالْجَنَّةِ"۔ فَضَرَبَ عُمَرُ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَخَرَرْتُ لِاِسْتِيْ فَقَالَ "اِرْجِعْ يَا اَبَاهُرَيْرَةَ!" فَرَجَعْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَجْهَشْتُ بِالْبُكَاءِ۔ وَرَكِبَنِيْ عُمَرُ وَاِذَا هُوَ عَلٰى اَثَرِيْ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَالَكَ يَا اَبَاهُرَيْرَةَ؟" قُلْتُ "لَقِيْتُ عُمَرَ فَاَخْبَرْتُهٗ بِالَّذِيْ بَعَثْتَنِيْ بِهٖ فَضَرَبَ بَيْنَ ثَدْيَيَّ ضَرْبَةً خَرَرْتُ لِاِسْتِيْ۔ فَقَالَ اِرْجِعْ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَا عُمَرُ! مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا فَعَلْتَ" قَالَ "يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ' اَبَعَثْتَ اَبَاهُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ بَشَّرَهٗ بِالْجَنَّةِ؟" قَالَ "نَعَمْ" قَالَ "فَلَا تَفْعَلْ فَاِنِّيْ اَخْشٰى اَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُوْنَ"۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَخَلِّهِمْ"۔ (رواہ مسلم۔ مشکوۃ)

ترجمہ:- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ ابوبکر و عمر بھی تھے اور چند لوگ بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ اُٹھے ہمارے درمیان سے اور واپس آنے میں دیری فرمائی۔ ہم کو ڈر ہوا کہ ہم میں اور حضرتؐ میں جدائی نہ ہوجائے (کوئی روک نہ لے) تو ہم لوگ گھبراگئے' پھر اُٹھ کھڑے ہوئے تو سب سے پہلے میں گھبرایا تھا۔ پھر میں نکلا رسول اللہ ﷺ کو ڈھونڈتے ہوئے۔ یہاں تک کہ میں انصار بنی نجار کے باغ کو پہنچا۔ پھر میں اُس کے اطراف پھرا کہ کہیں سے مجھے دروازہ ملے۔ مجھے دروازہ نہ ملا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہر بہہ رہی ہے اور باغ کے بیچ میں سے باہر نکلتی ہے۔ میں سمٹ کر اس میں گھسا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا۔ حضرتؐ نے فرمایا "ابوہریرہ"؟ میں نے عرض کیا "جی ہاں یا رسول اللہ!" فرمایا "کیا خبر ہے؟" میں نے عرض کیا "آپ ہمارے درمیان تھے۔ پھر اُٹھ کھڑے ہوئے اور آنے میں دیر کی۔ ہم کو خوف ہوا کہ آپ میں اور ہمارے میں جدائی نہ پڑجائے' پھر ہم گھبراگئے اور سب سے پہلے میں گھبرایا۔ پھر اس باغ میں آیا۔ پھر سمٹ کر گھس گیا جیسے لومڑی گھستی ہے اور دوسرے لوگ بھی میرے پیچھے آرہے ہیں۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا "اے ابوہریرہ!" اور اپنے دونوں نعلین عطا کئے (علامت کے طور پر) پھر فرمایا "یہ میرے نعلین لے جا' اور تجھے اس باغ کے پیچھے جو ملے اور وہ گواہی دیتا ہو لا إله إلا الله (کی) دلی یقین کے ساتھ' تو اُس کو جنت کی بشارت دے"۔ پھر سب سے پہلے میں عمر سے ملا تو انھوں نے کہا "یہ نعلین کیا ہیں؟ (کیسے ہیں؟) اے ابوہریرہ!" میں نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کے نعلین ہیں۔ حضرتؐ نے مجھے یہ دے کر بھیجا ہے کہ "تو جس سے ملے اور وہ شہادت دے لا إله إلا الله کی دلی یقین کے ساتھ تو اُس کو بشارت دے جنت کی۔ پھر عمر نے (یہ سن کر) میرے سینے پر دھکا مارا تو میں سرین کے بل گرگیا۔ پھر عمرؓ نے کہا واپس ہوجاؤ اے ابوہریرہؓ! میں رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس ہوگیا۔ پھر میں نے رونی صورت بنائی اور عمرؓ نے میرا پیچھا کیا۔ دیکھا تو وہ میرے قدم بہ قدم تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تجھے اے ابوہریرہ کیا ہوا ہے؟" میں نے کہا "میں عمر سے ملا پھر اُن کو خبر دی کہ جس کے ساتھ آپ نے مجھے بھیجا تھا۔ پھر عمر نے میرے سینے میں دھکا دیا اور میں اپنے سرین کے بل گرگیا۔ پھر عمر نے کہا کہ "واپس جا" تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے عمر! تمہارے ایسا کرنے کی کیا وجہ ہے؟" عمرؓ نے کہا "یا رسول اللہ! (ﷺ) میرے ماں باپ آپ پر تصدق' کیا آپ نے ابوہریرہ کو اپنے نعلین کے ساتھ بھیجا تھا کہ جو ملے اور شہادت دے لا إله إلا الله (کی) دلی یقین کے ساتھ تو اُس کو جنت کی بشارت دے؟" حضرتؐ نے فرمایا "ہاں"۔ عمر نے

عرض کیا "آپ ایسا نہ کیجئے، مجھے خوف ہے کہ لوگ اس پر (یعنی کہ صرف لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے پر) بھروسہ کرلیں گے۔ آپ ان کو چھوڑ دیجئے کہ عمل کریں"۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اچھا تو اے ابوہریرہ!) "ان کو چھوڑ دے" (کہ عمل کریں)۔

صاحبو! ان احادیث سے کیا ثابت ہورہا ہے کہ ایمان اصل ہے اور اعمال فرع۔ ایمان والا چاہے کتنے ہی گناہ کرے آخر میں وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ گناہ کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔ خارجیوں کے پاس گناہ کرنے سے کافر ہوتا ہے۔ معتزلیوں کے پاس نہ مسلمان رہتا ہے نہ کافر رہتا ہے، بیچ میں ادھر رہتا ہے۔ ہم اہل حق کے پاس گنہگار مسلمان رہتا ہے۔ توبہ کرتا ہے تو ایسا ہوجاتا ہے کہ جیسا اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔ اگر توبہ نہیں کرتا تو خدا کو اختیار ہے کہ حضرت کی شفاعت کی وجہ سے نجات دے، چند روز دوزخ میں رکھ کر نکالے۔

حضرت عمرؓ کا روکنا اس وجہ سے تھا کہ لوگ عمل کرنا چھوڑ دیں گے اور حضرتؐ نے فرمایا کہ "اچھا انھیں چھوڑ دو کہ عمل کریں"۔ یا رسول اللہ! ہم شہادت دیتے ہیں لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کی بدولت ہماری شفاعت فرمایئے کہ ہماری نجات ہوجائے۔

بَابٌ : فُرُوْعُ الْاِیْمَانِ وَ الْاِسْلَامِ وَ ابَانَتُهُمَا وَ مُقْتَضَیَاتُهُمَا

ایمان اور اسلام کے فروعات اور اس کی نشانیوں اور لوازمات کے بیان میں

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔ اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ ۔ (متفق علیہ)

لغات: بِضْعٌ: تین سے نو تک کا عدد۔ بُضْعُ النِّکَاحِ: عورت کی شرمگاہ۔ بَضَعَ: گوشت کاٹنا، سیراب کرنا۔ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ: کچھ اوپر ستر (۷۰) مراد اسی (۸۰) سے کم۔ شُعْبَةٌ: شاخ، ٹہنی، ٹکڑا، اس کی جمع شُعَبٌ و شِعَابٌ۔ اَلْفَضْلُ: فضیلت والا، بزرگ، بڑا۔ اَدْنٰی: قریب، کم تر۔ اِمَاطَةٌ: دور کرنا۔ اَلطَّرِیْقُ: راستہ۔ اِمَاطَةُ الْاَذٰی: تکلیف کا دور کرنا۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انھوں نے، فرمایا حضور نبی کریم ﷺ نے "ایمان کی کچھ اوپر ستر (۷۰) شاخیں ہیں اور ان میں کی افضل ترین شاخ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا ہے (یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اقرار کرنا زبان سے، تصدیق کرنا دل سے اور عمل کرنا اعضاء سے) اور ان میں کی ادنیٰ شاخ یعنی کم ترین، راستہ سے اذیت کا دور کرنا ہے اور حیاء بھی ایمان کی شاخ ہے۔ (درخت سے جس طرح ڈالیاں متعلق ہیں اسی طرح "ایمان" سے لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا متعلق ہے۔ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا بھی ایمان کی ایک ڈال ہے اور "حیاء" بھی)۔

(بخاری اور مسلم دونوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے، وہ دونوں اس سے متفق ہیں)

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ ۔ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ يَكْرَهُ اَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ ۔ (اخرجه الخمسة الا ابوداؤد)

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں یہ ہوں وہ ایمان کی شیرینی کا مزہ پائے گا (پاتا ہے)۔ وہ تین چیزیں کیا ہیں؟ (۱) جو اللہ اور اس کے رسول کو سب سے زیادہ چاہے (محبت کرے)۔ (۲) اور جس نے خدا کے بندے کو نہیں چاہا مگر صرف خدا کے لئے (یعنی اللہ واسطے محبت کی)۔ (۳) اور جو کفر میں عود کرنے سے (یعنی کافر بننے سے' مرتد ہونے سے) بعد اس کے کہ اللہ نے اُسے کفر سے نجات دی' متنفر ہے' اُسے ایسا مکروہ سمجھے جیسے کہ کسی کو آگ میں ڈالے جانے سے کراہت ہوتی ہے۔

(اس حدیث کو سوائے ابوداؤد کے چار صاحبوں (محدثین) بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی نے روایت کیا ہے۔ علم حدیث میں "الخمسة" یعنی پانچ سے مراد حسب ذیل علماء محدثین ہیں۔ (۱) امام بخاریؒ (۲) امام مسلمؒ (۳) امام ابوداؤدؒ (۴) امام ترمذیؒ (۵) امام نسائیؒ۔ اوپر کی حدیث کو سوائے ابوداؤد کے' باقی چاروں حضرات نے اپنی کتب احادیث میں تحریر کیا ہے)

وعنه رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۔

(اَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ وَ النَّسَائِيُّ ۔ تيسير الوصول (۱) صفحه (۱۲))

لغات: یُؤْمِنُ: ایمان لائے' ایمان لاتا ہے۔ لَا یُؤْمِنُ: ایمان نہیں لاتا ہے۔ اَحَدُکُمْ: تم سے کوئی ایک۔

ترجمہ:۔ اور اُن ہی سے (حضرت انسؓ سے) روایت ہے کہا انھوں نے کہ سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے "تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہوگا یہاں تک کہ میں اُس کے پاس زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اُس کے باپ اُس کے بیٹے اور تمام لوگوں سے (عزیز واں سے)۔

(اس حدیث کو حضرت امام بخاریؒ اور حضرت امام مسلمؒ دونوں نے لکھا ہے اور امام نسائیؒ نے بھی اور تیسیر میں جلد اول کے صفحہ ۱۲ پر بھی ہے)

عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِيْ مِنَ النَّارِ قَالَ لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْ اَمْرٍ عَظِيْمٍ وَاِنَّهُ لَيَسِيْرٌ عَلٰى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ ۔ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَ

تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ وَصَلٰوةُ الرَّجُلِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ ـ ثُمَّ تَلَا "تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ" حَتّٰى بَلَغَ يَعْمَلُوْنَ ـ ثُمَّ قَالَ اَلَا اَدُلُّكَ بِرَأْسِ الْاَمْرِ وَ عَمُوْدِهٖ وَ ذِرْوَةِ سَنَامِهٖ ـ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ـ قَالَ رَأْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ وَ عَمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ قُلْتُ بَلٰى يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَاَخَذَ بِلِسَانِهٖ فَقَالَ "كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا" فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ قَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ يَا مُعَاذُ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اَوْعَلٰى مَنَاخِرِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ ـ (رواہ احمد و الترمذی و ابن ماجہ ـ مشکوۃ)

ترجمہ:۔ حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہا انھوں نے' میں نے عرض کیا" یا رسول اللہ (ﷺ) مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جس سے میں جنت میں داخل ہوں اور دوزخ سے دور رہوں ۔ تو حضرتؐ نے فرمایا" تم نے تو ایک بڑی بات پوچھی اور وہ آسان ہے اُس پر جس پر خدا آسان کردے ۔ اللہ کی بندگی کرو' اُس کا کسی کو شریک نہ بناؤ' اور ہمیشہ پابندی سے نماز پڑھو اور زکوۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو"۔ پھر فرمایا" کیا میں تمہیں خیر کے دروازے نہ بتاؤں؟ روزہ سپر ہے اور خیرات کرنا (صدقہ دینا) گناہ کی آگ کو ایسا بجھاتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے اور آدھی رات کو نماز پڑھنا (یعنی تہجد ادا کرنا) پھر آپ نے پڑھا (اس آیت کو) ان کے پہلو بچھونوں سے جدا ہوجاتے ہیں' یعنی نیند سے جاگ جاتے ہیں (اور اس آیت کو) یعملون تک پڑھا۔ پھر فرمایا" کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ اس کی اصل کیا ہے؟ میں نے عرض کیا" جی کیوں نہیں یا نبی اللہ! (ضرور) آپؐ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا" اسے روک" میں نے عرض کیا" یا رسول اللہ کیا ان سب چیزوں سے جو ہم کہتے ہیں مواخذہ کیا جائے گا؟ حضرتؐ نے فرمایا" تیری ماں مرے (تیری ماں تجھ پر روئے) اے معاذ! کیا لوگ آگ میں نہیں ڈالے جاتے' اپنے منھ کے بل' یا اپنی ناکوں اور نکھروں کے بل' مگر اپنی زبان کے نتیجوں سے"۔

(عربوں کی عادت ہے' محبت سے بھی کہہ دیتے ہیں کہ" تیری ماں مرے" جیسے ہماری بعض بعض محبت سے کہہ دیتی ہیں "ماٹی ملے" یا شعراء اپنے معشوق کو" ظالم" سے مخاطب کرتے ہیں)۔

صاحبو! ذرا اس حدیث پر غور کرو۔ اس سے بندگی کی تعریف اور شرک کی برائی کس طرح واضح ہورہی ہے! اور نماز پڑھنا' زکوۃ دینا' رمضان کے روزے رکھنا اور حج بیت اللہ کرنے پر کس قدر زور دیا جارہا ہے۔ مگر لوگوں کی حالت یہ ہے کہ پابندی نماز میں بہت کوتاہی کررہے ہیں۔ بعض نادان نماز پڑھنے کو بیکار اٹھک بیٹھک سمجھتے ہیں۔ اور بعض لوگ بہتر بھی سمجھتے ہیں تو اُسے ورزش کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

دیکھو! زکوٰۃ نہ دینے سے رات دن چندے چندے کا بلوہ ہے۔ روزہ رکھنا' دوزخ سے ایسے بچاتا ہے جیسے دشمن کی تلوار سے سپر بچاتی ہے۔ ذرا غور تو کرو' روزہ اس واسطے رکھا جاتا ہے کہ دوسروں کی بھوک پیاس کا احساس ہو اور انسان میں صمدیت پیدا ہو جائے۔ یہ کیا ہے اگر اتنا کھائیں کہ ڈکار آئے۔ آدھا دن کھانے کے بوجھ سے بے قراری میں گزر جائے اور آدھا دن ہائے بھوک ہائے بھوک کرتے رہیں۔ روزہ رکھنے سے مقصد نفس کو توڑنا ہے' اس کی اصلاح مقصود ہے۔ مگر آج کل کے روزہ داروں کی حالت یہ ہے کہ ان سے لڑیں' اُن سے لڑیں' ہر شخص وحشت زدہ۔ ارے یہ کیا نفس کشی ہے! لاحول ولاقوۃ!

خیرات کرنے سے خدا کا غصہ دور ہوتا ہے۔ غریب لوگ خوش حال لوگوں کے دینے سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ آدھی رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز ادا کرنا اچھے لوگوں کی عادت ہے۔ مگر آج کل تو فرض سے بے خبری ہے تو تہجد کی نماز کون پڑھے گا؟۔ لوگوں کی حالت یہ ہے کہ ابتدائی نصف شب تو بیکار باتوں' لہو ولعب میں صرف ہوتی ہے۔ سینما جانے والوں کا تو کیا کہنا؟ معلوم ہوا ہے کہ ایک دفعہ سینما میں آگ لگ گئی' جل بھن کر کباب ہو گئے۔ بھلا ان لوگوں سے کیا اُمید ہے کہ یہ تہجد کی نماز پڑھیں گے؟

دیکھو! رسول خدا ﷺ نے فرمایا ''اپنی زبان کو روکو'' یعنی کسی کو برا کہو نہ کسی کی غیبت کرو نہ جھوٹ بولو نہ جھوٹی گواہی دو۔ مگر افسوس لوگ ان سب بلاؤں میں گرفتار ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''اپنی یاوہ گوئی کے نتیجہ میں لوگ فی النار والسقر ہوتے ہیں۔ خدا مسلمانوں کو ان تمام برائیوں سے بچائے۔ آمین۔

بَابُ الْإِسْلَامِ بِمَعْنَى الْاِسْتِسْلَامِ

اسلام یعنی ظاہری اطاعت کے باب میں

(يُعْتَبَرُ عِنْدَ النَّاسِ وَلَا يُعْتَبَرُ عِنْدَ اللهِ اِذْ لَيْسَ عَلٰى حَقِيْقَتِهٖ فَيَنْفَكُّ عَنِ الْاِيْمَانِ)

(لوگوں کے پاس تو اُس کا اعتبار کیا جاتا ہے اور خدا کے پاس اُس کا کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ وہ حقیقی اسلام کا سبب نہیں ہے، لہذا یہ ظاہری اسلام ایمان سے جدا ہوگا)

قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ۔ (الحجرات۔ آیت ۱۴)

لغات: اَلْاَعْرَابُ: دیہاتی عرب، گنوار، بدو عرب۔ قَالَ: کہا۔ قالت الاعراب: کہا ان بدو عربوں نے۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ: کہا گنواروں نے، یہ گنوار عرب کہتے ہیں۔

ترجمہ: اللہ تبارک تعالیٰ فرماتا ہے'' گاؤں کے عربوں نے کہا'' ہم ایمان لائے'' پیغمبر! تم کہہ دو'' تم ایمان نہیں لائے لیکن تم کہو ہم اسلام لائے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا''۔

(الحجرات۔ آیت ۱۴)

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ تَرَکَ رَجُلًا ھُوَ اَعْجَبُھُمْ اِلَیَّ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَالَکَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرَاہُ مُؤْمِنًا ۔ فَقَالَ اَوْمُسْلِمًا فَسَکَتُّ قَلِیْلًا ثُمَّ غَلَبَنِیْ مَا اَعْلَمُ مِنْہُ ، فَعُدْتُ لِمَقَالَتِیْ وَعَادَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ یَا سَعْدُ ! اِنِّیْ لَاُعْطِی الرَّجُلَ وَغَیْرُہٗ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْہُ ، خَشْیَۃَ اَنْ یَّکُبَّہُ اللّٰہُ فِی النَّارِ ۔

(رواہ البخاری)

لغات : تَرَکَ رَجُلًا : ایک آدمی کو چھوڑ دیا ، ترک کیا ۔ فَسَکَتُّ : پس میں چپ ہو رہا ۔ فَوَاللّٰہِ : پس قسم اللہ کی ۔ فَعُدْتُ : پس میں نے اعادہ کیا ۔ لِمَقَالَتِیْ : اپنے مقولہ کا ۔ لَاُعْطِیْ : میں عطا کرتا ہوں ۔ اَحَبُّ اِلَیَّ : میرے پاس زیادہ محبوب ہے خَشْیَۃً : ڈر ، خوف ۔ یَکُبَّہُ : ڈالے اُسے ۔

ترجمہ :- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت تقسیم کرنے میں ایک ایسے شخص کو چھوڑ دیا جو مجھے زیادہ پسند تھا ۔ میں نے عرض کیا " یا رسول اللہ (ﷺ) فلاں شخص سے آپ کیوں اعراض کرتے ہیں ، کیوں اُن پر توجہ نہیں فرماتے ؟ پس خدا کی قسم ہے کہ میں اُن کو ایمان دار سمجھتا ہوں ، مومن جانتا ہوں ۔ تو حضرتؐ نے فرمایا " مسلمان " (یعنی تم انھیں مومن نہ کہو بلکہ مسلم کہو ۔ ایمان دل کا کام ہے ۔ اس سے تو واقف نہیں) پھر میں تھوڑی دیر چپ کا رہا ، سکوت اختیار کرلیا پھر مجھ پر غلبہ کیا اس چیز نے جو اُن کے متعلق میں جانتا تھا پھر میں نے اپنی پہلی بات کہی ، اپنے قول کا اعادہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے قول کا اعادہ کیا ۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا " اے سعد ! میں ایک آدمی کو دیتا ہوں ، حالانکہ اُس کے سوائے دوسرا آدمی میرے پاس اُس سے زیادہ محبوب ہے ، اس ڈر سے کہ اللہ اُس کو دوزخ میں نہ ڈال دے (یعنی نو مسلم لوگ ہیں ۔ اُن کو دے دلا کر اپنا بنانا چاہیے ۔ جو مضبوط ایمان کے ہیں اُن کو مال کی پرواہ نہیں ہوتی ۔ (بخاری نے روایت کی اس کی)

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَنْ صَلّٰی صَلَاتَنَا وَ اسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَ اَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا فَذَالِکَ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ لَہٗ ذِمَّۃُ اللّٰہِ وَ ذِمَّۃُ رَسُوْلِہٖ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰہَ فِیْ ذِمَّتِہٖ ۔ (رواہ البخاری)

لغات : مَنْ : جو ۔ صَلّٰی : نماز ادا کیا ۔ مَنْ صَلّٰی صَلَاتَنَا : جس شخص نے ہماری نماز پڑھی یعنی جس طرح ہم نماز ادا کرتے ہیں ، اپنے اذکار و آیات کو پڑھتے ہوئے ، قیام و قومہ ، رکوع و سجود ، تشہد پڑھ کر سلام پھیرا ۔ اِسْتَقْبَلَ : قبول کیا ، قبلہ بنایا ۔ اَکَلَ : کھایا ۔ ذَبِیْحَتَنَا : ہمارے ذبح کئے ہوئے جانور کو ۔ فَذَالِکَ : پس وہ ۔ لَاتُخْفِرُوْہُ : اس کی رسوائی نہ

کرو، اُس سے بدعہدی نہ کرو۔

ترجمہ:۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "جس نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں اس نے بھی پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارا ذبح کیا ہوا جانور کھایا وہ مسلمان ہے، مسلم ہے، اُس کے لئے اللہ کا ذمّہ ہے وہ خدا کی ذمّہ داری میں ہے اور اس کے رسول کی ذمّہ داری میں ہے۔ پھر بدعہدی نہ کرو اللہ کے ذمّہ میں۔ اُس کام میں جو اللہ کے ذمّہ میں ہے۔ یعنی اُس کو کافر نہ کہو، اُس کے نماز روزے کو بیکار نہ سمجھو۔ اگر اُس کے دل میں ایمان نہیں اور ظاہری طور سے خود کو مسلم ظاہر کر رہا ہے تو ظاہر کو ظاہر کا حکم دو اور اُس سے ایسا معاملہ کرو جیسے اور مسلمانوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں۔ دل کا حال خدا جانتا ہے، وہی سزا جزا کا حکم دے گا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

لغات: اُمِرْتُ: مجھے حکم دیا گیا۔ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ: کہ میں لوگوں سے لڑوں، ماروں۔ حَتّٰى: یہاں تک کہ۔ يَشْهَدُوْا: وہ گواہی دیں، شہادت دیں، ایسی بات بیان کریں جس کا انھیں عین الیقین ہو۔ عَصَمُوْا: محفوظ کرلے، بچالے۔ فَاِذَا: پس جب۔ فَعَلُوْا ذٰلِكَ: وہ ایسا کریں۔ دِمَاءَ: جمع دَمٌ: خون۔ اَمْوَالَ: جمع مال، مال و دولت۔

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں، یہاں تک کہ وہ لوگ گواہی دیں، شہادت دیں کہ لائق عبادت اللہ کے سوا کوئی نہیں اور یہ بھی کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور پابندی سے، اچھی طرح نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ پھر جب وہ ایسا کریں تو محفوظ کرلیں گے مجھ سے اپنے خون اور مال کو، یعنی ہم اُن سے لڑ نہیں سکتے، نہ اُن کا مال لے سکتے ہیں مگر اسلامی حق کی وجہ سے (یعنی اگر کسی نے کسی کو قتل کیا ہے تو وہ بھی حق اسلام کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔ کسی کا مال لیا ہے تو مال واپس کرنا پڑے گا) اور اُن کا حساب اللہ کے ذمّہ ہے۔ (یعنی اگر اس کے دل میں کچھ اور ہے تو ہوا کرے، دل کا حال خدا کو معلوم ہے۔ ظاہر کا حال ہم کو معلوم ہے، اس واسطے ظاہر کو ظاہر کا حق ادا کرنا چاہیے)۔ (بخاری نے اس کی روایت کی اور مسلم نے بھی)

بَابٌ : حَقِيْقَةُ الْاِسْلَامِ لَا تَنْفَكُّ عَنِ الْاِيْمَانِ

یہ باب اس بیان میں ہے کہ اسلام کی حقیقت ایمان سے جدا نہیں ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔
(آیت ۸۵ ۔ ال عمران)

لغات : مَنْ : جو ۔ يَبْتَغِ : چاہے، خواہش کرے ۔ غَيْرَ الْاِسْلَامِ : اسلام کے سوا، اسلام کو چھوڑ کر ۔ دِيْنًا : کوئی مذہب، کوئی اور دین، دوسرا دین ۔ فَ : پس، سو، اس لئے ۔ لَنْ يُّقْبَلَ : ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا، منظور کیا جائے گا ۔ لَنْ يُّقْبَلَ : ہرگز پسند نہیں کیا جائے گا ۔ مِنْهُ : اُس سے ۔ خٰسِرِيْنَ : خسارہ پانے والے لوگ ۔ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ : نقصان پانے والوں میں سے ۔

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے '' جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا، اختیار کرے گا تو وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اس سے اور وہ شخص آخرت میں خسارے اور نقصان اُٹھانے والوں میں رہے گا''۔
(آیت ۸۵ ۔ آل عمران)

قَالَ تَبَارَكَ تَعَالٰى : اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۔ (آیت ۱۹ ۔ آل عمران)

لغات : اِنَّ : بے شک ۔ الدِّيْنَ : مذہب، دین ۔ عِنْدَ : پاس، نزدیک ۔ عِنْدَ اللّٰهِ : اللہ کے پاس ۔ الْاِسْلَامُ : اسلام ہے ۔

ترجمہ :۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے '' دین اور سچا مذہب اللہ کے پاس تو اسلام ہی ہے ۔

قَالَ عَزَّ وَجَلَّ : فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔ (الذریت ۔ پ ۲۷)

لغات :۔ خَرَجَ : نکلا ۔ خَرَجَ يَخْرُجُ خُرُوْجًا : نکلنا (فعل لازم) اَخْرَجَ : نکالا ۔ (فعل متعدی) مَنْ : جو، جس، کون ۔ كَانَ : تھا ۔ فِيْهَا : اس میں ۔ الْمُؤْمِنِيْنَ : ایمان دار، مومن لوگ ۔ وَجَدَ : پایا ۔ فَمَا وَجَدْنَا : پس نہیں پایا ہم نے ۔

ترجمہ :۔ اللہ عز وجل کا ارشاد ہے '' پس ہم نے نکال کر علحدہ کر دیا وہاں سے جس قدر ایمان دار موجود تھے ۔ سو پھر نہ پایا ہم نے مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا کوئی گھر ۔

صاحبو ! ان آیات قرآنی اور ارشادات ربانی پر غور کرو اور اس کے ساتھ ذرا موجودہ مسلمانوں کے اسلام کا جائزہ لو تو معلوم ہوگا کہ آج کل بین الاقوامی مسلمانوں کا ایک فرقہ نکلا ہے جو ہندو، مسلمان، بدھ اور پارسی مذہب والے سب کو سچا سمجھتا ہے اور درحقیقت وہ کسی کو سچا نہیں سمجھتا ۔ مختلف احکام میں سے جو سب کے بعد آئے اور '' سب سے آخری حکم '' ہو اسے حق سمجھنا ضروری ہے ۔ ان کے پاس عقائد کی چنداں ضرورت نہیں ۔ وہ کہتے ہیں کھاؤ، پیو کسی کو تکلیف نہ دو، جھوٹ نہ بولو، چوری اور زنا

نہ کرو، اور جو جی چاہا سو کرو۔ خدا کو چاہے نام مانو، بلکہ کئی خدا مانتے ہو تو بھی کوئی ہرج کی بات نہیں۔ اس سے پیشتر اسلام و غیر اسلام سے ملانے کی کوششیں کی گئیں۔ سکھ اور کبیر پنتھی، بابی اور دروزی ان ہی کی یادگاریں ہیں۔ مگر یاد رکھو! جب تک محمد رسول اللہ کی رسالت کو دل سے قبول نہ کرو گے اور ان کے مذہب کو نہ مانو گے، اور جس وقت تک تم کو دین محمدی میں تھم نہ جاؤ گے، خسر الدنیا و الآخرۃ ہو جاؤ گے۔ خدا عقل سلیم دے۔ حق و باطل میں تمیز عطا فرماتا تو غیر اسلام کی طرف ہرگز رخ نہ کرتے ہم تو مسلمان ہیں صاحب ایمان ہیں۔ عَلَيْهَا نَحْيَا وَ عَلَيْهَا نَمُوْتُ وَ عَلَيْهَا نُبْعَثُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔ اسی پر (یعنی مذہب اسلام پر) ہم زندہ رہتے ہیں اور اسی پر مریں گے اور اللہ چاہا تو پھر مذہب اسلام پر ہی اٹھائے جائیں گے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَ صَوْمِ رَمَضَانَ ۔ (تجرید البخاری)

لغات:- بُنِيَ: بنا، رکھی گئی، بنیاد ڈالی گئی۔ اِيْتَاءِ: دینا۔ صَوْم: روزہ۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہا انھوں نے فرمایا حضور مقبول ﷺ نے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ گواہی دینا کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے اور گواہی دینا یہ بھی کہ بے شک حضرت محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور نماز صحیح طریقہ اور پابندی سے ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان شریف کے روزے رکھنا۔

(یہ حدیث بخاری شریف اور تجرید البخاری میں بھی ہے)

بَابٌ : اَلْاِيْمَانُ يَزْدَادُ كَيْفًا وَ قُوَّةً وَ تَفْصِيْلًا

کیفیت، قوت اور تفصیلات کے اعتبار سے ایمان کی زیادتی کے باب میں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۔ (آیت ۴۔ الفتح)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تاکہ اُن کا ایمان زیادہ ہو اُن کے پہلے ایمان کے ساتھ۔ یعنی ایمان کی قوت بڑھے کیفیت بڑھے۔

قَالَ تَعَالٰى لِاِبْرَاهِيْمَ : اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ۔ (آیت ۲۶۰۔ البقرۃ)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم سے اُن کے معروضہ کے جواب میں دریافت فرماتا ہے "اے ابراہیم! ہم ساری مخلوق کو مرنے کے بعد جس طرح دوبارہ زندگی دیں گے اس کے متعلق تمہیں کچھ شک و شبہ ہے؟

کیا تمہارا ایمان نہیں کہ ہم ہی ہر چیز کے خالق اور قیامت کے دن سب کو زندہ کر کے اُن کی دنیاوی زندگی کے متعلق پوچھ گچھ کرنے والے ہیں؟" حضرت ابراہیم نے عرض کیا "جی کیوں نہیں! میرے پروردگار! میرا ایمان ہے کہ تو ہی خالق ارض وسما ہے اور کل قیامت میں سب کو پھر سے اُٹھائے گا لیکن مولیٰ! اپنے دل کے اطمینان کے لئے میں نے عرض کیا تھا، تا کہ میرا ایمان پختہ اور کامل ہوجائے"۔

صاحبو! علماء میں ازدیاد ایمان کی نسبت اختلاف ہے کہ آیا واقعی ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کے پاس ایمان نہ تو گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔ یا تو اسلام کی حالت ہوگی یا کفر کی۔ معتزلہ کے پاس گناہ کرنے والا نہ مومن ہے نہ کافر۔ خوارج کے پاس گنہگار کافر ہوجاتا ہے۔ ان اختلافات کی تطبیق یوں دی جاری ہے کہ اصل ایمان میں گھٹاؤ بڑھاؤ اور کمی بیشی نہیں۔ البتہ ایمان کی کیفیت اور قوت یا تفصیلات کے اعتبار سے کمی زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ اللہ والے کی صحبت میں بیٹھنے سے قوت ایمانی میں اضافہ ہوتا اور ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس بات کو مولانا رومؒ نے یوں فرمایا ہے۔

ساعتے در صحبتے با اولیاء ❊ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

وَقَالَ مُعَاذٌ۔ اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً۔ (بخاری)

ترجمہ:- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دوست سے فرمایا "ہمارے ساتھ کچھ دیر بیٹھو تا کہ اپنی قوت ایمانی میں باہم اضافہ کریں"۔ (یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے)

بَابٌ: فِی اَنَّ الْعِصْیَانَ یُنَافِیْ کَمَالَ الْاِیْمَانِ وَ مُقْتَضَاهُ

یہ باب اس بیان میں ہے کہ گناہ کرنا ایمان اور مقتضائے ایمان کے خلاف ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زَنَی الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْاِیْمَانُ فَکَانَ فَوْقَ رَأْسِهٖ کَالظُّلَّةِ فَاِذَا خَرَجَ مِنْ ذٰلِکَ الْعَمَلِ رَجَعَ اِلَیْهِ الْاِیْمَانُ۔

(رَوَاهُ التِّرمذی وَ اَبُوْدَاوٗد)

لغات: زانی: زنا کرنے والا۔ فَوْقَ رَأْسِہٖ: اُس کے سر پر۔ کَ: مانند، مثل۔ ظُلَّۃ: چھاؤں، سایہ۔ رَجَعَ: واپس ہوا، لوٹا)۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انھوں نے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو اُس سے ایمان دور ہوجاتا ہے، یعنی اُس پر ایک غفلت سی طاری ہوجاتی ہے اور ایمان اُس کے سر پر سایہ کی طرح منڈلاتا رہتا ہے۔ پھر جب وہ شخص اس کام سے فارغ ہوجاتا ہے تو پھر ایمان اُس کے پاس واپس ہوجاتا ہے۔ یعنی ایمان سے وہ غفلت کی حالت دور ہوجاتی ہے۔

(یہ ایک تنبیہ ہے۔ اس حدیث کو ترمذی اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَزْنِی الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَسْرِقُ السَّارِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَغُلُّ اَحَدُکُمْ حِیْنَ یَغُلُّ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاِیَّاکُمْ اِیَّاکُمْ۔

(متفق علیہ)

وَفِیْ رِوَایَۃِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ: وَلَا یَقْتُلُ حِیْنَ یَقْتُلُ وَھُوَ مُؤْمِنٌ قَالَ عِکْرَمَۃُ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍؓ کَیْفَ یُنْزَعُ الْاِیْمَانُ مِنْہُ قَالَ ھٰکَذَا وَشَبَّکَ اَصَابِعَہٗ ثُمَّ اَخْرَجَھَا فَاِنْ تَابَ عَادَ اِلَیْہِ ھٰکَذَا وَشَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ۔ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ الْبُخَارِیُّ لَایَکُوْنُ ھٰکَذَا مُؤْمِنًا تَامًّا وَلَا یَکُوْنُ لَہٗ نُوْرُ الْاِیْمَانِ۔ (البخاری)

حِیْنَ: بوقت، وقت۔ سَارِقٌ: چور۔ سَرَقَ: چوری کی، چرایا۔ غِلٌّ: کینہ، خیانت۔ کدورت۔ سرکاری مال میں خیانت۔ تغلب۔ اَصَابِع: ہاتھ کی انگلیاں اصبع کی جمع ہے۔ شَبَّکَ اَصَابِعَہٗ: اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں داخل کیا۔ ھٰکَذَا: اس طرح، یوں۔ فَاِنْ تَابَ: پس اگر اس نے توبہ کی۔ عَادَ: لوٹا، واپس ہوا۔ لَایَکُوْنُ ھٰکَذَا: ایسا نہیں ہوا۔ تَامًّا: پورا۔

ترجمہ:- اور حضرت ابوہریرہؓ ہی سے یہ مروی ہے، کہا انھوں نے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، زنا کرنے والا زنا نہیں کرتا اس حال میں کہ وہ مومن ہے (یعنی زنا کرتے وقت آدمی کو اپنے ایمان سے غفلت ہوجاتی ہے) اور چور سرقہ نہیں کرتا درآں حالے کہ وہ مومن ہے (یعنی چور کو بھی چوری کرتے وقت اپنی ایمانی کیفیت سے غفلت ہوجاتی ہے) اور تم میں سے کوئی غبن تغلب نہیں کرتا جب کہ وہ مومن ہے (یعنی سرکاری مال کے غبن کے وقت بھی اس کی ایمانی قوت کمزور ہوجاتی ہے، فرائض سے تساہل بھی ایمانی غفلت کا نتیجہ ہے) پس اپنے آپ کو بچاؤ۔ (دیکھو! میں پھر کہتا ہوں) اپنے آپ کو بچاؤ۔

(یہ حدیث یہاں تک متفق علیہ ہے۔ اسے امام بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت کی ہے)

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت ہے، اس میں ہے کہ "اور نہیں قتل کرتا درآں حالیکہ وہ مومن ہے۔ (یعنی قاتل کو بھی ایمان سے غفلت ہوجاتی ہے)۔ حضرت عکرمہؓ نے (جو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے غلام اور شاگرد ہیں) کہا، میں نے ابن عباسؓ سے دریافت کیا۔ اس سے ایمان کیسے دور ہوجاتا ہے؟ تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا" اس طرح" اور اپنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرکے جدا کردیا اور فرمایا" اگر وہ توبہ کرے تو اس کا ایمان اس کی طرف واپس یوں آجاتا ہے۔ (یہ کہتے ہوئے) اپنی انگلیاں انگلیوں میں ملالیں۔

حضرت ابوعبداللہ بخاری (جنھوں نے بخاری شریف لکھی ہے) نے فرمایا" ایسا کرنے سے وہ پورا مومن نہیں رہتا اور نہ ہی اس کے پاس نور ایمان رہتا ہے"۔ (یہ حدیث بخاری میں ہے)۔

بَابٌ : اِسْتِحْلَالُ الْحَرَامِ وَ اِنْكَارُ الْفَرْضِ كُفْرٌ وَ اِرْتِكَابُ الْعِصْيَانِ وَ تَرْكُ الْوَاجِبِ كُفْرٌ بِمَعْنَى الْكُفْرَانِ وَ نِفَاقٌ بِمَعْنَى الْمُخَالَفَةِ لِمُقْتَضَى الْاِيْمَانِ

باب حلال کو حرام سمجھنا اور فرض کا انکار کرنا کفر ہے اور اور ارتکاب عصیان اور ترکِ واجب بھی کفر ہے یعنی کفرانِ نعمت اور نفاق بمعنی ایمان کے مقتضٰی کے خلاف کرنے کے ہے

(بعض بعض دفعہ گناہ کرنے اور واجب کے چھوڑنے کو بھی کفر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مگر یہ لفظ کفر بہ معنی کفرانِ نعمت اور ناشکری کے ہے۔ بعض دفعہ مقتضائے ایمان کی مخالفت کو نفاق کا لفظ کہا گیا ہے۔ مگر یہ کفر و نفاق کا لفظ اصطلاحی معنی میں نہیں ہے)۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا ۔ اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ، وَ اِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ ۔ (متفق علیہ)

لغات :- اؤْتُمِنَ : امانت دار بنایا گیا۔ خَانَ : خیانت کی۔ حَدَّثَ : بات کی۔ كَذَبَ : جھوٹ کہا۔ عَاهَدَ : عہد کیا۔ غَدَرَ : غداری کی۔ خَاصَمَ : خصومت کی۔ فَجَرَ : گناہ کیا۔ فجور کیا۔

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے، کہا انھوں نے ، فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ " یہ چار صفتیں ہیں کہ جس میں وہ ہوں وہ خالص منافق ہے (یعنی ایمان کے مقتضاء کے خلاف کام کرتا ہے) اور ان چاروں خصلتوں میں سے اس میں ایک خصلت بھی ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے۔ یہاں تک کہ اُسے چھوڑ دے (وہ چار خصلتیں کیا ہیں؟) جب اس کو امانت دار سمجھ کر اس کے پاس کچھ رکھوائیں تو خیانت کرتا ہے۔ اور جب بات کرتا ہے تو جھوٹ کہتا ہے اور جب عہد کرتا ہے تو غداری کرتا ہے (یعنی خلافِ عہد کام کرتا ہے) نزاع اور قصور کرتا ہے تو فسق و فجور کرتا ہے۔ (اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے لکھا ہے)

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ رَاَيْتُ عَلِيًّا عَلٰى مِنْبَرِ الْكُوْفَةِ وَهُوَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الرَّجُلُ الْخَمْرَ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ! مَنْ زَنَا فَقَدْ كَفَرَ؟ فَقَالَ عَلِيٌّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُنَا اَنْ نُتِمَّ اَحَادِيْثَ الرُّخَصِ لَا يَزْنِي الزَّانِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ اَنَّ ذَالِكَ الزِّنَا لَهُ حَلَالٌ فَاِنْ اٰمَنَ بِاَنَّهُ لَهُ حَلَالٌ فَقَدْ كَفَرَ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ وَهُوَ

مُؤْمِنٌ بِيلَكَ السَّرِقَةِ اَنَّهَا لَهُ حَلَالٌ فَاِنْ سَرَقَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ اَنَّهَا لَهُ حَلَالٌ فَقَدْ كَفَرَ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ اَنَّهَا لَهُ حَلَالٌ فَاِنْ شَرِبَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ اَنَّهَا لَهُ حَلَالٌ فَقَدْ كَفَرَ وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ اَنَّهَا لَهُ حَلَالٌ فَقَدْ كَفَرَ ۔

(طب فی الصغیر کنزج ۱)

اَلرَّجُلُ : مرد۔ اَلْخَمْرُ : شراب۔ اَلرُّخَصُ : اجازت، رخصت۔ نُهْبَةٌ : لوٹ، غارت۔ اِنْتِهَابٌ : لوٹ۔ نُبْهِمُ : ہم مبہم رکھیں، صاف صاف نہ کہیں۔

ترجمہ :- حضرت علقمہ بن قیس سے روایت ہے، کہا انھوں نے، دیکھا میں نے حضرت علیؓ کو کوفہ کے منبر پر وہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "کوئی زنا نہیں کرتا درآنحالیکہ وہ زنا کے وقت مومن ہو اور کوئی چوری نہیں کرتا درآنحالیکہ وہ چوری کرتے وقت مومن ہو اور کوئی آدمی شراب نہیں پیتا بحالیکہ وہ مومن ہو۔ پس علقمہ نے کہا یا امیر المومنین ! کیا جس نے زنا کیا اس نے کفر کیا ؟ پس حضرت علیؓ نے فرمایا" بے شک رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیتے تھے کہ رخصت کی حدیثوں کو ہم مبہم رکھیں۔ (یعنی ایسے امور جن میں شرعاً جواز کا پہلو ہو مگر ان میں کراہت موجود ہو اور سماجی اعتبار سے وہ ناپسندیدہ ہوں، تو ایسے امور کے جواز کو خواہ مخواہ بیان نہیں کرنا چاہیئے۔ ان کے کہنے سے نہ کہنا ہی بہتر ہے) نہیں زنا کرتا زنا کرنے والا بحالیکہ وہ مومن ہے اور یقین کرتا ہے کہ زنا اُس کے لئے حلال ہے (یعنی زنا کے فعل کو حلال سمجھنا) کفر ہے، نہ کہ زنا کرنا۔ (زنا گناہِ کبیرہ ہے، کفر نہیں) پس اگر کوئی یہ یقین رکھے کہ وہ یعنی فعلِ زنا اس کے لئے حلال ہے تو بے شک اُس کا یقین کرنا کفر ہے" اُس نے کفر کیا اور نہیں چوری کرتا کوئی چور بحالیکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ چوری کا فعل اس کے لئے حلال ہے۔ پس اگر کسی نے چوری کی اور وہ یقین بھی رکھے کہ چوری اس کے لئے جائز اور حلال ہے تو بے شک اُس نے کفر کیا۔ اور شرابی شراب نہیں پیتا جب کہ پیتے وقت وہ یقین رکھتا ہے کہ شراب اُس کے لئے حلال ہے۔ اگر اُس نے ایسا سمجھ کر شراب پی تو یقیناً اُس نے کفر کیا۔ اور نہیں لوٹتا کوئی لوٹنے والا اپنی لوٹ کے مال کو جب کہ وہ مومن ہو۔ اگر وہ یقین رکھتا ہے کہ لوٹ اس کے لئے حلال ہے تو بے شک اُس نے کفر کیا۔

(یہ حدیث طبرانی، معجم الصغیر، کنز العمال جلد اول میں بھی ہے۔ طب : یہ اشارہ ہے الطبرانی معجم الکبیر کا، جو فنِ حدیث کی مشہور کتاب ہے)

بَابٌ : قَوْلُ الرَّجُلِ "اَنَا مُؤْمِنٌ"

یہ باب اس امر کی تحقیق میں ہے کہ کوئی شخص کہے "میں مومن ہوں"

(پہلے زمانے کے لوگ اپنے آپ کو مومن کہتے ہوئے بھی ڈرتے تھے کہ نہ معلوم انجام کیا ہو؟ اور یہ کہ ہر مسلمان کو یہ خوف لگا رہتا تھا کہ "میں ایمان پر مرتا بھی ہوں یا نہیں۔ مگر واقعہ یہ ہے ہر شخص کو اپنے مومن ہونے پر یقین رکھنا چاہیے۔ بہت سے لوگوں کی عادت یہ بھی کہ کسی مسلمان کے ایمان میں خواہ مخواہ بھی شک کرتے ہیں۔ اور یوں کہتے ہیں کہ شہر بھر میں مشکل سے دس پانچ ہی مومن ہیں، وغیرہ۔ ایسا کہنا غلط، اور حضور ﷺ کے مقدس ارشاد "ظُنُّوا بِالْمُؤْمِنِيْنَ خَيْرًا" کے سراسر خلاف ہے۔ نہ تو اپنے مومن ہونے پر شک رکھنا چاہیے اور نہ ہی دوسروں کے متعلق شک کرنا چاہیے۔

ہر کرا جامہ پارسا بینی ÷ پارسا داں و نیک مرد انگار

ورنہ دانی کہ در نہانش چیست ÷ محتسب را درون خانہ چہ کار

تم جس شخص کو ظاہری اعتبار سے اچھی حالت میں دیکھو اسے اچھا اور نیک ہی سمجھو۔ اور اگر تمہیں اس کے اندرونی حالات کا صحیح علم نہ ہو تو یہ تمہارا کام نہیں کہ اس کے اندرونی حالات کے کھوج میں پڑو۔ محتسب، یعنی کوتوال کو کسی کے گھریلو معاملات میں دخل دینے کا حق نہیں۔ احتساب اور دارو گیر، پکڑ جکڑ، سزا وغیرہ تو عمل کے ظاہر ہونے پر ہے۔ اَلْاِيْمَانُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ ایمان اُمید اور خوف کے درمیان ہے۔ اس ارشاد کا مطلب یہی ہے کہ آدمی خواہ مخواہ نہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کی مغفرت سے ناامید ہوجائے اور نہ ہی اُس کی رحمت کا ادعا کرکے ہر گناہ کرنے کے لئے ڈھیٹ بن جائے یا اپنے ہر نیک کام پر اکڑنے لگے، پس اگر کوئی اچھا کام ہوجائے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اللہ کے فضل و کرم سے یہ نیک کام کرنے کی توفیق ہوئی۔ اس شکر کے بعد دعا کرے کہ اللہ اُسے اس کی اچھی جزا دے۔ اور اس پر اللہ کی رحمت سے اُمید رکھے نہ کہ اپنے اس عمل کے معاوضہ کا خیال کرے۔ اسی طرح اگر کوئی برا کام ہوجائے تو فوراً توبہ کرے اور اس کی ندامت سے گڑگڑا کر اللہ کے حضور میں دعا کرے کہ "اللہ تعالیٰ! مجھ سے غفلت اور غلطی سے یہ گناہ سرزد ہوگیا۔ اسے معاف فرما اور آئندہ اس سے مجھے بچا)۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ لَمَّا بَلَغَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَنَّ رَجُلًا بِالشَّامِ يَزْعُمُ اَنَّهُ مُؤْمِنٌ فَكَتَبَ اِلٰى اَمِيْرِهٖ اَنِ ابْعَثْهُ اِلَيَّ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ اَنْتَ الَّذِيْ تَزْعُمُ اَنَّكَ مُؤْمِنٌ؟ قَالَ نَعَمْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! قَالَ وَيْحَكَ مِمَّ ذَاكَ؟ قَالَ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْنَافًا مُشْرِكٌ وَّمُنَافِقٌ وَّمُؤْمِنٌ فَمِنْ اَيِّهِمْ كُنْتَ فَمَدَّ عُمَرُ يَدَهٗ اِلَيْهِ مَعْرِفَةً لِمَا قَالَ حَتّٰى اَخَذَ بِيَدِهٖ۔

(عب، کنز)

لَمَّا: جب کہ، جس وقت۔ بَلَغَ: پہنچی، اطلاع ملی۔ (زَعَمَ) يَزْعُمُ: گمان کرتا ہے۔ اِبْعَثْهُ اِلَيَّ: اسے میرے پاس بھیجو۔ وَيْحَكَ: تجھ پر افسوس ہے۔ مِمَّ: اصل میں مِنْ مَا تھا۔ مِمَّ ذَاكَ: کس وجہ سے، کس بھروسہ پر۔ اَصْنَافًا: جمع

جِــنْفٌ :قسم ، اقسام : مُـشْــرِكٌ : جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں بالذات کسی کو شریک کرے یا ایسا اعتقاد رکھے۔ مُـنَـافِقٌ : جو شخص مسلمانوں کے ساتھ جب تک رہے تو اُن کی ہاں میں ہاں ملائے لیکن کافروں یا غیر مسلموں سے مل کر ان کی گانے لگے۔ اسلام کو ایسے افراد سے سخت نقصان پہنچا۔ مُـؤْمِـنٌ : جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور خاتم النبیین کی رسالت کا زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرے۔ فَـمِنْ اَيِّهِمْ نَحْنُ : پس میں ان میں سے کون سی قسم میں ہوں۔ فَمَدَّ يَدَهُ : پس اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

ترجمہ :۔ حضرت سعید بن یسارؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں۔ جب امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی گئی کہ ملک شام میں ایک شخص زعم کرتا ہے کہ وہ مومن ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے امیر شام کو لکھا کہ اس شخص کو میرے پاس بھیج دو۔ جب وہ شخص آیا تو حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا "کیا تو وہی شخص ہے جو یہ زعم کرتا ہے کہ "مومن ہے"۔ اس نے کہا "جی ہاں" اے امیر المؤمنین! حضرت عمرؓ نے فرمایا "تجھ پر افسوس ہے تو کس بھروسے سے ایسا کہتا ہے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کیا تین قسم کے لوگ نہ تھے؟ مشرک، منافق اور مومن۔ پس میں ان تین قسموں میں سے کس قسم میں ہوں؟ (یعنی جب میں مشرک و منافق نہیں ہوں تو لازماً مومن ہی ہوں)۔ حضرت عمرؓ نے اس کا مقصد سمجھ کر کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ بلحاظ موجودہ حالات سے ہے، انجام پر اس کی نظر نہیں ہے، اس سے مصافحہ فرمایا۔

(اس حدیث کو عبدالرزاق نے جامع میں بیان کیا ہے، اور کنز العمال میں یہ حدیث موجود ہے)

بَابٌ : فِيْ تَوْحِيْدِهٖ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے اور اس کے ایک ہونے کے بیان میں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : فَـلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ (آیت ۲۲ ۔ البقرۃ)

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "پس تم اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بناؤ اور یہ تم جانتے ہی ہو"۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَتَجْعَلُوْنَ لَـهٗ اَنْدَادًا ۔ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ (آیت ۹ ۔ حم السجدہ)

ترجمہ :۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "تم اس (اللہ) کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ تو سارے عالموں کا پالنے والا پروردگار ہے"۔

قَـالَ الـلّٰـهُ تَـعَالٰى : وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَـهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۔ (آیت ۱۱۷ ۔ المؤمنین)

ترجمہ :۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "اور جو کوئی اللہ کے سوا کسی اور کو معبود کہے، کسی اور کو خدا کا

شریک بنائے کہ اس کے پاس اس بات پر کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہوگا۔
بات یہ ہے کہ کافروں کو کبھی فلاح نہ ہوگی"۔

وَقَالَ تَعَالٰی: وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا۔ (آیت ۱۱۶۔ النساء)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے" اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے وہ تو بے انتہا گمراہ ہے"۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَلَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِہٖۤ اَحَدًا۔ (آیت ۲۶۔ الکہف)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے کہ" اور اللہ تعالیٰ اپنے احکام میں کسی کو شریک نہیں بناتا، اس کا شریک ممکن نہیں اور شرکت سے وہ راضی نہیں"۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: لَوْ کَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا۔ (آیت ۲۲۔ الانبیاء)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوں بھی ہے کہ" اگر ان میں کئی معبود ہوتے اللہ کے سوا تو وہ دونوں یعنی آسمان وزمین تباہ ہو جاتے"۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ وَلَا الْمَلٰٓئِکَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ یَّسْتَنْکِفْ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَیَسْتَکْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْہِ جَمِیْعًا۔ (آیت ۱۷۲۔ النساء)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے" مسیح اور دربار الٰہی کے فرشتے اللہ کے بندے ہونے سے انھیں عار نہیں اور جو اللہ کی بندگی سے عار کرے اور خود کو بڑا سمجھے، تکبر کرے تو وہ عنقریب ان سبھوں کو اپنے پاس جمع کرلے گا"۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا۔ (آیت ۱۱۶۔ النساء)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" بے شک اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشا اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں جسے چاہے بخش دیتا ہے اور جو اللہ سے شرک کرتا ہے وہ تو بے انتہا گمراہ ہے"۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِؓ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰہِ؟ قَالَ "اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰہِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَکَ"۔ قُلْتُ اِنَّ ذٰلِکَ لَعَظِیْمٌ۔ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ ثُمَّ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَکَ تَخَافُ یُطْعَمُ مَعَکَ۔ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ ثُمَّ اَنْ تُزَانِیَ بِحَلِیْلَةِ جَارِکَ۔ (رواہ البخاری)

لغات:- سَاَلْتُ: میں نے سوال کیا، پوچھا۔ ذَنْبٌ: گناہ۔ نِدًّا: مانند، ہمتا، نظیر، شریک۔ تَخَافُ: تو خوف کرے۔ مَعَکَ: تیرے ساتھ۔ حَلِیْلَةٌ: منکوحہ، بیوی۔

ترجمہ:- عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا،" کون سا گناہ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑا ہے (یا سب سے بڑا؟) حضرتؐ نے فرمایا" یہ کہ تو کسی کو اللہ کا ہمسر مانے، حالانکہ اس نے

تجھے پیدا کیا ہے"۔ میں نے عرض کیا" یہ تو بیشک بڑی چیز ہے"۔ پھر میں نے عرض کیا" پھر اس کے بعد کونسا ہے؟ فرمایا کہ تو اپنے بچے کو مار ڈالے اس ڈر سے کہ اُس کو تیرے ساتھ کھلایا جائے گا (یعنی اس ڈر سے کہ بچہ ہوگا تو وہ کھانے میں شریک ہو جائے گا) میں نے عرض کیا پھر کونسا؟ فرمایا پھر یہ کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے"۔ (اس کو بخاری نے روایت کیا)

بَابٌ : فِیْ تَنْزِیْہِ ذَاتِہٖ تَعَالٰی

ذاتِ الٰہی کے پاک ہونے کے بیان میں

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۔ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ۔ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۔ (سورۃ الاخلاص)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اے محمدؐ) کہہ دو اللہ بالکل ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر علت و ضرورت سے بے نیاز ہے۔ نہ اُس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، نہ اُس کے بیٹے بیٹیاں ہیں نہ ماں باپ۔ کوئی اُس کا ہمسر نہیں۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ۔ (آیت ۲۵۵۔ البقرۃ)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ حیاتِ جاودانی رکھتا ہے۔ سب کا اُس پر قیام ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ نہ اُس کی آنکھوں میں غنودگی آتی ہے اور نہ اُس کے دماغ پر خواب کا غلبہ ہوتا ہے"۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۔ (آیت ۱۸۰۔ والصّٰفّٰت)

ترجمہ:- اے محمدؐ! تمہارا پروردگار جو بڑی عظمت و شان والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کافر) بیان کرتے ہیں"۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِہٖ عِلْمًا ۔ (آیت ۱۱۰۔ طٰہٰ)

ترجمہ:- اور اُن کا علم اُس کا (اللہ کا) احاطہ نہیں کر سکتا"۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۔ (آیت ۱۰۳۔ الانعام)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ" لوگوں کی آنکھیں اُس کا ادراک اور احاطہ نہیں کر سکتیں۔ وہ لوگوں کی

آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔ وہ باریک سے باریک بات کو جانتا ہے۔ لطیف سے لطیف شئے کی خبر رکھتا ہے۔ وہ بڑا باخبر، ہر شئے سے واقف ہے۔

عَنْ اَبِی مُوْسٰیؓ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ کَلِمَاتٍ۔ فَقَالَ: اِنَّ اللّٰہَ لَایَنَامُ وَلَا یَنْبَغِیْ لَہٗ اَنْ یَنَامَ یَخْفِضُ الْقِسْطَ وَ یَرْفَعُہٗ۔ یُرْفَعُ اِلَیْہِ عَمَلُ اللَّیْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَ عَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّیْلِ۔ حِجَابُہُ النُّوْرُ لَوْ کَشَفَہٗ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْہِہٖ مَا انْتَهٰی اِلَیْہِ بَصَرُہٗ مِنْ خَلْقِہٖ۔ (رواہ مسلم)

لغات: لَایَنَامُ: وہ نہیں سوتا ہے۔ لَایَنْبَغِیْ: مناسب نہیں ہے، لائق نہیں ہے۔ خَفَضَ یَخْفِضُ: زیر کرنا، پست کردینا۔ لَوْ: اگر۔ کَشَفَ: کھولا، ظاہر کیا۔ اَحْرَقَ: جلایا۔ سُبُحَاتٌ: بے پردگیوں کے پردے، پاکی۔

ترجمہ:- ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبے میں پانچ کلمے فرمائے۔ اس میں فرمایا اللہ نہیں سوتا اور سونا اُس کے لائق بھی نہیں، انصاف سے ترازو کو دباتا بھی ہے اٹھاتا بھی ہے، اُس کی طرف رات کے عمل بلند کئے جاتے ہیں دن کے کام سے پہلے اور دن کے عمل، رات کے عمل سے پہلے۔ اُس کے سامنے نور کا پردہ ہے۔ اگر وہ اُس کو کھول دے تو اُس کے چہرے کی بے نظیری، پاکی اُن تمام چیزوں کو جلادے گی جہاں تک اُس کی نظر پہنچے اُس کے بندوں میں سے یعنی مخلوق میں سے''۔

(اس کو مسلم نے روایت کیا)

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہَلْ رَاَیْتَ رَبَّکَ؟ قَالَ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ)

ترجمہ:- حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا ''کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا؟'' فرمایا ''وہ سراپا نور ہے، میں اُسے کس طرح دیکھ سکتا ہوں''۔ (اس کو مسلم نے روایت کیا۔ مشکوٰۃ)

وَفِیْ رِوَایَۃِ التِّرْمِذِیِّ قَالَ (اَیْ اِبْنُ عَبَّاسٍؓ) رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ قَالَ عِکْرِمَۃُ قُلْتُ اَلَیْسَ اللّٰہُ یَقُوْلُ "لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ" قَالَ (اَیْ اِبْنُ عَبَّاسٍؓ) وَیْحَکَ ذَاکَ اِذَا تَجَلّٰی بِنُوْرِہِ الَّذِیْ ھُوَ نُوْرُہٗ وَقَدْ رَاٰی رَبَّہٗ مَرَّتَیْنِ۔

ترجمہ:- اور ترمذی شریف کی روایت ہے کہا (یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ) دیکھا حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو۔ یہ سن کر (حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگرد) حضرت عکرمہ نے عرض کیا ''کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتا ہے کہ ''لوگوں کی آنکھیں اُس کا ادراک اور احاطہ نہیں کرسکتیں اور وہ (اللہ تعالیٰ) لوگوں کی بصارتوں کا ادراک کرتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ اے عکرمہ! تجھ پر افسوس ہے، یہ اُس وقت ہے (یعنی ادراک نہ کرسکا) جب خدائے تعالیٰ اپنے نورِ خاص سے تجلی فرمائے۔ رسولِ خدا ﷺ نے اپنے رب کو دو دفعہ دیکھا ہے۔

صاحبو! اللہ تعالیٰ کی دو قسم کی تجلی ہوتی ہے۔ یعنی ایک یہ کہ جس وقت سوائے ذاتِ باری کے کوئی نہیں رہتا، اس وقت کسی دیکھنے والے کی گنجائش ہی نہیں۔ یہ "شانِ احدیت" کی تجلی ہے۔

در کنفِ یکتائی اغیار نمی گنجد ÷ اغیار چہ ساں گنجد چوں یار نمی گنجد

دوم۔ اسماء وصفات کی تجلی۔ یہ "مثالی تجلی" ہوتی ہے۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کو نہ صرف دو دفعہ بلکہ متعدد دفعہ دیدارِ الٰہی ہوا ہے۔ حضورؐ تو رحمتِ دوعالم، شہِ لولاک ہیں، ان کے صحابہؓ اور اولیائے کرام کو بھی اُس دولت سے سرفرازی ہوئی ہے۔ اِلّا مَاشَاءَ اللّٰہ۔

عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجِبْرَئِیْلَ "هَلْ رَاَیْتَ رَبَّکَ؟"۔ فَانْتَفَضَ جِبْرَئِیْلُ وَقَالَ "یَا مُحَمَّدُ اِنَّ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ سَبْعِیْنَ حِجَابًا مِنْ نُوْرٍ لَوْ دَنَوْتُ مِنْ بَعْضِهَا لَاحْتَرَقْتُ" (هٰذَا فِی الْمَصَابِیْحِ) وَرَوَاهُ اَبُوْنُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَةِ عَنْ اَنَسٍ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ یَذْکُرْ "فَانْتَفَضَ جِبْرَئِیْلُ"۔ (مشکوٰۃ)

لغات: اِنْتَفَضَ: جھر جھری لی، تھرا اٹھا۔ سَبْعِیْنَ: ستر (۷۰)۔ حِجَابًا: پردے، حجاب۔ لَوْ دَنَوْتُ: اگر میں قریب ہو جاؤں، نزدیک ہو جاؤں۔ لَاحْتَرَقْتُ: البتہ میں جل جاؤں گا۔

ترجمہ:۔ حضرت زرارۃ ابن ابی اوفیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا "کیا تم نے اپنے رب کو دیکھا؟" پس (یہ سنتے ہی) حضرت جبرئیل نے جھر جھری لی اور عرض کیا "یا محمد! بات یہ ہے کہ میرے اور اُس کے (یعنی اللہ کے) درمیان ستر پردے نور کے حائل ہیں۔ اگر میں اُن میں سے کسی ایک کے قریب جاؤں تو البتہ (یعنی یقیناً) میں جل اٹھوں گا۔ (یہ حدیث مصابیح میں ہے) اور ابو نعیم نے حلیہ کی حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ مگر یہ کہ انھوں نے (یعنی حضرت انسؓ نے) یہ ذکر نہیں کیا کہ "حضرت جبرئیل نے جھر جھری لی"۔ (مشکوٰۃ)

؎ اگر یک سرِ موئے برتر پرم ÷ فروغِ تجلی بسوزد پرم

(اگر میں ایک بال برابر بھی اوپر اڑوں تو اللہ تعالیٰ کی تجلیات کی روشنی میرے سارے بال و پر جلا کر راکھ کر دے)۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اِسْرَافِیْلَ مُنْذُ یَوْمَ خَلَقَهٗ صَافًّا قَدَمَیْهِ لَا یَرْفَعُ بَصَرَهٗ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الرَّبِّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی سَبْعُوْنَ نُوْرًا مَا مِنْهَا مِنْ نُوْرٍ یَدْنُوْ مِنْهُ اِلَّا احْتَرَقَ۔ (رواہ الترمذی و صححہ۔ مشکوٰۃ)

لغات: مُنْذُ: اُس وقت سے، جب سے کہ۔ صَافًّا: صف بستہ، ملے ہوئے۔ یَدْنُوْ مِنْهُ: اُس کے قریب جائے گا۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہا اُنھوں نے، فرمایا حضور نبی کریم ﷺ نے جب سے کہ اللہ تعالیٰ نے اسرافیل کو پیدا کیا وہ پیر سے پیر ملائے کھڑے ہوئے ہیں۔ اپنی آنکھ اُٹھا کر (کسی طرف) دیکھتے تک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نور اور اُن کے (یعنی اسرافیل کے) درمیان ستر نوری پردے حائل ہیں۔ ان پردوں میں سے کوئی بھی کسی پردے کے نزدیک جائے تو البتہ وہ جل جائے گا، جل کر خاک سیاہ ہوجائے گا۔ (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ مشکوٰۃ)

بابٌ: فِی اَنَّ الْمِثْلَ (بالکسر) غَیْرُ الْمَثَلِ (بفتحتین) وَ الْمِثَالِ

یہ باب اس بیان میں ہے کہ "مِثْل" یعنی برابری اور چیز ہے مَثَل و مِثَال سے (مثال گونہ مشابہت کو کہتے ہیں)

لغات:- مِثْل: مانند، برابری، حرفِ تشبیہ ہے، اس کی جمع امثال مَثَل: مثال، کہاوت، داستان۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۔ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۔ (آیت ۱۱۔ الشوریٰ)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اس جیسی کوئی شے نہیں، اس کے مانند کوئی نہیں اور وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے، دانا بینا ہے"۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ ۔ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ۔ اَلزُّجَاجَةُ کَاَنَّهَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ ۔ (آیت ۳۵۔ النور)

لغات: مَثَلُ: مثال۔ کَ: مانند، جیسا کہ۔ مِشْکٰوۃ: چراغ دان، فانوس۔ مِصْبَاح: چراغ اس کی جمع مَصَابِیْح ہے۔ زُجَاجَة: شیشہ، کانچ۔ کَوْکَبٌ: روشن تارہ اس کی جمع کَوَاکِب ہے۔ دُرِّیٌّ: بڑا روشن تارہ۔

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اُسی سے ہر شئے کی جلوہ گری ہے، ہر چیز نمایاں ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے گویا کہ ایک طاق میں ایک چراغ ہے روشن۔ جو کانچ کے گلوب، فانوس میں ہے اور وہ کانچ کا گلوب خود بھی نہایت شفاف اور چمکدار مانند ایک چمکدار تارے کے ہے جو بہت ہی درخشاں ہے۔

"واضح ہو کہ مِثْل برابر والے کو کہتے ہیں اور مثال کسی چیز کی توضیح کے واسطے دی جاتی ہے۔ مثال سے کسی چیز کی توضیح بھی ہے اور تشبیہ بھی ہے۔ خدا کا مثل نہیں، وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ اُس کی ذات ہے، اور لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ اس کی صفات۔ البتہ بعض صفات الٰہیہ کو مثالاً صرف تفہیم مطلب کی خاطر سمجھا سکتے ہیں۔ مگر خالق کی کسی صفت کی مثال مخلوق کی

صفتوں سے کسی طرح مشابہ نہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ علیم، سمیع، بصیر ہے اور انسان بھی علم رکھتا ہے، سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ مگر یہ انسانی صفات اللہ تعالیٰ ہی کا عطیہ اور مستعار دی گئی ہیں۔ ان میں ہر آن تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ یہ سب صفات انسانی فانی، محدود اور تغیر پذیر ہیں۔ جن چیزوں کا کل تک ہمیں علم نہیں تھا آج سائنس کی بدولت ہونے لگا۔ کل تک زمین کی اکثر چیزوں کو ہم ٹھیک طور سے نہیں دیکھ سکتے تھے، اب مریخ کے تارے توڑنے لگے ہیں۔ کل تک چند قدم کی بات سن نہیں سکتے تھے، آج ہزاروں میل کی آواز اس طرح سن سکتے ہیں کہ گویا بات کرنے والا ہمارے سامنے کھڑا کہہ رہا ہے۔ اور بہت ممکن ہے آنے والا کل ایسا انقلاب لائے کہ آج کی باتیں بھی افسانہ بن کر رہ جائیں"۔

(اب تو ٹی وی میں واقعی سامنے کھڑا دیکھ بھی رہے ہیں۔ ادارہ)

بَابٌ فِي ظُهُوْرِ تَجَلِّيَاتِهِ

یہ باب ہے کہ اُس کی تجلیات ظاہر ہوتے ہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۔ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۔ (آیت ۲۲، ۲۳ ۔ القیٰمۃ)

لغات: نَاضِرَةٌ: تروتازہ، اس کی جمع نَوَاضِر آتی ہے۔ نَاظِرٌ: دیکھنے والا، نظر ڈالنے والا، اس کی جمع نُظَّارٌ بھی ہے اور نَاظِرِیْن بھی۔

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "بہت سے چہرے (لوگ) اُس دن (بروز قیامت) تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے"۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۔ (آیت ۱۵ ۔ تطفیف)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یقیناً بے شک یہ لوگ قیامت کے دن حجاب میں رہیں گے (اور دیدار الٰہی سے محروم رہیں گے)۔

صاحبو! خدائے تعالیٰ کی دو قسم کی تجلیات ہیں۔

۱۔ تجلی ذاتی، جسے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اور یہ مرتبہ احدیت کے متعلق ہے جہاں دوئی کی گنجائش نہیں۔ اس مرتبہ میں، "میں" اور "تو" کا دخل نہیں۔ یہ مرتبہ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کا ہے۔

۲۔ تجلی اسماء وصفاتِ الٰہی کی ہے۔ اس کا مقام "مقام واحدیت" ہے اور یہ عالم مثال سے ہے۔ بعض نادان جو عالم مثال سے بالکل ناواقف ہیں وہ مطلقاً دیدار الٰہی سے انکار کرتے ہیں۔ ہاں، اُن کے دیدار الٰہی سے محروم رہنے سے ہمیں بھی نہ انکار ہے نہ اعتراض۔ کیوں کہ جو دیدار الٰہی کا یقین نہیں رکھتے انھیں دیدار الٰہی نہ ہوگا، نہ ہو۔ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (جو یہاں کا اندھا وہ وہاں کا بھی اندھا۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے، جتنا اعتقاد

اور علم ہوگا اُتنا ہی قیامت میں شہود ہوگا۔

حسرت جو مرے علم میں ہے جلوہ فگن آج ÷ کل آئے گا وہ بن کے تماشا مرے آگے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۔ (پ ۱۶ ۔ طٰہٰ)

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اللہ رحمٰن تختِ حکومت پر قائم ہے''۔

صاحبو! عرش کا لفظ عربی میں ''حکومت'' سے استعارہ ہے۔ جیسے اُردو میں ہے کہ ''فلاں کی تخت نشینی ہوئی'' یعنی اُس کی کلی حکومت کا اعلان ہوگیا۔ یا ''فلاں کی کرسی نشینی ہوئی ہے'' یعنی جزوی حکومت۔ یعنی کسی جماعت یا طبقے کی سرداری مل گئی۔

عالمِ مثال والوں کو بھی ایسا ہی نظر آتا ہے کہ ایک تجلی شاہانہ تخت پر جلوہ گر ہے۔ ''خدائے تعالیٰ عرش پر ہے'' یعنی اس کے لئے علو اور بلندی ثابت ہے، اُس کی حکومت قائم ہے۔ عرش خود خدائے تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے۔ کونسی جگہ ہے جہاں اُس کی حکومت نہیں؟ عرش پر اُس کی حکومت ہے، فرش پر اُس کی حکومت ہے۔ یہ سب اللہ کی ملک ہے۔

عرشی اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو خدائے تعالیٰ کو ہر جگہ نہیں سمجھتے، بلکہ صرف عرش پر ہی سمجھتے ہیں۔ استعارات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بڑی غلط فہمیاں ہورہی ہیں۔ اَفَـلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ (پھر کیا قرآن کو غور و تدبر، سوچ سمجھ کر نہیں پڑھتے؟) کَذٰلِکَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۔ (ہم اسی طرح ہمارے احکام کو طرح طرح سے اُدل بدل کر بیان کرتے ہیں) مگر یہ سب کن کے لئے؟ اُن لوگوں کے لئے جو قرآن کو غور و فکر سے پڑھتے اور اُس کے نکات اور رموز کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں)۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَ کَلَّمَہٗ رَبُّہٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ ۔ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰـکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ج فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ۔ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ (آیت ۱۴۳ ۔ الاعراف)

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اور جب موسیٰ ہمارے معینہ وقت پر آپہنچے اور اُن سے کلام کیا تو موسیٰ نے عرض کیا ''میرے پروردگار! مجھے رویت، دیدار سے سرفراز فرما کہ تجھے دیکھوں''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''نہیں جی، تم مجھے نہ دیکھ سکوگے۔ ہاں ذرا پہاڑ پر نظر جمائے رہو۔ اگر وہ میری تجلی کے وقت اپنی جگہ پر برقرار رہے تو تم مجھے دیکھ سکوگے۔ پس جب اُن کے رب نے تجلی فرمائی تو اس کے پرخچے اُڑا دیئے، اُسے ریزہ ریزہ کردیا اور موسیٰ چیخ مار کر گر پڑے۔ جب اُنھیں افاقہ ہوا، ہوش آیا، تو عرض کیا ''تو پاک ہے ''میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اپنے کو، توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہوں''۔

سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں ہوں سے مراد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ پیغمبر ہیں لہذا اُن کا ایمان لانا اوّل ہے اور اُن کی اُمت کا ایمان اُن کے بعد۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَھْلِہٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۔ قَالَ

لِاَهۡلِهِ امۡکُثُوۡۤا اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیۡکُمۡ مِّنۡهَا بِخَبَرٍ اَوۡ جَذۡوَۃٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّکُمۡ تَصۡطَلُوۡنَ ۔ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوۡدِیَ مِنۡ شَاطِیِٴ الۡوَادِ الۡاَیۡمَنِ فِی الۡبُقۡعَۃِ الۡمُبٰرَکَۃِ مِنَ الشَّجَرَۃِ اَنۡ یّٰمُوۡسٰۤی اِنِّیۡۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۔ (آیت ۲۹، ۳۰ ۔ قصص)

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "پھر جب موسیٰ نے اپنی معیاد پوری کردی اور اپنی بیوی کو لے کر چلے تو پہاڑ کی طرف آگ دیکھی ۔ اپنی بیوی سے کہا "ٹھیرو! میں نے آگ دیکھی ہے، شاید میں لے آؤں تمہارے پاس وہاں سے (راستہ کی) کچھ خبر یا آتش پارہ دہکتا انگارہ تا کہ تم اس سے سینک سکو ۔ پھر جب آگ کے پاس آئے تو میدان کے داہنے کنارے سے، جو ایک مبارک حصہ زمین تھا، درخت سے آواز آئی کہ "اے موسیٰ! میں ہی اللہ رب العالمین ہوں"۔

صاحبو! جب انسان کا خیال ایک نقطہ پر جم جاتا ہے، وساوس اور پریشان خاطری دور ہوجاتی ہے، تو عالم مثال سے ربط پیدا ہوجاتا ہے ۔ اسی واسطے فقراء دفع خطرات کے واسطے سخت کوشش کرتے ہیں ۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کے آگ تاپنے کے خواہش مند تھے اس وقت اُن کی پوری توجہ آگ کے خیال پر تھی ۔ فوراً اسی خیال نے عالم مثال تک پہنچا دیا ۔

حضرت موسیٰؑ کی بیوی سردی سے ٹھٹھر رہی تھیں ۔ حضرت موسیٰؑ کو اس وقت آگ کی فکر ہوئی ۔ اُن کا تصور، اُن کا خیال آگ پر تھا اس لئے تجلی الٰہی بھی آگ کا شعلہ بن کر نظر آئی ۔ حضرت موسیٰؑ کی "انا" پیغمبر ہونے کی وجہ سے ایک بڑے پہاڑ کے ویسی تھی ۔ تجلی الٰہی ہوئی اور اُن کی "انانیت" کا پہاڑ پارہ پارہ ہوگیا ۔ حضرت موسیٰؑ ایک چیخ مار کر بے ہوش ہوکر گر پڑے ۔ جب ہوش آیا تو کہنے لگے ۔ "مالک! میں تیری طرف اپنے آپ کو رجوع کرتا ہوں"۔

حضرت موسیٰؑ نے چالیس دن کا چلہ کیا تب کہیں تجلیات ربانی کے دیکھنے کے مستحق ہوئے ۔ جو لوگ کام نہیں کرتے صرف خیالی پلاؤ پکاتے، ہوائی گھوڑے دوڑاتے ہیں انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ ۔

صرف کہنے سے کہیں چلتا ہے کام = کام کے کرنے کو ہمت چاہیے

عَنۡ جَرِیۡرٍ قَالَ: کُنَّا جُلُوۡسًا عِنۡدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ اِذۡ نَظَرَ اِلَی الۡقَمَرِ لَیۡلَۃَ الۡبَدۡرِ قَالَ اِنَّکُمۡ سَتَرَوۡنَ رَبَّکُمۡ کَمَا تَرَوۡنَ هٰذَا الۡقَمَرَ لَا تُضَامُّوۡنَ فِیۡ رُؤۡیَتِهٖ ۔ فَاِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ لَّا تُغۡلَبُوۡا عَلٰی صَلٰوۃٍ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَصَلٰوۃٍ قَبۡلَ غُرُوۡبِ الشَّمۡسِ فَافۡعَلُوۡا ۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

لغات: کُنَّا جُلُوۡسًا : ہم بیٹھے تھے ۔ سَتَرَوۡنَ : تم جلد ہی دیکھو گے ۔ لَا تُضَامُّوۡنَ : شک نہ کرو گے ۔ لَا تُغۡلَبُوۡا : مت مغلوب ہوجاؤ ۔ صَلٰوۃ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ : نماز فجر ۔ صَلٰوۃ قَبۡلَ غُرُوۡبِ الشَّمۡسِ : عصر کی نماز ۔ عِیَانًا : علانیہ، ظاہرا، کھلم کھلا ۔

ترجمہ:۔ حضرت جریرؓ سے روایت ہے، کہا انھوں نے "ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضور نبی کریمؐ نے چودھویں کے چاند کو دیکھا ۔ پھر فرمایا " تم لوگ اپنے رب کو ایسا دیکھو گے جیسا کہ

اُس چاند کو دیکھتے ہو۔ تم اُس کے دیدار میں شک نہ کرو گے۔ اگر تم سے ہو سکے تو طلوعِ آفتاب سے قبل اور غروبِ آفتاب سے قبل کی نمازوں کے ادا کرنے سے مغلوب نہ ہو جاؤ (اُن نمازوں کو ادا کرو)۔

اس حدیث شریف سے صبح کی نماز اور عصر کی نماز کی اولیٰ کی تاکید ظاہر ہو رہی ہے۔ صبح کی نماز کے لئے میٹھی نیند اور گرم بستر کو چھوڑنا پڑتا ہے اور عصر کی نماز کا وقت تو دفتر، مدرسہ، کچہری، دوکان سے چھوٹ کر کچھ خرید و فروخت اور کچھ دوست احباب سے گپ شپ، ہنسی مذاق، چائے خانے اور ہوٹلوں کی تفریح کا ہے۔ ایسے وقت میں بھی ان کو چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع ہونا ذرا شاق ہی گزرتا ہے۔ (یہ حدیث بخاری اور مسلم میں بھی ہے اور مشکوٰۃ میں بھی ہے)

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا۔

(رواہ البخاری و المسلم ۔ مشکوٰۃ)

ترجمہ:- حضرت جریرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے، کہا انھوں نے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "بے شک تم اپنے رب کو کھلم کھلا دیکھو گے۔ (چشمِ دل سے بھی دیکھو گے اور چشمِ ظاہری سے بھی)

(اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے اور مشکوٰۃ میں بھی ہے)

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَهْلُ الْجَنَّةِ فِي نَعِيْمِهِمْ إِذْ سَطَعَ لَهُمْ نُوْرٌ فَرَفَعُوْا رُؤُسَهُمْ فَإِذَا الرَّبُّ قَدْ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ قَالَ وَ ذَالِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيْمٍ۔ قَالَ فَيَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَ يَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ فَلَا يَلْتَفِتُوْنَ إِلَى شَيْءٍ مِنَ النَّعِيْمِ مَادَامُوْا يَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ حَتّٰى يَحْتَجِبَ عَنْهُمْ وَيَبْقٰى نُوْرُهٗ۔ (رواہ ابن ماجہ ۔ مشکوٰۃ)

لغات: فِي نَعِيْمِهِمْ: ان کی نعمتوں میں۔ سَطَعَ: پھیلا، بلند ہوا، چمکا۔ أَشْرَفَ عَلَى: اوپر سے جھانکا۔ لَا يَلْتَفِتُوْنَ: متوجہ نہ ہوں گے، التفات نہ کریں گے۔ يَحْتَجِبُ عَنْهُمْ: ان سے چھپ جائے گا، حجاب کرے گا۔ بَيْنَا: اس حال میں کہ۔

ترجمہ:- حضرت جابرؓ سے روایت ہے اور وہ روایت کرتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ سے کہ جنتی لوگ جنت کی نعمتوں میں مگن رہیں گے کہ اس حال میں یکایک ایک نور چمکے گا اور وہ لوگ اپنے سر اوپر اٹھا کر دیکھیں گے تو کیا دیکھیں گے کہ رب کائنات اُنھیں اوپر سے ملاحظہ فرما رہا ہے اور فرماتا ہے" اے جنتی لوگو! تم پر سلامتی ہو"۔ راوی کہتے ہیں اور یہی ہے اللہ تعالیٰ کا قول سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيْمٍ (مہربان رب کی طرف سے تم پر سلام کیا جا رہا ہے) پھر فرمایا کہ" اللہ تعالیٰ ان جنتیوں کو دیکھے گا اور جنتی اُسے دیکھتے ہوں گے اور وہ جنتی لوگ (اس دولتِ دیدار سے اتنے سرشار ہوں گے کہ) کسی اور نعمت کی طرف متوجہ نہ ہوں گے۔ بلکہ ہمیشہ رب ہی کو دیکھتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ حجاب کرے اور اُس کا نور باقی رہ جائے۔

(روایت کیا اسے ابن ماجہ نے اور مشکوٰۃ میں بھی ہے)

يَمِيْنُ اللّٰهِ مَلْاٰى لَايَغِيْضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ - اَرَاَيْتُمْ مَا اَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَاِنَّهٗ لَمْ يَنْقُصْ مَا فِيْ يَمِيْنِهٖ وَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ وَبِيَدِهِ الْاُخْرٰى الْمِيْزَانُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ -

(قط فی الصفات عن ابی ھریرۃ - کنز)

لغات :- یَمِیْنُ - سیدھا ہاتھ - مَلْاٰی : بھرا ہوا ، معمور - مَلْاٰنُ کا مونث ہے - لا یَغِیْضُ : کم نہیں ہوتا - غَیْضٌ : تھوڑی بخشش - غِیْضٌ : گل ، شگوفہ - نَفَقَةٌ : خرچ کرنا - نقد دینا ، کھانے پینے کے اخراجات - سَحَّاءُ اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ : رات دن دیتا ہی رہتا ہے - مُنْذُ : جب سے کہ ، اس وقت سے - لَمْ یَنْقُصْ : نقص یا کمی نہیں ہوئی - عَرْشٌ : تخت - یَخْفِضُ : جھکا دیتا ہے - خَفْضٌ : جھکانا ، جھکایا - یَرْفَعُ : رفع کرتا ہے ، اونچا کرتا ہے ، بلند کرتا ہے ، سرفراز کرتا ہے -

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے ، خرچ کرنے سے کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی - کیا تم نے نہیں دیکھا ؟ جب سے آسمانوں اور زمین کی خلقت ہوئی ، کتنا خرچ کیا گیا (اس کے باوجود) اُس کے ہاتھ میں (اس کے خرچ کرنے کی رفتار میں) کوئی کمی نہیں ہوئی ، اس کا تختِ حکومت پانی پر ہے - اُس کے دوسرے ہاتھ میں ترازو ہے - وہ جھکاتا بھی ہے اور اٹھاتا بھی ہے -

(یہ حدیث دار قطنی میں صفات کے بیان میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے - اور کنز العمال میں بھی درج ہے)

اِنَّ قُلُوْبَ بَنِيْ اٰدَمَ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ اللّٰهِ كَقَلْبٍ وَّاحِدٍ فَاِذَا شَآءَ صَرَفَهٗ وَ اِذَا شَآءَ بَصَّرَهٗ -

(ابن جریر عن ابی ذرؓ)

ترجمہ :- بے شک بنی آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں ، ایک دل کی مانند کہ جب چاہتا ہے اُسے پھیر دیتا ہے (یعنی حق سے) اور جب چاہتا ہے صاحبِ بصیرت کر دیتا ہے -

(ابن جریر حضرت ابوذرؓ سے روایت کرتے ہیں)

لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقٰى فِيْهَا وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ حَتّٰى يَضَعَ فِيْهَا رَبُّ الْعِزَّةِ قَدَمَهٗ فَيَنْزَوِيْ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ وَّ تَقُوْلُ قَطْ قَطْ وَعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ وَلَا يَزَالُ فِي الْجَنَّةِ فَضْلٌ حَتّٰى يُنْشِئَ اللّٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَيُسْكِنُهُمْ فِيْ فُضُوْلِ الْجَنَّةِ - (حم و عبد بن حمید حم - م ت ن و ابو عوانہ حب عن انس)

لغات :- یُلْقٰی : ڈالا جاتا ہے - ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ : کیا کچھ اور ہے ؟ یَضَعُ : رکھتا ہے یا رکھے گا - وَضَعَ یَضَعُ وَضْعًا : وضع کرنا - تَنْزَوِیْ : مڑ جائیں گے ، زاویہ بن جائیں گے - قَطْ : بس - قَطُّ : کتابل - قِطٌّ : بود ، حصہ ، قبالہ - قَطُّ : ہرگز نہیں لَا یَزَالُ : کم نہیں ہوگی - ہمیشہ رہے گی - یُنْشِئُ اللّٰہُ : اللہ پیدا کرے گا - فَیُسْکِنُھُمْ : پھر انہیں بسائے گا -

ترجمہ :- جہنم میں ہمیشہ ڈالا جاتا ہے اور وہ کہتا ہے " کیا کچھ اور ہے ؟ " یہاں تک کہ رب العزت اپنے قدم رکھ دے گا اور اُسے پامال کر دے گا - دوزخ کے بعض حصے بھی بعض پہ مڑ جائیں گے اور جہنم کہے گی ،

"بس، بس پروردگار! تیری عزت اور بزرگی کی قسم اب بس!" اور ہمیشہ جنت میں فاضل جگہ نکلتی رہے گی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق پیدا کرے گا، اٹھائے گا اور اُسے جنت کی فاضل جگہ میں بسائے گا۔

(یہ حدیث حم یعنی مسند احمد میں ہے۔ عبد بن حمید یعنی حمید کے بیٹے عبداللہ بھی مزید روایت کرتے ہیں، مسلم، ترمذی، نسائی۔ ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق بھی اس کے راوی ہیں جن کا انتقال ۳۱۶ھ میں ہوا۔ ابن حبان ابو حاتم اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں، حضرت انس سے)۔

اِذَا قَاتَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَتَّقِ الْوَجْهَ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ۔

(م عن ابی ھریرۃؓ۔ عبد ابن حمید عن ابی سعیدؓ۔ کنزج ۱)

لغات:- قَاتَلَ: لڑائی کیا، مار پیٹ کی۔ فَلْیَتَّقِ: بس چاہیئے کہ وہ احتیاط کرے، بچے۔ اَلْوَجْهُ: چہرہ، منہ۔

ترجمہ:- جب تم میں کا کوئی شخص دوسرے کو مارے تو منہ سے پرہیز کرے (یعنی منہ پر نہ مارے۔ کیوں کہ) پس بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔

(اس حدیث کو مسلم نے ابوہریرہؓ سے اور عبد بن حمید نے ابوسعیدؓ سے روایت کیا ہے اور یہ کنز العمال کی جلد اول میں بھی ہے)

یَنْزِلُ اللّٰهُ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا کُلَّ لَیْلَةٍ حِیْنَ یَمْضِیْ ثُلُثُ الْاَوَّلُ فَیَقُوْلُ "اَنَا الْمَلِکُ مَنْ ذَاالَّذِیْ یَدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَهٗ۔ مَنْ ذَاالَّذِیْ یَسْاَلُنِیْ فَاُعْطِیَهٗ۔ مَنْ ذَاالَّذِیْ یَسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَلَهٗ فَلَا یَزَالُ کَذٰلِکَ حَتّٰی یُضِیْٓئَ الْفَجْرُ۔ (م۔ ت عن ابی ھریرۃ۔ کنزج ۱)

لغات:- یَنْزِلُ: نزول فرماتا ہے۔ اترتا ہے۔ کُلَّ لَیْلَةٍ: ہر رات۔ یَمْضِیْ: گذر جائے۔ مَضٰی یَمْضِیْ مَضْیًا: گذرنا، پورا ہوجانا۔ فَاَسْتَجِیْبَ: کہ میں قبول کروں۔ یَسْاَلُنِیْ: مجھ سے سوال کرے۔ مانگے۔ فَاُعْطِیَهٗ: پس میں اُسے عطا کرتا ہوں۔ یَسْتَغْفِرُنِیْ: مجھ سے مغفرت (بخشش) چاہے۔ فَاَغْفِرَ: پس میں مغفرت کروں۔ کَذٰلِکَ: اس طرح، یونہی۔ یُضِیْٓئُ: پُرضیا ہوجائے۔ روشن ہوجائے۔ نمودار ہوجائے۔

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، ہر رات، جب کہ اُس (رات) کی ایک تہائی اول گزر جائے۔ یعنی رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جائے۔ (تقریباً دس بجے رات کے بعد) ندائے غیب ہوتی ہے" میں بادشاہ ہوں۔ کون ہے جو مجھ سے اس وقت دعا کرے، مجھے پکارے! تا کہ میں اُس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے اس وقت سوال کرے! تا کہ میں اُسے عطا کروں (اس کا سوال پورا کروں) کون ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے تا کہ میں اُسے بخش دوں"۔ اور یوں ہی فرماتا رہتا ہے یہاں تک کہ فجر کی روشنی نمودار ہوجائے (یعنی صبح صادق ہوجانے تک)۔

(اس حدیث کو مسلم اور ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے اور یہ کنز العمال جلد اول کے ص ۱۲۶ پر بھی ہے)

صاحبو! اس طرح کی آیات (کلمات) کو آیات متشابہات کہتے ہیں۔ ان میں ایسے لفظ ہوتے ہیں جو مشابہ ہوتے ہیں۔ یعنی چہرہ کا لفظ اللہ کے لئے بھی آیا اور انسان کے لئے بھی کہ اللہ نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا۔ اللہ کے قدم، اللہ کے ہاتھ وغیرہ وغیرہ۔ اور ہاتھ پاؤں منہ وغیرہ انسان کے اعضاء بھی ہیں۔ پس اس قسم کی آیات کے متعلق علمائے کرام کی رائیں مختلف ہیں۔ بعض علمائے کرام اس قدر احتیاط کرتے ہیں کہ اپنی طرف سے ان قرآنی الفاظ کا ترجمہ دوسری زبان میں نہیں کرتے۔ بلکہ اس عربی لفظ کو ہی من وعن ترجمہ میں بھی لکھ دیتے ہیں۔ مثلاً جہاں وَجْهُ کا لفظ آئے وہاں "چہرہ" نہیں کہیں گے بلکہ "وجہ" کا لفظ لکھ دیں گے۔ مثلاً فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰہِ۔ (پ البقرہ ع ۱۴)۔ ترجمہ:۔ پس تم جدھر اپنا رُخ کرو ادھر اللہ تعالیٰ تمہارے روبرو ہے)۔ علمائے کرام اس "وَجْهُ اللّٰہِ" کی تشریح صرف "وَجْهُ اللّٰہِ" کریں گے۔ اسی طرح "یَدُ اللّٰہِ" "عَرْشُ اللّٰہِ" وغیرہ۔ بعض علمائے کرام ان الفاظ کا ترجمہ تو کرتے ہیں مثلاً وَجْهُ، چہرہ۔ یَدُ، ہاتھ وغیرہ۔ مگر اس کی مزید تشریح اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے۔ یعنی وہ یہ نہیں کہتے کہ "اللہ کی صورت" یا "اللہ کا ہاتھ کیسا ہوگا یا اس کا کیا مطلب ہوسکتا ہے؟ یہ لوگ فرماتے ہیں کہ عام لوگوں کا امتحان ان کے معنی اور مطلب دریافت کرنے سے ہوتا ہے۔ اور بڑے لوگوں کا یعنی عالموں کا امتحان نہ جاننے سے ہوتا ہے۔ یعنی خدائے تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ یہ لوگ بھی اپنی لاعلمی کا اعتراف اور اپنی ہار مان لیں گے بھی یا نہیں؟ یا ہر معاملہ میں اپنے دل کے گھڑے اور خیالی انکل پچو تو نہیں لگائیں گے۔ ان اصحاب کے پاس "لاعلمی" عیب نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ (آیت ۸۵۔ بنی اسرائیل) ترجمہ:۔ اور تمہیں جو کچھ بھی علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی قلیل مقدار میں ہے۔ (وہ تمہاری حسب استطاعت دیا گیا ہے)۔

ایک طبقہ ایسے علمائے کرام کا بھی ہے جو عربی زبان کے محاورات کے مطابق اُس کا مفہوم دوسری زبان میں بہ صورت ترجمہ اس زبان کے محاورے کے اعتبار سے کرتے ہیں۔ مثلاً وہ لوگ "وَجْهُ" کے معنی "رضامندی" کرتے ہیں اور یہ مفہوم ہماری بات چیت کے عین مطابق بھی معلوم ہوتا ہے۔ کیا ہم نہیں کہتے؟ کہ "کیا کروں بھئی! اس معاملے میں میرے فلاں دوست کا منہ بیچ میں ہے ورنہ اس کی تحت سزا دیتا" وغیرہ۔ یہاں "منہ" سے مراد یہی ہے کہ "میرے دوست کا مجھے خیال ہے، اُن کی رضامندی پیش نظر ہے"۔ اسی طرح "عرش" کے معنے ہیں تخت۔ اس سے مراد لی جاتی ہے "اقتدار اعلیٰ"، پوری حکومت۔ دیکھو! ہم کہتے ہیں "فلاں بادشاہ کی تخت نشینی ہوئی یعنی اسے "اقتدار اعلیٰ" مل گیا، اور سب پر اس کی حکومت قائم ہوگئی۔ کرسی "چوکی" کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد لیتے ہیں" جزوی حکومت" محدود سرداری، کسی جماعت کی امیری۔ دیکھو! ہم کہتے ہیں "فلاں طالب علم کی کرسی نشینی ہوئی" یعنی اپنی جماعت کا وہ صدر سمجھا جائے گا" اور اُس کی اس طرح جزوی حکومت مان لی جائے گی۔ (بحرالعلوم حضرت قبلہ کی مراد طلباء کی یونین کے صدر سے ہے۔ اکیڈیمی)۔

بعض علماء کا ارشاد یوں ہے کہ، ہر چیز کی ایک "صورت" ہوتی ہے اور ایک "حقیقت" ہوتی ہے۔ مثلاً "غضب" خون دل کے جوش کرنے کا نام ہے جو بغرض انتقام ہو۔ اور اُس کی حقیقت "انتقام" ہے، "سزا" ہے۔ اسی طرح ہر چیز کی ایک ظاہری صورت ہے اور ایک باطنی صورت ہے۔

ہم میں سے ہر شخص خواب دیکھتا ہے۔ خواب میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ چلتے پھرتے، دیکھتے بھالتے، بولتے، سنتے ہیں۔ بعض وحشت ناک کیفیات کا اتنا گہرا اثر ہوتا ہے کہ آنکھ کھلنے کے بعد بھی دل دھڑکتا اور دماغ متاثر رہتا ہے۔ مگر اس خواب کا دیکھنا اور ہی طرح کا ہے، اور دنیاوی کاروبار بالکل الگ ہیں۔ اگرچہ خواب کے گزرے ہوئے واقعات بالکل درست، وہاں کی کیفیات حق، مگر اُن کی نوعیت جدا ہے۔ لیکن ان خواب کی چیزوں اور دنیاوی چیزوں میں ایک مشابہت اور ایک مماثلت ضرور ہے۔ ان خوابوں کی ایک تعبیر ہوتی ہے جو اس کی حقیقت بھی ہوتی ہے۔ مگر یاد رہے ان حقائق کا جاننا صرف ان خوابوں کی تعبیر دینے والوں کا کام ہے۔ صرف معبّر ہی اُن سے واقف ہوتا ہے۔ ہر شخص اس سے واقف نہیں ہو سکتا۔ ورنہ ع کار بوزینہ نیست نجاری۔ بندر اگر بڑھئی کا کام کرنا چاہے تو لکڑی بھی ستیاناس ہوگی، اوزار الگ خراب ہوں گے۔ اور خود اُس کے ہاتھ پاؤں پر زخم آجائیں گے۔ اسی طرح ان آیات کی ایک حقیقت ہے جو صرف مخصوص علمائے کرام ہی جانتے ہیں۔ جنھوں نے ان رازوں، ان نکات، ان دقائق کو واقفِ کار، اہلِ راز، عالمِ دین سے باضابطہ معلوم کیا، تربیت حاصل کی۔ ہر شخص کے علم کی ایک حد ہوتی ہے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ ہر شخص کو ساری باتیں معلوم ہو جائیں، سارے علوم سے واقف ہو جائے؟

ع ہر کسے را بہر کارے ساختند

ہاں! قرآن مجید بے شک "مبین" ہے اور اس کے معنی سے بھی لوگ واقف ہیں۔ مگر یہ کیا ضروری ہے کہ جس طرح ایک شخص واقف ہو بالکل اسی طرح دوسرا بھی واقف ہو۔ کم سے کم حضور نبی کریم ﷺ اور دوسرے خاص خاص حضرات کو قرآن کے رموز سے بڑی حد تک واقفیت تھی اور ہے۔ قرآن بے شک "مبین" ہے، مگر صرف پیغمبر علیہ السلام اور علمائے حق کو معلوم ہے اور یقیناً معلوم ہے۔ ہاں! ہم جیسے کم علم لوگوں کو معلوم نہ ہو تو قرآن کے "مبین" ہونے میں کیا حرج؟ اور اس پر کیا حرف؟ بہرحال یہ مقام مشکل ہے۔ یہاں لاعلمی کا اعتراف کر لینا کوئی عیب نہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

بَابُ فِیْ عِلْمِهٖ تَعَالٰی وَ عُمُوْمِهٖ الْجُزْئِیَّاتِ وَالْکُلِّیَّاتِ وَالْعِلْمِ الْفِعْلِیِّ الَّذِیْ قَبْلَ الْخَلْقِ وَالْعِلْمِ الْاِنْفِعَالِیِّ الَّذِیْ بَعْدَ الْخَلْقِ

یہ باب اللہ کے علم کے بیان میں ہے کہ وہ عام ہے۔ تمام جزئیات اور کلیات کو اور علم فعلی کو جو قبل خلق ہے اور علمِ انفعالی کو جو بعدِ خلق ہے

بعض لوگ علم کے قائل نہیں، ایک ذات کے قائل ہیں۔ (کہتے ہیں کہ) اُس کی ذات سے جو ہو لو وہ ہوتا۔ یہ لوگ صفات کو نہیں مانتے۔ اصل یہ ہے کہ یہ لوگ صفات میں انتزاعی اور انضمامی کی تمیز نہیں کر سکتے۔ یہ لوگ "صفات انضمامی" کے معنی میں صفات سے انکار کرتے ہیں (انتزاعی وہ صفت جو صرف ذات سے سمجھ میں آئے اور اس کا کوئی علٰحدہ معمولی سا وجود بھی نہ ہو۔ جیسے آگ میں حرارت۔ اور انضمامی وہ صفت ہے جس کا کمزور سا ہی ذات سے علٰحدہ وجود ہو۔ جیسے دیوار کی صفت اُس کی سفیدی۔ یہ صفت دیوار کی ذات میں منحصر اور اُس سے قائم نہیں۔ (مزید تفصیل بحرالعلوم حضرت قبلہ کی کتاب "حکمت

اسلامیہ" میں دیکھیں ۔ ایڈیٹر) یہ انتزاعی ، انضمامی ملک پیٹ سے نکلا ☆ (یعنی یہ حضرت قبلہ کی دی ہوئی اصطلاح ہے)۔

دوسرے لوگ یہ بولتے ہیں ۔ "اللہ کو جزئیات کا علم نہیں کلی، کلی کا علم ہے ۔ ان کو یہ معلوم نہیں کہ ہم "جزئی" بولے تو نسبتوں کی "جزئی" بولتے ہیں ۔ قدیم "کلی" ہوتا اور جو نسبت ہم سے قدرت کی ہوتی ہے وہ "جزئی" ۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ "وہ کلی ہے اس کی جتنی چیزیں ہیں کلی" ۔ جزئی سے نسبت کرنے سے وہ چیز جزئی ہوتی ہے" یہ نہیں سمجھتے وہ (یہ نظریہ علامہ زمخشری کا ہے)۔

احمق ہیں وہ لوگ جو خود کے لئے علم ثابت کرتے ہیں اور خدا کے لئے نہیں ۔ جب تک تالاب میں پانی نہ ہو نل سے پانی کیوں کر نکلے گا ؟ تمام مخلوقات میں خدائے تعالیٰ ہی کی صفات کا جلوہ ہے ۔ ساری چیزوں کے کمالات وصفات از جزو تا کل اللہ تعالیٰ ہی کی دی ہوئی ہیں ۔ بندے اس کے "مظہر" ہیں ۔ بندوں کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے بعض کمالات ظاہر ہوتے ہیں ۔ غرض کہ اللہ تعالیٰ کو جملہ مخلوقات کا جزئیات اور کلیات کا مکمل علم ہے ۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔

اللہ تعالیٰ کا علم (مخلوق کے تعلق سے) دو قسم کا ہوتا ۔ ایک پیدا کرنے سے پہلے ، دوسرا پیدا کرنے کے بعد ۔ پیدا کرنے سے پہلے "علم فعلی کلی" اور پیدا کرنے کے بعد "جزئی انفعالی" ۔ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم فعلی بھی ہے اور علم انفعالی بھی ۔

١ ۔ علم فعلی :۔ وہ علم جو کسی شئے کی تخلیق سے پہلے ہو ، اس کی ماہیت کی نسبت ہو ۔

٢ ۔ علم انفعالی :۔ وہ علم جو چیز کے خلق ہو جانے کے بعد ہو ۔

٣ ۔ علم ذاتی :۔ اس کے علاوہ خدائے تعالیٰ کو اپنا "علم ذاتی" بھی ہے ۔ جس کا مرتبہ سب سے پہلے ہے ۔ (اس طرح اللہ تعالیٰ کا علم تین قسم کا ہوا)۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : وَاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ۔ (آیت ١٢ ۔ الطلاق)

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ "بے شک اللہ تعالیٰ ہر شئے کو اپنے احاطہ علمی میں لئے ہوئے ہے ۔ اللہ نے ہر چیز کو اپنے علم میں گھیر لیا ہے" ۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَآ اِلَّا ھُوَ ط وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ط وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَۃٍ اِلَّا یَعْلَمُھَا وَلَا حَبَّۃٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۔

وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّھَارِ ثُمَّ یَبْعَثُکُمْ فِیْہِ لِیُقْضٰٓی اَجَلٌ مُّسَمًّی ج ثُمَّ اِلَیْہِ مَرْجِعُکُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ (آیات ۵۹ ، ٦٠ ۔ الانعام)

لغات :۔ مَفَاتِحُ : کنجیاں ۔ جمع مفتاح کی ۔ اَلْبَرِّ : خشکی ، زمین ۔ اَلْبَحْرِ : تری ۔ تَسْقُطُ : ساقط ہوتا ، گرتا ، جھڑتا ہے ۔ وَرَقَۃٍ : پتہ ، کاغذ کا صفحہ ۔ حَبَّۃٍ : دانہ ، گولی ۔ یَابِسٍ : خشک ۔ رَطْبٍ وَّیَابِسٍ : ہر چیز ، ہر اچھی سے اچھی اور بری سے بری چیز ، ہر چھوٹی سے چھوٹی ، بڑی سے بڑی شئے ۔ ظُلُمٰتِ : اندھیرا ۔ ظُلْمَۃٌ کی جمع ہے ۔ یَتَوَفّٰکُمْ : تمہیں پورا کرتا ہے ۔ مُتَوَفّٰی : جو اپنی عمر مقررہ پوری کر چکا ہو ، مردہ ، جو مار ڈالا گیا ۔ تَوَفّٰی یا وفات دو قسم کی ہوتی ہے ۔ (١) سلا دینا ، نیند میں (٢) مار ڈالنا ۔ جَرَحَ یَجْرَحُ جَرْحًا وَّ جِرَاحَۃً : زخمی کرنا ، کسب کرنا ، کمانا ۔ مَرْجِعٌ : واپسی ، لوٹنا ، رجوع ہونے کی جگہ ۔ یُنَبِّئُکُمْ : تمہیں

☆ حیدرآباد دکن کے محلہ ملک پیٹ میں بحرالعلوم کی رہائش تھی۔

بتلادے گا، خبردار کردے گا۔ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: تم جو کچھ عمل کرتے ہو۔

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں (غیب کے خزانے) انھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (یعنی بالذات خود بخود نہیں جانتا) اور تری اور خشکی میں جو کچھ ہے اُس کا بھی اُس کو علم ہے، وہی جانتا ہے۔ کوئی پتہ نہیں گرتا (نہیں جھڑتا) مگر اس کا علم بھی خدائے تعالیٰ کو ہے۔ زمین کی تاریکیوں میں ایک دانہ بھی رہتا ہے تو اُسے بھی خدا جانتا ہے اور تر و خشک جو کچھ ہے سب ایک روشن (واضح) کتاب میں ہے۔ (یہ سب کچھ علم الٰہی میں ہے) اور وہی تو ہے جو رات کو تمہاری روحوں کو ایک گونہ قبض کرتا ہے۔ (تمہیں پورا پورا لے لیتا ہے، تمہیں سلا دیتا ہے) اور دن میں تم جو کچھ کرتے ہو (کماتے دھماتے، کسب معیشت کرتے ہو) اُن کا اُسے پورا پورا علم ہے، وہ واقف ہے۔ پھر تمہیں دن کے وقت بیدار کردیتا ہے۔ (جگا دیتا، اُٹھا بٹھا دیتا ہے) تاکہ معینہ وقت پورا ہو جائے اور تم عمر کے دن پورے کرو۔ پھر اُس کی طرف تمہاری واپسی ہے (اُس کے دربار میں جانا ہے) پھر وہ بتلادے گا اور تمہیں خبردار کردے گا، اُن سارے اعمال سے جو تم کرتے تھے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ـ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ـ (آیت ۱۴ ـ الملک)

لغات:- اَللَّطِيْفُ: باریک نظر رکھنے والا، چھوٹی سے چھوٹی چیزوں کو دیکھنے والا۔ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ: زیادہ خبردار۔

ترجمہ:- اور ارشادِ باری ہے" بھلا کیا وہ خود نہیں جانے گا جس نے پیدا کیا؟ اور وہ تو باریک بیں اور پورا باخبر ہے۔ لطیف بھی ہے خبیر بھی ہے"۔

وَقَالَ تَعَالٰى: قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ـ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ـ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ـ (آیت ۲۹ ـ آل عمران)

لغات:- تُخْفُوْا: تم چھپاؤ۔ خَفِيَ يَخْفٰى: چھپانا۔ اسی سے "مخفی" اور "خفیہ" ہے۔ صُدُوْرٌ: جمع صدر کی، سینہ۔ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ: جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے۔ تُبْدُوْا: ظاہر کرو تم۔

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اے پیغمبرؐ! تم کہہ دو کہ تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے چاہے تم اُسے چھپاؤ یا ظاہر کرو بہر صورت اللہ تعالیٰ اُسے جانتا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب کو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے"۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ـ (آیت ۷ ـ الاعلیٰ)

لغات: اَلْجَهْرَ: پکارنے کو، ظاہری۔ يَخْفٰى: چھپاتا ہے، مخفی رکھتا ہے، آہستہ کہتا ہے۔

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ بھی ہے "یقیناً وہ خوب جانتا ہے ہر ظاہر اور مخفی شئے کو، وہ ہر کھلی ڈھکی، ظاہر باطن بات کو جانتا ہے۔ ان ساری اشیاء کا اُسے علم ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۔ (آیت ۱۴۲۔ آل عمران)

لغات:- اَمْ: کیا۔ حَسِبْتُمْ: تم نے گمان کیا۔

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جنت میں جاؤ گے، حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ کو (یعنی اس کے خلیفہ پیغمبر کو) معلوم ہی نہیں ہوا کہ کون تم میں سے مجاہد ہے اور کون صابر؟ (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دیکھا ہی نہیں جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور نہ ہی انھیں دیکھا جو ثابت قدم رہنے والے ہیں۔ یہاں اللہ کے دیکھنے سے مراد اللہ کے رسول کا دیکھنا ہے۔ جیسا کہ سورۂ فتح میں ارشاد ہے۔ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے) حالانکہ وہاں تو رسول کریم کا ہاتھ تھا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۔ وَنَبْلُوَاْ اَخْبَارَكُمْ ۔ (آیت ۳۱۔ محمد)

لغات:- وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ: اور البتہ ہم تمہاری جانچ کریں گے۔ اَخْبَارَ: خبر کی جمع۔ حالت۔

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور ہم ضرور تم سبھوں کی آزمائش کریں گے، امتحان لیں گے تاکہ ہمیں اُن لوگوں کا علم ہوجائے جو تم سے جہاد کرنے والے مجاہدین ہیں اور جو صابر ہیں اور تاکہ ہم تمہاری حالتوں کی جانچ کرلیں"۔

صاحبو! ان آیات سے اللہ تعالیٰ کے علم کے متعلق چند نکات قابلِ توجہ ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ علم الٰہی تین قسم کا ہوتا ہے۔

۱۔ علم ذاتی۔ ۲۔ علم فعلی۔ ۳۔ علم انفعالی۔

(۱) جب اللہ تعالیٰ نے خود کو دیکھا تو سب کو دیکھا۔ خدا کو ذات اور علم دونوں طرح کا احاطہ ہے۔ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۔ (اور وہ ہر شئے کو احاطہ کئے ہوئے ہے، سب کو محیط ہے) ایک ذرہ بھی اُس کی ذات اور اُس کے علم سے باہر نہیں۔ دنیا ذاتِ الٰہی کی تفصیل ہے (اُس کا علم ذاتی بھی ساری تفصیلات کے علم کو محیط ہے) ذیل کی مثال سے اس اجمال کی کچھ وضاحت ہوگی۔

فرض کیجئے ایک شخص کا نام عبداللہ ہے۔ اس عبداللہ نام کے معنی میں قابلِ توجہ یہ ہے کہ کون کون سی چیزیں داخل ہیں اور کیا کیا نہیں؟۔ مثلاً "عبداللہ" سر سے پاؤں تک ان جملہ اعضاء کے مجموعہ کا نام ہے۔ "عبداللہ" کے ساتھ ہی اُس کی مکمل ہیئت مع اپنے اعضاء کے ذہن میں آجاتی ہے۔ یعنی سر ہے، تن ہے، سر میں دو آنکھیں، اُن پر دو بھوئیں ہیں۔ دو کان، ایک ناک، منہ، پھر منہ میں دانت، زبان۔ تن میں ہاتھ ہیں، گردن ہے، پیٹ ہے، پیٹھ ہے، پیر ہیں۔ پھر پیر میں ران، گھٹنہ، ٹخنہ، پنچہ وغیرہ وغیرہ۔ غرض کہ اُس کا ایک بال بھی اس سے خارج نہیں۔ بہ ظاہر "عبداللہ" ایک منفرد چیز ہے۔ مگر غور کرتے

جاؤ تو اس میں سے سینکڑوں چیزیں نکلیں گی۔ یہاں تک کہ تم کہتے کہتے تھک جاؤ گے، مگر "عبداللہ" سے کوئی چیز نہ چھوٹے گی۔ اسی طرح چونکہ اس علم کا (یعنی تفصیلات کا علم اجمال میں) منشاء ذات خداوندی ہے لہذا اس علم کو علم ذاتی کہتے ہیں۔

(۲) خدائے تعالیٰ تمام چیزوں کو جان کر، اُن کا علم رکھتے ہوئے پیدا کرتا ہے۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ بنانا چاہتا تھا گھوڑا اور بن گیا گدھا۔ لہذا اس علم کا مرتبہ قدرت کے مرتبہ سے پہلے ہے۔ اور یہ نسبت "علم ذاتی" کے اس میں تفصیل ہے۔ مگر ہنوز کوئی چیز معرض وجود میں نہیں آئی، بہ ظاہر پیدا نہیں ہوئی۔ پیدا تو اس وقت ہوگی جب خدائے تعالیٰ چیزوں کو "شئی" کا علم فرمائے گا۔ پس اس درجہ کے علم کو اسی لئے "علم فعلی" کہتے ہیں کہ اس کے اثر سے اس کے بعد کے درجہ کا علم ہوتا ہے۔

(۳) ابھی ہم نے بیان کیا کہ سب چیزیں خلق سے پہلے علم الٰہی میں تھیں۔ معلوم الٰہی کو جب "کُــن" کا امر کیا جاتا ہے اور اسمائے الٰہی کی تجلی ہوتی ہے تو تمام چیزیں ظاہر اور خارج میں موجود ہو جاتی ہیں۔ پس علم کے اس مرتبہ کا نام "علم انفعالی" ہے۔ یہ مرتبہ بعد تکن ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ "علم ذاتی" اور "علم فعلی" دونوں قدیم ہیں مگر "علم انفعالی" جدید اور حادث۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی کہتے ہیں کہ علم، قدیم میں قدیم ہے اور حادث میں حادث۔ جس طرح کہ وجود، قدیم میں قدیم اور حادث میں حادث ہے۔ ان کا خیال ہے کہ سوائے خدا کے کچھ نہیں۔ قدیم ہے تو وہ، حادث ہے تو وہ، اچھا ہے تو وہ، برا ہے تو وہ۔ دوسرے لوگوں کی رائے یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ دائرہ امکان سے باہر ہے۔ اُسے حدوث پکڑتا ہی کیسے؟ چنانچہ مولانا نظام الدین شاگرد بحرالعلوم فرماتے ہیں کہ ایک چکر پر تصویر لگا کر محور پر گردش دیتے ہیں تو ایک کے بعد دوسری تصویر دکھائی دیتی ہے۔ یہ "پہلے" اور "بعد" تصویروں کے لحاظ سے ہے۔ گردش دینے والا اس چکر سے باہر ہے اور پہلے اور بعد کے لفظ سے بھی پاک ہے۔ یہ جدید یا حادث جو کہہ رہے ہیں خدا کے لحاظ سے کوئی جدید یا حادث نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ "علم انفعالی" اللہ کا علم نہیں۔ بندوں کو (یعنی مخلوق کو) ایک دوسرے سے نسبت دینے سے ہوا۔ یہ بندوں کا علم ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے ایک شئے کو پیدا کیا۔ پیدا کرنے میں دو طرف نسبتیں ہوئیں، اللہ کی طرف اور اس کی پیدا کردہ چیز کی طرف۔ اس علم کو جب خدائے تعالیٰ کی طرف نسبت لگا کر دیکھو تو اس کا منشاء قدیم ہے۔ جب کسی مخلوق کی طرف نسبت کر کے دیکھو تو اس کا منشاء حادث ہے، لو پیدا ہے۔ یہ حادث ہے، حادث ایک اعتباری چیز ہے حقیقی کہاں؟ اللہ تعالیٰ کے یہ سب خیالات ہیں۔ ایک خیال کو دوسرے خیال سے نسبت لگائے تو ایسا سمجھ میں آ رہا ہے۔ اچھا اور برا، آگے اور پیچھے۔ ذات خداوندی اور اس کا علم قدیم ہے۔ اس کی ساحت عزت تک حدوث کو رسائی نہیں۔ ازل سے ابد تک جتنی چیزیں پیدا ہونے والی ہیں سب اس کے سامنے ہیں۔ لہذا مخلوقات کے حدوث سے ذات اور علم خداوندی پر کوئی اثر نہیں آتا۔

بعض کا خیال ہے کہ اوپر کی آیات میں وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ میں اللہ تعالیٰ پیغمبرؑ کے علم کو اپنا علم فرماتا ہے۔ یعنی وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ کے معنی دراصل وَلَمَّا يَعْلَمِ الرَّسُوْلُ وَ خَلِيْفَتِيْ کے ہیں۔ جیسا کہ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ کے معنی۔ دراصل يَدُ النَّبِيِّ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ کے ہیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ کے معنی دراصل وَلَمَّا يَعْلَمِ النَّاسُ کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قومی کاموں کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے کیوں کہ اس میں خصوصیات کو دخل نہیں۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کا علم بہ حیثیت اللہ تعالیٰ کے قدیم ہے۔ حدث کو وہاں دخل نہیں، عدم کو قدم نہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَّ ظَاهِرًا وَّ بَاطِنًا۔

بَابٌ : فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالْاِطِّلَاعِ عَلَيْهِ بِاِعْلَامٍ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى

یہ باب علمِ غیب کے جاننے کے بیان میں اور اس پر مطلق ہونے میں اور اللہ تعالیٰ کے بتانے (خبردار کرنے) کے بارے میں ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ (آیت ۶۵۔ النمل)

لغات :- لَا يَعْلَمُ : علم نہیں رکھتا، نہیں جانتا ۔ لاعلم ہے ۔

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے پیغمبر! تم کہہ دو، آسمانوں اور زمین کی غیب کی باتیں کوئی نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ ۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا ۔ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ (آیت ۲۶، ۲۷۔ الجن)

لغات :- يُظْهِرُ : ظاہر کرتا ہے ۔ اَحَدًا : کسی کو ۔ ارْتَضٰى : راضی ہوا ۔

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "غیب کی باتوں کا جاننے والا وہی ہے ۔ سو وہ اپنے علمِ غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ۔ ہاں! مگر اپنے پیغمبروں میں سے جسے وہ پسند کرتا ہے ۔ یعنی اپنے کسی محبوب پیغمبر کو غیب کی باتیں بتا بھی دیتا ہے"۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ۔ (آیت ۳۔ البقرة)

ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جو لوگ ایمان لاتے ہیں غیب پر یا غیب کے ساتھ، جو ایمان رکھتے ہیں حق کا، خوب جانتے ہیں غیب کی چیزوں کو ۔

صاحبو! علم غیب کا مسئلہ بھی آج کل بڑے مزے کا مسئلہ بن گیا ہے ۔ اور خواہ مخواہ لوگ اپنے ہی مذہب کے لوگوں کو مسئلہ کی نزاکت پر غور کئے بغیر شرک، کفر اور نہ جانے کیا کیا بلا بدعت کے فتوے صادر کر رہے ہیں ۔ اللہ کی پناہ! جدھر دیکھو ایک نئی پارٹی اپنا اچھوتا خیال لئے ہوئے ہے جس کی اصلیت سرے سے کچھ نہیں مگر خود بھی الجھ رہے ہیں اور اپنے چیلوں کو بھی اس بھول بھلیوں میں الجھا رہے ہیں ۔ بمصداق ؎ ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے ۔

غرض ہر طرف ایک ہنگامہ آرائی ہے ۔ اور یہ سب کچھ اسلام ہی کے نام پر ہو رہا ہے ۔ العیاذ باللہ ۔

غیب کے متعلق چند باتیں بیان کی جاتی ہیں ۔ پہلے یہ معلوم کرلینا ضروری ہے کہ غیب کسے کہتے ہیں اور اس کے معنے کیا ہیں؟ "غیب" کے معنے ہیں غیر موجود ۔ یعنی جو چیز متکلم کے سامنے نہ ہو اسے وہ غیب کہے گا ۔ غیب کی کتنی قسمیں ہیں؟ عموماً غیب تین قسم کا ہوتا ہے ۔

(۱) "غیبِ مطلق" : وہ غیب جو خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں ۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات، حقیقت حق، کہ وہ بےنظیر،

فرشتے اور بڑے بڑے عقلمندوں کی ادراک سے باہر ہے۔ اس سرحد میں تصور کو داخلہ نہیں ملتا، غور و فکر کی رسائی ناممکن! ہاں، اس کی تجلیات کا مشاہدہ، دیدار ہوسکتا ہے۔ اللہ کی حقیقت کیا ہے؟ یہ غیب الغیب ہے کسی کو معلوم نہیں۔ یہ تو بہت بڑی بات ہے۔ ہر ایک اپنی حقیقت بھی نہیں جانتا اسی طرح ہم میں سے ایک دوسرے کی حقیقت سے بھی واقف نہیں۔

(۲) "غیبِ جزئی": وہ غیب جو پیغمبروں کو معلوم کرایا جاتا ہے۔ حسب ارشاد باری: عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ۔ (خدا عالم الغیب ہے۔ پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا (علم الغیب نہیں دیتا) ہاں! مگر اپنے محبوب پیغمبروں میں سے جسے وہ پسند کرتا ہے) یہاں غیب پر اطلاع بہ معنی "وحی" کے ہے۔ نیز، جنت دوزخ، قیامت، فرشتے وغیرہ ان اشیاء کا علم جو ہماری دنیا اور علم سے غائب ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو عطا فرمایا ہے۔

(۳) "غیبِ اضافی": وہ غیب جو کسی ایک شخص کے لحاظ سے غیب ہو اور دوسرے کے لحاظ سے نہ ہو۔ مثلاً بعض غیب ایسے بھی ہیں، جو ہر ریاضت کرنے والے (محنت کرنے والے) کو معلوم ہوسکتے ہیں۔ رسولؐ کی دی ہوئی تعلیم سے ایمان والوں کو بعض ایسے حقائق کا علم ہوجاتا ہے جو عوام سے غیب، غائب یا مخفی ہیں۔ کسی کو کوئی علم ہے کسی کو نہیں، یہ غیبِ اضافی ہے۔ میں جو بات جانتا ہوں وہ دوسرا نہیں جانتا۔

حاصل یہ کہ نادان کہتے ہیں کہ اللہ کو علم غیب ہے۔ جو علم غیب کا دعویٰ کررہا ہے وہ اپنے علم کو اللہ کے علم کے برابر سمجھ رہا ہے، اس لئے کافر ہے۔ ہم پوچھتے ہیں، کون سا علم غیب؟ کنہ خداوندی؟ بالاتفاق ہم کو معلوم نہیں۔ معلوم خداوندی کے برابر ہمارا معلوم؟ یہ تو ہم بھی نہیں کہتے۔ جب کنہ خداوندی ہم کو معلوم نہیں تو اللہ کا علم اور ہمارا علم برابر کب ہوا؟ پھر کفر کہاں؟ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ ۔ اب اگر کسی چیز کا علم اللہ دے تو پیغمبر کو بھی ملے گا اور وہ بالعرض ہوگا، نہ کہ بالذات؟ پھر برابری کہاں کی؟ اور کفر کہاں سے آئے گا؟

یہ بات یاد رکھو! کہ ایمان "علم" کی قسم ہے۔ ہر مسلمان کو غیب کا علم ہونا ضروری ہے۔ لیکن بعض نادان ایسے ہیں کہ غیب کی بات جاننے کو "شرک" کہتے ہیں۔ حالاں کہ جب تک اللہ تعالیٰ کو، ملائکہ، جنت، دوزخ وغیرہ کو نہ جانیں ایمان مکمل نہیں ہوتا، اگرچہ بواسطہ، پیغمبر ہی سہی۔ اور یہ جاننا نہ صرف ضروری ہے بلکہ حکم الٰہی "امر ربّ" ہے۔ نص قرآن سے ثابت ہے "يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ" ایمان کی اولین کڑی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس پر ایمان لائے بغیر کوئی مومن نہیں ہوسکتا۔ اور یہ "يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ" میں داخل ہے۔ اس اعتبار سے تو جس شخص کو علم غیب نہیں وہ مسلمان نہیں۔

"اللہ کو علم غیب ہے" کہنا بھی ایک طرح سے کفر ہے۔ کیوں کہ اس کا سب علم حاضر ہے۔ "پہلے نہیں تھا اب ہوا"، اس کا کوئی علم ایسا تو نہیں۔ یہ "غیب" ہماری نسبت سے ہے۔ "غیب" کے معنی غائب، غیر موجود کے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ سے کون سی چیز غائب ہے؟ سارے عالم کے موجودات اس کے احاطہ میں ہیں۔ پھر اسے علم غیب کیوں ہو؟ اچھا! پھر قرآن میں اللہ کو "عَالِمُ الْغَيْبِ" جو کہا گیا ہے اس کا مقصد کیا ہے؟ وہاں "غیب" ہمارے اعتبار سے ہے۔ یعنی جو چیزیں ہمارے لئے غیب یا غیر موجود ہیں اُن سب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اللہ کے اعتبار سے اُسے علم غیب نہیں، ہر چیز اُس کے سامنے، اُس کے احاطہ علم میں ہے، اور ہر چیز کا علم، خواہ فعلی ہو کہ انفعالی اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

ایک بات اور یاد رکھنے کی ہے۔ کیا کسی مسلمان کے خیال میں پیغمبر کا علم خدا کے علم کے برابر ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ خدا کا علم بالذات ہے اور پیغمبر کا بالعرض، خدا کا دیا ہوا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حقیقت کو جانتا ہے۔ کوئی پیغمبر خدا کی کُنہ اور اس کی حقیقت کو نہیں جان سکتا تو پھر مساوات کا مسئلہ کدھر رہا؟ "پیغمبر کو علم غیب بھی ہوتا ہے" کہنے سے نہ شرک لازم آتا ہے نہ کفر۔ ہاں! غیب کا علم نہ رکھنے والے البتہ اسی لفظ کے مستحق ہیں جسے وہ دوسرے مسلمانوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ مادہ پرست، روحانیت سے نابلد، روحانیت سے ناآشنا، یہ تو کہتے ہیں کہ "شیطان کو لوگوں کے حالات معلوم ہیں۔ جب ہی تو وہ بہکاتا ہے۔ پھر، ایک دو کے دل کے حالات نہیں بلکہ کروڑوں انسانوں کے حالات اور اُن کے خیالات سے واقف ہے۔ قرآن شاہد ہے کہ وہ "خناس" ہے، چھپا ہوا، گھات میں لگا ہوا، یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ۔ لوگوں کے سینوں میں چپکے سے داخل ہو کر طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے اور اس کام میں وہ انسانوں کے ساتھ ساتھ جنوں کی بڑی تعداد کو بہکا رہا ہے، وسوسے ڈال رہا ہے، خدا سے گمراہ کرنے کی کوشش میں سر کھپا رہا ہے، جان کو مار رہا ہے۔ حالاں کہ جنات اُسی کی جنس سے یعنی ناری مخلوق ہیں۔ الحاصل "شیطان کی علم غیب سے واقفیت" کہنے پر نہ شرک لازم آتا ہے نہ کسی کو اعتراض!۔ تو کیا شیطان کے اتنا علم غیب بھی اگر کوئی مسلمان، آنحضرتؐ سرکار دو عالم کے لئے ثابت کرے، اپنی زبان سے ادعا کرے تو کفر و شرک کی بھرمار؟ ہر طرف سے چیخ و پکار؟ ارے خدا کی مار! کوئی ان سے اتنا پوچھے کہ حضورؐ خاتم الانبیاء کے لئے "علم غیب" (جو دراصل جزئی ہے) کہا جائے تو شرک کا فتویٰ؟ اور ان کے پیشوا، معلم الملکوت کے لئے شرک نہیں؟ سبحان اللہ! بات دراصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے شرک کا تعین کرنے میں غلو کیا ہے، حد حقیقہ سے تجاوز کر گئے ہیں۔ "شرک" کی تعریف یہ ہے۔ خدائے تعالیٰ کی "صفت خاصہ" میں کسی کو شریک کرنا (خواہ جزئی ہو کہ کلی) شرک ہے۔ مثلاً مارنا، جلانا، رزق دینا، پالنا، غرض یہ ساری صفات خاصہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔ وہ "سمیع" ہے۔ "بصیر" ہے "علیم" ہے۔ اور ہم بھی سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، علم رکھتے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ خود قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا میرے بچپن کے رب کہا ہے۔ پھر اس کا کیا مطلب ہے؟ اللہ "سمیع" ہے، ہم بھی سنتے ہیں۔ اللہ بصیر ہے، ہم بھی دیکھتے ہیں۔ اللہ "رَبّ" ہے ہم بھی اپنے متعلقین، بیوی، بچوں کے "رَبّ" ہیں اور بیوی کو "رَبَّۃُ الْبَیْتِ" ہی کہتے ہیں۔ لیکن ان میں فرق ایسا ہی ہے جیسا عبد اور معبود میں۔ یعنی اللہ کا دیکھنا سننا۔ ساری صفات بالذات، لافانی، ناقابل تغیر۔ اور ہمیں جو صفات دی گئی ہیں وہ سب فانی، ہر آن بدلنے والی اور حادث ہیں۔ (میرا دیکھنا بلکہ میری ذات بھی میرے بعد باقی نہ رہے گی۔ بلکہ، پیری، ضعیفی، بیماری اور کسی عارضہ کے سبب اگرچہ آنکھ اچھی معلوم ہوتی ہے مگر ممکن ہے بصارت غائب ہو۔ اسی طرح کان سننے سے قاصر ہو سکتے ہیں۔ الحاصل میری صفت فنا ہونے والی اور ہر لحظہ بدلنے والی ہے۔ خدا کی صفتیں "اَلْآنَ كَمَا كَانَ" جوں کی توں، نہ تو ان میں کمی ہوئی ہے نہ بیشی ممکن ہے۔)

پس اس اعتبار سے اگر علم غیب بھی خدا کی صفت خاصہ ہے تو اس کی جس طرف بھی نسبت کی جائے گی شرک ہے، اور ہوگا اور اگر "علم غیب" خدا کی صفت خاصہ نہیں ہے تو ہرگز ہرگز شرک نہیں۔ معترضین کو ان آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ پر غور کرنا چاہیے۔

۱۔ "وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ" "ہم نے تمہیں اس چیز کی تعلیم دی جس کا تمہیں علم نہ تھا۔"

۲۔ حضور کا ارشاد ہے "اُوْتِیْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَعِلْمَ الْاٰخِرِیْنَ" "مجھے اگلوں اور پچھلوں کا علم دیا گیا۔"

۳۔ حضرت سیدی عبدالقادر جیلانیؒ کے کلام میں سرکار کا قول ہے "لَا یَشَاکُ اَحَدُکُمْ بِشَوْکَةٍ اِلَّا وَاَجِدُ اَلَمَهَا"۔ تم کو کوئی کانٹا نہیں چبھتا مگر یہ کہ اس کا درد (پہلے) میں پاتا ہوں (محسوس کرتا ہوں)۔ سبحان اللہ! کانٹا چبھے ہمارے پاؤں میں اور ہزاروں میل دوری کے فاصلے کے باوجود، آقائے دو جہاں، اُن پر ہمارے ماں باپ اور ہم سب فدا ہوں، ہمارا درد ہم سے پہلے محسوس فرماتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید میں سورۂ توبہ کی آخری آیتوں میں فرمایا ہے کہ:

۴۔ "عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ" "ان پر یعنی حضور نبی کریم ﷺ پر دشوار گزرتا ہے ہر وہ کام، ہر وہ بات جو تمہارے لئے تکلیف دہ ہے۔"

۵۔ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا (سورۂ فتح) ہم نے آپ کو (محمدؐ) گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ جانتے بھی ہو گواہی کون دے سکتا ہے؟ جو شخص واقعہ کو دیکھے۔ بے دیکھے گواہ یعنی سے سنائے کی گواہی ناقابلِ اعتبار ہوتی ہے۔ اسی طرح بشیر جو بشارت دے وہ اس چیز کی بشارت دے سکتا ہے جس سے خود وہ واقف ہو، جسے خود دیکھا ہو۔ پس حضورؐ جنت کی بشارت دے رہے ہیں۔ یہ جنت حضور کی دیکھی دکھائی ہے ورنہ ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ یہی حال ڈرانے کا ہے۔ خیالی باتیں نہ تو اثر پذیر ہوتی ہیں اور نہ قابلِ لحاظ۔ حضورؐ نے ابوجہل، شیبہ، عتبہ جیسے اشد کافروں کو ڈرایا اور صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان ذوالنورینؓ، علی مرتضیٰؓ جیسے شیر دلاوروں کو بشارت دی۔ بھلا یہ لوگ کسی کی سنی سنائی بات پر اس طرح چپ چاپ ہو جاتے۔ معراج کے عالمِ بیداری میں مشاہدہ کئے ہوئے واقعات کو جس ابوجہل نے یقین نہ کرنے کی کوشش کی ہو اس جیسوں کے سامنے یہ دعویٰ بشارت و نذارت پیش کیا گیا ہے۔ "وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ۔ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ۔ (آیت ۴۹، ۵۰۔ المرسلات) افسوس ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔ پھر اس واضح بات کے بعد اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟

۶۔ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا۔ (آیت ۶۹۔ النساء)۔ "وہ لوگ اُن کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے اپنی نعمتیں نازل فرمائیں جو انعام یافتہ خداوندی ہیں، انعامِ الٰہی سے سرفراز ہوئے ہیں۔ وہ کون ہیں؟ انبیاء، صدیقین، شہداء اور عمل صالح کرنے والے اور وہ لوگ اُن کے کیا ہی اچھے رفیق ہیں"۔

سنو! رفیق کا لفظ ہم سفر دوست کے لئے آتا ہے۔ ہم سلوک طریق خدا طے کر رہے ہیں۔ پس یہ حضرات ہمارے رفیق ہیں۔ سچ فرمایا مخبر صادق ﷺ نے "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" "آدمی اسی کے ساتھ (حشر میں ہوگا) جس سے اُسے محبت ہو" ہمارے رفیق، انبیاء، صدیقین، شہداء، صلحاء اور ہم پر اعتراض کرنے والوں کے رفیق استاذ الملائکہ اور اس کی ذریت۔ یہ بھی خوب یاد رکھو! ہم میں اصل جہل ہے اور علم عارضی اور رسول خدا ﷺ میں علم اصل ہے۔ ہاں کسی مصلحتِ الٰہیہ کے مدنظر بعض دفعہ کسی چیز کے علم سے واقف نہ کرایا گیا ہو۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور کو اس کا علم ہو مگر خود حضورؐ نے اس کا اظہار نہ

فرمایا ہو۔ ع رموز مملکتِ خویش خسرواں دانند۔ حضور کی ذات تو "مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى" (پ ۲۷ النجم)۔ آپؐ نے کوئی بات اپنی خواہش یا اپنی طرف سے نہیں سنائی تاوقتیکہ وحی کا نزول اس امر کی نسبت نہ ہو۔ یعنی حضور کی ہر حرکت، ہر بات تحت امرِ رب تھی۔ اسی لئے اگر آپؐ نے کسی بات کی آگاہی کے باوجود اس کا اظہار نہ فرمایا تو بھی تعجب نہیں۔ کیوں کہ ہماری دنیا میں بھی تو ایسا ہوا ہی کرتا ہے۔ بعض امور خفیہ رکھے جاتے ہیں۔ مصالح ملکی کا تقاضا ہی یہ ہوتا ہے کہ انہیں عوام الناس سے مخفی رکھا جائے۔ کسی حکم کو بڑے سے بڑا عہدہ دار بھی اگرچہ اسے اس کا پورا پورا علم ہوتا ہے مگر ظاہر اس وقت تک نہیں کرتا جب تک کہ اس کی تشہیر سرکاری حکم، قانون یا اور کسی نشری طریقہ سے عوام کی آگاہی کے لئے نہ کی جائے۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ يَدَيْهِ كِتَابَانِ قَالَ "اَتَدْرُوْنَ مَا هٰذَانِ الْكِتَابَانِ؟" فَقُلْنَا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِلَّا اَنْ تُخْبِرَنَا فَقَالَ لِلَّذِيْ فِيْ يَدِهِ الْيُمْنٰى "هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ اَسْمَاءُ اٰبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا ثُمَّ قَالَ لِلَّذِيْ فِيْ شِمَالِهِ "هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ النَّارِ وَ اَسْمَاءُ اٰبَائِهِمْ وَ قَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا"۔ فَقَالَ اَصْحَابُهٗ فَفِيْمَ الْعَمَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَ اَمْرٌ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ۔ فَقَالَ "سَدِّدُوْا وَ قَارِبُوْا فَاِنَّ صَاحِبَ الْجَنَّةِ يُخْتَمُ لَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ عَمِلَ اَيَّ عَمَلٍ وَاِنَّ صَاحِبَ النَّارِ يُخْتَمُ لَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ وَاِنْ عَمِلَ اَيَّ عَمَلٍ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ فَنَبَذَهُمَا ثُمَّ قَالَ فَرَغَ رَبُّكُمْ مِنَ الْعِبَادِ۔ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ۔

(رواہ الترمذی۔ مشکوٰۃ)

لغات:- تَدْرُوْنَ: تم جانتے ہو، تم جانو۔ اَتَدْرُوْنَ: کیا تم لوگ جانتے ہو؟ کیا تمہیں معلوم ہے؟ اِلَّا: سوائے۔ اِلَّا اَنْ تُخْبِرَنَا: سوائے اس کے کہ آپ ہمیں خبر دیں، بتائیں۔ یَدِ الْیُمْنٰی: سیدھا ہاتھ۔ قَبَائِل: قبیلہ کی جمع، خاندان۔ اُجْمِلَ: جملہ کیا گیا، ایک جا کیا گیا، جمع کیا گیا۔ یُنْقَصُ: کمی ہوتی ہے، نقص ہوتا ہے۔ یُزَادُ: زیادتی ہوتی ہے۔ شِمَال: اتر کی سمت، پچھوں پر چڑھانے کا غلاف۔ یہاں اس کے معنی ہیں "بایاں ہاتھ"۔ اَهْلُ النَّارِ: دوزخی لوگ۔ فِيْمَ: کس لئے؟۔ فَفِيْمَ: پس کس لئے ہے؟ اِسْدِدُوْا: راستی اختیار کرو۔ سَدَادٌ: کردار اور گفتار میں راستی۔ قَارِبُوْا: قربت حاصل کرو۔ نَبَذَ: الگ کیا، پھینک دیا۔ فَرَغَ: فارغ ہو چکا۔ السَّعِیْرُ: دوزخ کا نام۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ برآمد ہوئے اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔ حضورؐ نے پوچھا "کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ دو کتابیں کیا ہیں؟" تو ہم نے عرض کیا "جی نہیں یا رسول اللہ، مگر یہ کہ آپ فرمائیں، ہمیں خبر دیں"۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا

اُس کتاب کے لئے جو آپ کے سیدھے ہاتھ میں تھی " یہ رب العالمین کے پاس کی کتاب ہے ۔ اس میں تمام جنتوں کے نام اور اُن کے باپ داداؤں اور قبائل کے نام ہیں ۔ پھر آخر میں اُن ناموں کو جمع کر دیا گیا ہے ، جملہ بتا دیا ہے کہ وہ کتنے ہیں ؟ پس ان میں کبھی زیادتی ہو سکتی ہے نہ کمی "۔ پھر حضورؐ نے اُس کتاب کے بارے میں فرمایا جو بائیں ہاتھ میں تھی ، " یہ کتاب رب العالمین کے پاس کی ہے ۔ اس میں دوزخیوں کے نام اور اُن کے اب وجد اور قبیلوں کے نام مذکور ہیں ۔ پھر ان کی میزان کر دی گئی ہے اور نہ اس میں کبھی زیادتی ہو سکتی ہے نہ کمی "۔ اس پر آپؐ کے صحابہ نے عرض کیا " تو پھر عمل کس لئے ہے یا رسول اللہ ! اگر یہ ایسی چیز ہے کہ اُس سے فراغت ہو چکی ہے "۔ تو حضورؐ نے فرمایا " راستی اختیار کرو اور تم بساط بھر اس کے قریب ہونے کی کوشش کرو ۔ کیوں کہ جنتی کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر ہوگا اگرچہ اُس سے پہلے کچھ بھی عمل کرے اور اگر وہ دوزخی ہے تو اس کا خاتمہ دوزخیوں کے عمل پر ہوگا ، اگرچہ اُس سے پہلے کچھ بھی عمل کرے "۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں دستِ مبارک سے ان دونوں کتابوں کو چھوڑ دیا ۔ فرمایا " تمہارا رب بندوں کے کاموں سے فارغ ہو چکا ہے ۔ ایک جماعت تو جنت میں جائے گی اور دوسری دوزخ میں ۔ (اس روایت کو ترمذی نے بیان کیا اور مشکوٰۃ میں بھی ہے)

کتابیں وغیرہ نہیں تھیں بھی تو سمجھانے کے لئے ایسا فرمائے ، صرف ہاتھ کے اشارے سے ، کہ وہ دو کتابیں ہیں ۔ ان میں دوزخیوں اور جنتیوں کے نام ہیں ۔ صحابہ کرامؓ کا تو کشف تو ظاہر ہے کہ بہت ہی واضح تھا تو ہیں ممکن ہے کہ وہ کشف میں ہی وہ کتابیں سرکارؐ کے ہاتھ میں دیکھ رہے تھے ۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍؓ قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَائِطٍ لِبَنِي النَّجَّارِ عَلٰى بَغْلَةٍ لَّهٗ وَنَحْنُ مَعَهٗ إِذْ حَادَتْ بِهٖ فَكَادَتْ تُلْقِيْهِ ۔ وَإِذَا أَقْبُرٌ سِتَّةٌ أَوْ خَمْسَةٌ ۔ فَقَالَ " مَنْ يَّعْرِفُ أَصْحَابَ هٰذِهِ الْأَقْبُرِ ۔ قَالَ رَجُلٌ أَنَا ۔ قَالَ فَمَتٰى مَاتُوْا ۔ قَالَ " فِي الشِّرْكِ " إِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ تُبْتَلٰى فِيْ قُبُوْرِهَا ، فَلَوْلَا أَنْ لَّا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُّسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِيْ أَسْمَعُ مِنْهُ ۔ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالُوْا " نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ "۔ قَالَ " تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ " قَالُوْا " نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ " قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ " قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ " قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ "۔ (رواہ المسلم ۔ مشکوٰۃ)

لغات :- حَائِطٌ : باغ ، احاطہ ۔ بَغْلَةٌ : خچر ۔ إِذْ : جب ، جونہی ، یکایک ، ناگہاں ۔ حَادَتْ : بدک گیا ، اچھلنے کودنے لگا ۔ فَكَادَ : بس قریب ہوا ۔ فَكَادَتْ تُلْقِيْهِ : بس قریب تھا کہ گرا دے اسے ، ڈال دے اسے ۔ مَنْ يَّعْرِفُ : کون جانتا ہے ؟ مَتٰى : کب

؟ کس وقت ؟ ماتُوْا : وہ لوگ مرے ۔ فَمَنِیْ مَاتُوْا : پس کب مرے وہ لوگ ؟ اُمَّۃ : جماعت ، گروہ ۔ تُبْتَلٰی : مبتلا ہے ۔ لَا تَدَافَنُوْا : مت دفن کرو ۔ اَنْ لَاتَدَافَنُوْا : یہ کہ تم دفن نہ کرو گے ۔ لَدَعَوْتُ : البتہ میں دعا کرتا ، تو میں دعا کرتا ۔ اَنْ یُّسْمِعَکُمْ : کہ تمہیں سنا دے ، سنائے ۔ تَعَوَّذُوْا : پناہ مانگو ، آڑ پکڑو ، استعاذہ کرو ۔ ظَھَرَ : ظاہر ہوا ۔ بَطَنَ : چھپا ہوا ، باطن ۔ دَجَلَ : مکر ۔ دَجَّال : بڑا مکار ۔

ترجمہ :- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بنی نجار کے باغ میں ایک خچر پر سوار تھے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ تھے ۔ یکا یک وہ خچر بھڑک گیا اور لگا شرارت کرنے ۔ قریب تھا کہ وہ حضرتؐ کو گرادے ۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں پانچ چھ قبریں ہیں ۔ پھر پوچھا " ان قبر والوں کو کون جانتا ہے ؟ " ایک شخص نے عرض کیا " جی میں " ۔ حضرت نے پوچھا " یہ کب مرے ؟ " اس شخص نے کہا " زمانۂ شرک میں " ۔ پھر آپؐ نے فرمایا " یہ اُمّت (یہ گروہ) اپنی قبروں میں مبتلائے عذاب و بلا ہیں ۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ تم دفن نہ کروگے تو میں دُعا کرتا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس عذاب قبر کو سنادے جس عذاب قبر کو میں سنتا ہوں ۔ پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور حکم دیا کہ " دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو " ۔ سب لوگوں نے کہا کہ " ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ۔ پھر فرمایا " عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو " تو سبھوں نے کہا " ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں عذاب قبر سے " ۔ پھر فرمایا ۔ " اللہ کی پناہ مانگو فتنوں سے جو بظاہر ہوں یا باطن " لوگوں نے کہا " ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں فتنوں سے جو ظاہر ہیں یا باطن ہیں " ۔ فرمایا " اللہ کی پناہ مانگو دجال کے فتنہ سے " ۔ سب لوگوں نے کہا " ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں دجال کے فتنہ سے " ۔ (اس کو صحیح مسلم نے روایت کیا اور مشکوٰۃ میں بھی ہے)

وَعَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَمَا تَرَکَ شَیْئًا یَکُوْنُ مِنْ مَقَامِہٖ ذٰلِکَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ اِلَّا حَدَّثَہٗ ۔ حَفِظَہٗ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ قَدْ عَلِمَہٗ اَصْحَابِیْ ھٰؤُلَاءِ ۔ وَاِنَّہٗ لَیَکُوْنُ مِنْہُ الشَّیْءُ فَاَرَاہُ فَاَذْکُرُہٗ کَمَا یَذْکُرُ الرَّجُلُ اِذَا غَابَ عَنْہُ ثُمَّ اِذَا رَاٰہُ عَرَفَہٗ ۔ (اخرجہ الشیخان و ابوداؤد ۔ تیسیر ج ۴)

لغات :- قَامَ فِیْنَا : ہم میں کھڑے ہوئے ۔ فَمَا تَرَکَ : پس نہ ترک کیا ، نہ چھوڑا ۔ فَاَرَاہُ : پس جب میں اُسے دیکھوں ۔ اِذَا غَابَ : جب غائب ہوا ۔

ترجمہ :- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہوکر تقریر فرمائی ۔ پس حضورؐ نے اپنے اس مقام سے قیامت تک ہونے والی کسی بات کو نہ چھوڑا مگر یہ کہ آپ نے اس کی نسبت بیان فرما دیا ۔ (یعنی قیامت تک پیش آنے والے واقعات کا اجمالاً ذکر فرمادیا) جسے یاد رہا یاد رہا اور جو بھول گیا بھول گیا ۔ البتہ میرے ان اصحاب کو اس کا خوب علم ہے (اچھی طرح جانتے ہیں کہ کیا ہوگا ؟) میں

کبھی ان میں سے ایک آدھ چیز بھول جاتا ہوں پھر دیکھتا ہوں تو وہ مجھے یاد آجاتی ہے۔ جس طرح کہ ایک آدمی، ایک آدمی کی صورت یاد رکھتا ہے جب وہ اُس سے غائب رہتا ہے۔ پھر جب اُسے وہ دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے۔

(اس حدیث کو شیخان یعنی حضرت بخاری اور مسلم نے اور ابوداؤد نے لیا ہے اور یہ تیسیر کی دوسری جلد میں بھی ہے)

عَنْ عَمْرِوْ بْنِ اَخْطَبَ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ وَ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَ بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا۔ (اخرجه المسلم۔ تیسیر ج ۳)

لغات :- صَلّٰى : نماز پڑھی۔ صَعِدَ : چڑھا۔ كَائِنٌ : ہونے والا، موجود ہونے والا۔ حَتّٰى : یہاں تک۔ حتٰی کہ۔ غَرَبَتِ الشَّمْسُ : آفتاب غروب ہوگیا۔

ترجمہ :- حضرت عمرو بن اخطب انصاریؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ حضور رسولِ خدا ﷺ نے ہمارے ساتھ فجر کی نماز پڑھی پھر آپ منبر پر چڑھے پس خطبہ دیا ہم کو یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا۔ آپ منبر سے اترے، نماز پڑھی پھر منبر پر چڑھے پس ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا۔ پھر آپ منبر پر چڑھے پس ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا۔ پس آپ نے ہم کو قیامت تک جو ہوا اور جو ہونے والا ہے اس کے بارے میں خبر دی۔ پس ہم میں وہی زیادہ عالم ہے جسے زیادہ حفظ ہے، یاد ہے۔ (اس حدیث کو مسلم نے لیا ہے اور تیسیر کی تیسری جلد میں بھی ہے)

لَا تَسْاَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِلَّا حَدَّثْتُكُمْ۔ (حم ق۔ عن عائشة كنز۔ ج ۴)

(امام احمد نے اپنی مسند میں سیدہ عائشہؓ سے روایت کی ہے اور "کنز العمال" کی چھٹی جلد میں) اس قدر زاید ہے کہ

ترجمہ :- فرمایا حضور ﷺ نے "تم قیامت تک کسی ایسی چیز کے متعلق مجھ سے سوال نہ کرسکو گے کہ میں نے تم سے نہ کہی ہو"۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَاهُوَ كَائِنٌ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذِهٖ جِلْيَانًا مِنَ اللّٰهِ جَلَّاهُ لِنَبِيِّهٖ كَمَا جَلَّاهُ لِلنَّبِيِّيْنَ مِنْ قَبْلِهٖ۔

(طب، طبرانی معجمة الكبير۔ حل، لابی نعيم فی الحلية)

لغات :- كَاَنَّمَا : گویا کہ، جس طرح کہ۔ رَفَعَ : بلند کیا، اٹھایا۔ كَفِّيْ : میری ہتھیلی۔ جِلْيَانًا : کھلم کھلا، علانیہ، صاف صاف۔ جَلّٰى : تجلی کی، جلوہ دکھایا۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرمایا حضور نبی کریم ﷺ نے کہ" یقیناً اللہ تعالیٰ نے دنیا کو میرے سامنے اٹھا کر دکھا دیا۔ پھر میں اُسے دیکھتا ہوں اور جو کچھ اس میں روزِ قیامت تک ہونے والا ہے۔ میں اُسے ایسا صاف اور کھلم کھلا دیکھتا ہوں جیسے کہ یہ میرے ہاتھ کی ہتھیلی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کے لئے کھول دینا، تجلّی فرمانا ہے۔ جس طرح اُس نے اس سے قبل کے پیغمبروں کو دکھادیا۔

(یہ حدیث طبرانی معجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے اور ابونعیم نے بھی حلیہ میں لکھا ہے)

مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّسْاَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْاَلْ عَنْهُ فَوَاللّٰهِ لَا تَسْئَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُكُمْ بِهٖ مَادُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا۔ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ اٰنِفًا فِيْ عُرْضِ هٰذَا الْحَائِطِ وَاَنَا اُصَلِّيْ فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ۔ (حم ق عن انسؓ)

لغات:- مَنْ اَحَبَّ: جو چاہے، چاہتا ہے۔ اَنْ يَّسْاَلَ: کہ سوال کرے۔ فَلْيَسْاَلْ: پس چاہیے کہ وہ سوال کرے۔ وَاللّٰهِ: اللہ کی قسم۔ مَادُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا: جب تک کہ میں اس مقام پر موجود ہوں۔ عُرِضَتْ: پیش کی گئی، سامنے لائی گئی۔ اٰنِفًا: ابھی، اسی وقت، اول وقت۔ اَلْحَائِطِ: دیوار، احاطہ۔ لَمْ اَرَ: ہرگز نہیں دیکھا۔

(حم: امام احمد اپنی مسند میں۔ ق: بخاری ومسلم کے لئے)

ترجمہ:- (حضرت انسؓ سے مروی ہے، فرمایا حضور ﷺ نے) اگر کوئی شخص مجھ سے پوچھنا چاہتا ہے تو اُسے پوچھ لینا چاہیے (اُسے چاہیے کہ اس بات کی نسبت سوال کرے) پھر خدا کی قسم میں تمہیں اُس کے بارے میں خبر دوں گا، بتاؤں گا، جب تک کہ میں یہاں ہوں۔ اور اُس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اس وقت جنت و دوزخ میرے سامنے پیش کردیے گئے ہیں، اس دیوار کے عرض میں جب کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں۔ میں نے آج کے دن کی طرح کا خیر وشر کسی اور دن نہیں دیکھا۔

(یہ حدیث انس بن مالکؓ سے امام احمد نے اپنی مسند میں لکھی ہے)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُفِّفَ عَلٰى دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَتُسْرَجُ فَيَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهٗ وَلَا يَاْكُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ۔ (تجرید البخاری)

لغات:- خُفِّفَ: تخفیف کردیا گیا، ہلکا کردیا گیا۔ يَاْمُرُ: حکم دیتا ہے۔ كَانَ يَاْمُرُ: حکم دیتا تھا۔ دَوَابُّ: چوپایہ، یہاں مراد اسپ (گھوڑا) ہے۔ سَرْجٌ: زین۔ اَسْرَجَ يُسْرِجُ: زین لگانا۔ اَلْقُرْاٰنُ: حضرت داؤد علیہ السلام پر جو آسمانی کتاب نازل ہوئی تھی، زبور۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ" حضرت داؤد علیہ السلام پر کلام اللہ کا پڑھنا آسان کردیا گیا تھا۔ پھر وہ گھوڑے پر زین لگاتے (یعنی زین لگانے کا حکم دیتے) پھر اُن

کے گھوڑے پر زین لگائے جانے سے قبل ہی وہ "قرآن" (یعنی داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی کتاب ۔ زبور) پڑھ لیتے تھے اور وہ اپنے ہاتھ کی محنت ہی سے کھاتے تھے ۔ (یعنی اپنے ہاتھوں سے لوہے کا زرہ بکتر بنا کر اس کی اجرت پر زندگی بسر کرتے تھے)۔ (یہ حدیث تجرید البخاری میں ہے)

حضرت داؤد علیہ السلام گھوڑے پر زین کسنے تک تمام کلام اللہ پڑھ لیتے تھے ۔ اس سے یہ استدلال ہے کہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ تھوڑی سی دیر میں بول دینا بھی آسان تھا۔ سب چیز سرکارؐ کے سامنے کھول کر رکھ دی گئی تھی ۔

صاحبو! کسب حلال انبیاء علیہم السلام اور بڑے بڑے اکابر و بزرگان دین کا پیشہ رہا ہے ۔ "اکل حلال" اور "صدق مقال"، (یعنی حلال کھانا اور سچ کہنا) کی بدولت بڑے بڑے درجے عطا ہوتے ہیں ۔ حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ جو حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کے ماموں اور پیر تھے اور حضرت معروف کرخیؒ کے خلیفہ تھے، ابتداء میں پرانا سامان فروخت کیا کرتے تھے ۔ چنانچہ حضرت کا نام ہی حضرت سری سقطی مشہور ہے ۔ "سقط" کے معنی ہیں "پرانی چیزیں" چیز ۔ اسی طرح حضرت فرید الدین عطار جڑی بوٹی بیچا کرتے تھے ۔

بَابٌ : فِي كَلَامِهٖ تَعَالٰى

یہ باب ہے اللہ تعالیٰ کے کلام کے متعلق

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۔ (آیت ۱۶۴ ۔ النساء)

ترجمہ :- "اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے خوب کلام کیا، خاص طور پر باتیں کیں"۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ ۔ (آیت ۲۵۳ ۔ البقرۃ)

ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ان پیغمبروں میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا"۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ۔ (آیت ۶ ۔ التوبۃ)

ترجمہ :- "اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور اگر مشرکین میں سے کوئی ایک آپ سے پناہ کا طالب ہو تو آپ اُسے پناہ دیجئے تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لے"۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ ۔ (آیت ۷۵ ۔ البقرۃ)

ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ (قوم بنی اسرائیل کے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ) یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے اور پھر اُس میں تحریف کرتے اور اُسے کچھ کا کچھ کر ڈالتے ہیں ۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۔ (آیت ۲۷ ۔ لقمان)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا یوں بھی ارشاد ہے کہ "اور اگر زمین پر جس قدر درخت ہیں وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور یہ جو سمندر ہے اس کے علاوہ سات سمندر ہوں اور یہ سب سیاہی بن جائیں تو بھی خدا کے کلمات بھی ختم نہ ہوں گے"۔ (یعنی سب احاطۂ تحریر میں نہ آسکیں گے، مکمل لکھے نہ جاسکیں گے)۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ۔ (آیت ۵۱۔ الشوریٰ)

ترجمہ:- اور ارشادِ الٰہی یوں بھی ہے کہ "اور کسی بشر کی (حالت موجودہ میں) یہ شان، یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ سے کلام کرے مگر (ان تین طریقوں میں سے) وحی کے طور پر یا پس پردہ کسی حجاب سے یا پھر رسول، پیغمبر کو بھیجے۔

بَابٌ: فِي كَلَامِ النَّفْسِيِّ وَاللَّفْظِي

وَاِنَّ كَلَامَهٗ تَعَالٰی قَدِيْمٌ كَذَاتِهٖ وَظُهُوْرُهٗ وَتَعَلُّقُهٗ بِالْحَوَادِثِ حَادِثٌ

یہ باب کلام نفسی اور لفظی کے بیان میں ہے

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کلام بھی جس طرح اس کی ذات قدیم ہے وہ بھی (کلام) قدیم ہے

اور یہ کلام الٰہی کا ظاہر ہونا اور حوادث سے متعلق ہونا حادث ہے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَاِنَّهٗ فِيْۤ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ۔ (آیت ۴۔ الزخرف)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور یقیناً یہ (یعنی قرآن) ہمارے پاس اصل کتاب (یعنی علم الٰہی) میں ہے جو عالی مرتبت اور پُر حکمت ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ۔ (آیت ۲۲۔ البروج)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "بلکہ وہ قرآن مجید ہے "لوح محفوظ" میں ہے۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ (آیت ۱۔ القدر)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ہم نے بے شک قرآن کو قدر والی رات (لیلۃ القدر) میں اُتارا"۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ۔ (آیت ۲۔ الانبیاء)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اُن کے پاس اُن کے رب کی طرف سے کوئی ذکر ایسا نہیں آتا مگر یہ کہ یہ لوگ اُسے سنتے اور اُس سے کھیلتے ہیں، ہنسی مذاق اڑاتے ہیں"۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ۔ (آیت ۴۹۔ العنکبوت)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "بلکہ وہ آیات بینات (کھلی کھلی دلیلیں، واضح باتیں، صاف صاف احکام) ان لوگوں

کے سینوں میں ہیں، جنہیں علم دیا گیا ہے۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِیْ حَدِیْثِ السَّقِیْفَةِ۔ فَلَمَّا سَکَتَ خَطِیْبُ الْاَنْصَارِ اَرَدْتُ اَنْ اَتَکَلَّمَ وَ کُنْتُ زَوَّرْتُ مَقَالَةً اَعْجَبَتْنِیْ اُرِیْدُ اَنْ اُقَدِّمَهَا بَیْنَ یَدَیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَ کُنْتُ اُدَارِیْ مِنْهُ بَعْضَ الْحَدِّ۔ فَلَمَّا اَرَدْتُ اَنْ اَتَکَلَّمَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ "عَلٰی رِسْلِکَ"۔ فَکَرِهْتُ اَنْ اُغْضِبَهٗ فَتَکَلَّمَ وَکَانَ اَحْلَمَ مِنِّیْ وَ اَوْقَرَ۔ فَوَاللّٰهِ مَا تَرَکَ مِنْ کَلِمَةٍ اَعْجَبَتْنِیْ فِیْ تَزْوِیْرِیْ۔ اِلَّا قَالَ فِیْ بَدِیْهَتِهٖ مِثْلَهَا اَوْ اَفْضَلَ مِنْهَا۔ (تیسیر ج ۱)

لغات: سَقِیْفَةٌ: چھپرہ۔ حَدِیْثُ السَّقِیْفَةِ: چھپرے والی حدیث، واقعہ سقیفہ۔ یعنی جب حضورؐ سرور عالم ﷺ کا وصال ہوا تو صحابہؓ اس غم سے اس قدر بدحواس ہو گئے کہ کوئی آپے میں نہ رہا اور سیدنا فاروق اعظمؓ اسی غم کی حالت میں اس قدر بے خود ہو گئے کہ آپ نے تلوار بے نیام کر کے کہنا شروع کیا کہ "حضور رحمۃ العالمینؐ کی نسبت جو شخص یہ کہے کہ آپ نے انتقال فرمایا، میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضرت عمرؓ کے اس کہنے کے بعد سارے صحابہ دم بخود تھے۔ اتنے میں صدیق اکبرؓ تشریف لائے جو کچھ دیر پہلے کسی کام سے گئے ہوئے تھے۔ آپ نے یہ واقعہ دیکھا اور حضورؐ کے چہرے پر سے چادر اٹھا کر روئے انور کو بوسہ دیا اور اپنے حواس کو قابو میں رکھ کر فرمایا" لوگو! اگر تم محمدؐ کی عبادت کرتے ہو تو وہ بے شک فوت ہو گئے اور اگر تمہیں خدا کی عبادت کرنی ہے تو وہ زندہ اور موجود ہے"۔ آپ نے قرآن کی آیتیں تلاوت فرمائیں جس کا مفہوم یہی تھا وہ آیت یہ ہے (وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ..... الخ)۔

صدیق اکبرؓ کے اس کہنے کے بعد لوگوں کے ہوش کچھ ٹھکانے لگے۔ فاروق اعظمؓ خود فرماتے ہیں کہ "ابوبکرؓ نے جب آیات قرآنی کی تلاوت کی تو مجھے یہ محسوس ہونے لگا کہ یہ آیتیں میں نے صرف ابھی سنی ہیں" بہرحال صحابہ کرامؓ حضورؐ کے جنازہ کے ارد گرد جمع تھے کہ کسی نے دروازہ کے پاس باہر سے آ کر حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کا نام لے کر پکارا کہ "جس کام کے لئے حضورؐ نبی کریم نے اپنا وطن چھوڑا، زخمی ہوئے اور ہر قسم کی زحمت اٹھائی، آج اس کی جڑ کٹنے والی ہے۔ تم کس غفلت میں ہو؟ دیکھو! سقیفہ بنی ساعدہ میں مدینہ کے اصلی باشندے اپنے لئے ایک الگ خلیفہ تجویز کرتے ہیں"۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے اس خیال سے کہ اگر واقعی انصار نے اپنا خلیفہ الگ منتخب کر لیا تو قریش جو اپنی اعلیٰ نسبی اور شجاعت کے باعث ممتاز ہیں اسے گوارا نہیں کریں گے اور اس طرح ایک نیا فتنہ کھڑا ہوگا۔ فوراً حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کو ساتھ لے کر وہاں پہنچے اور اپنی حکمت عملی سے اس فتنہ کو دور فرما دیا۔ فَ: پس۔ لَمَّا: جب، جس وقت۔ سَکَتَ: سکوت اختیار کیا، خاموش ہوا، چپکا ہوا۔ خَطِیْبٌ: خطبہ دینے والا، قوم کی طرف سے کسی نمائندے کا کسی موقعہ پر تقریر کرنا جو دینی معاملات سے متعلق ہو" خطبہ" کہلاتا ہے۔
اَنْصَارٌ: مدینہ کے اصلی باشندے جنہوں نے حضورؐ کو مکہ سے لا کر اپنے ہاں ٹھہرایا، اور ہر طرح حضورؐ کی، اسلام اور مسلمانوں کی مدد کی۔ اَرَدْتُ: میں نے ارادہ کیا۔ اَنْ: یہ کہ۔ اِنْ: اگر۔ اِنَّ: بے شک۔ اَتَکَلَّمَ: میں کلام کروں۔ کُنْتُ: میں تھا۔ کُنْتُ زَوَّرْتُ: میں نے سوچ لیا تھا، میں نے تیاری کر لی تھی۔ مَقَالَةٌ: تقریر، مقالہ، خطبہ۔ اَعْجَبَتْنِیْ: مجھے بہت پسند آیا۔ کُنْتُ

أُدَارِيْ : میں مدافعت کرتا تھا، میں برداشت کرلیتا تھا۔ (دَارَہٗ یُدَارِیْہِ مُدَارَاۃً : مدافعت کرنا، نرمی برتنا) اَلْجِدُّ : تیز بات۔ عَلٰی رِسْلِکَ : اپنی جگہ رہو۔ فَکَرِہْتُ : پس مجھے ناگوار ہوا، گوارا نہ ہوا۔ اُغْضِبَہٗ : اُس کو ناراض کروں۔ غضب میں لاؤں۔ اَحْلَمُ : زیادہ حلیم۔ اَوْقَرُ : ذی وقار۔ وَکَانَ اَحْلَمَ مِنِّیْ وَاَوْقَرَ : اور مجھ سے زیادہ حلیم اور صاحب وقار تھے۔ تَزْوِیْرٌ : غور و فکر، تدبر۔ "فکر" کے بھی معنی ہیں، لیکن یہاں سوچ اور غور کے ہیں۔ فِیْ بَدِیْھَتِہٖ : اسی وقت بلا سوچے سمجھے۔ فی البدیہہ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس حدیث کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سے "حدیث سقیفہ" میں راوی ہیں کہ، "جب انصار کی طرف کا مقرر اپنی تقریر ختم کرچکا تو میں نے ارادہ کرلیا کہ کچھ کہوں اور میں نے (اس واقعہ کے متعلق کچھ اشارات) سوچ لئے تھے۔ ایک مقالہ جو مجھے اچھا معلوم ہوا، پسند آیا۔ میں چاہتا ہی تھا کہ اس مقالہ کو ابوبکرؓ کے سامنے پیش کروں اور میں برداشت کرلیتا تھا اُن کی بعض تیز باتوں کو۔ پس جب میں نے وہاں کچھ کہنے کا ارادہ کیا تو ابوبکرؓ نے فرمایا "تم اپنی جگہ رہو" ("ذرا ٹھیرو") مجھے ناگوار ہوا یعنی گوارا نہ ہوا کہ انہیں ناخوش کروں، غصے میں لاؤں (اُن کی بات نہ مان کر) پس ابوبکرؓ نے تقریر شروع کی۔ وہ مجھ سے زیادہ حلیم اور ذی وقار تھے۔ پس خدا کی قسم ہے ابوبکرؓ نے ایک بات بھی ایسی نہیں چھوڑی جو مجھے پسند تھی خود میرے سوچنے میں۔ مگر یہ کہ ابوبکرؓ نے اُسے کہہ دیا فی البدیہہ (بلا سوچے) ویسا ہی جیسا کہ میں نے سوچا تھا بلکہ اس سے افضل۔ (یہ حدیث "تیسیر" کی تیسری جلد میں بھی ہے)

بَابٌ : فِیْ کَرَاهِیَةِ السُّؤَالِ عَنِ الْقُرْآنِ اَمَخْلُوْقٌ هُوَاَمْ لَا ؟

باب اس بیان میں کہ "قرآن مخلوق ہے یا نہیں؟" ایسا سوال کرنا بھی مکروہ ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ کُنَّا عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِذْجَاءَهٗ رَجُلٌ یَسْاَلُهٗ عَنِ الْقُرْاٰنِ اَمَخْلُوْقٌ هُوَاَمْ غَیْرُ مَخْلُوْقٍ ؟ فَقَامَ عُمَرُؓ فَاَخَذَ بِمَجَامِعِ ثَوْبِهٖ حَتّٰی قَادَهٗ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ ۔ فَقَالَ یَا اَبَا الْحَسَنِ اَلَا تَسْمَعُ مَایَقُوْلُ هٰذَا ؟ قَالَ وَمَا یَقُوْلُ ؟ قَالَ جَاءَنِیْ یَسْاَلُنِیْ عَنِ الْقُرْاٰنِ اَمَخْلُوْقٌ هُوَاَوْغَیْرُ مَخْلُوْقٍ ؟ فَقَالَ عَلِیٌّ هٰذِهٖ کَلِمَةٌ وَسَیَکُوْنُ لَهَا عِزَّةٌ ۔ لَوْوُلِّیْتُ مِنَ الْاَمْرِ مَاوُلِّیْتَ لَضَرَبْتُ عُنُقَهٗ ۔ (نص فی الحجۃ۔ کنز جلد ۱)

لغات :۔ کُنَّا : ہم تھے۔ عِنْدَ : پاس، قریب۔ جَاءَہٗ : اُس کے پاس آیا۔ یَسْئَلُ : پوچھتا ہے۔ مَخْلُوْقٌ : جو پیدا کیا جائے، جو بنایا جائے، جس کی تخلیق ہو۔ اَمْ : یا۔ اَ : کیا۔ مَجَامِعُ : کنارہ، دامن۔ اَخَذَ بِمَجَامِعِ : دامن پکڑا۔ ثَوْبٌ : کپڑا۔ قَائِدٌ : پیچھے سے آگے کرنے والا، قیادت کرنے والا۔ قَادَ : آگے کیا۔ اَلَا تَسْمَعُ؟ کیا تم نہیں سنتے ہو؟ ذرا سنو تو سہی! هٰذِهٖ کَلِمَةٌ : یہ ایک بات ہے۔ آج یہ ایک معمولی بات ہے۔ وَسَیَکُوْنُ لَهَا عِزَّةٌ : عنقریب اس کا بڑا زور ہوگا، بہت غلبہ ہوگا۔ لَوْ : اگر، کاش۔ لَوْوُلِّیْتُ مِنَ الْاَمْرِ : اگر میں کچھ حکومت رکھتا۔ عُنُقٌ : گردن۔ لَضَرَبْتُ عُنُقَهٗ : البتہ میں اُس کی گردن اڑا دیتا۔

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہا انھوں نے، ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے
کہ ناگہاں ایک شخص اُن کے ہاں آیا۔ وہ پوچھنے لگا اُن سے قرآن کے متعلق کہ وہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟
پس حضرت عمرؓ اُٹھے اور اُس کے کپڑوں کا گریبان پکڑ لیا اور کھینچتے ہوئے اُسے حضرت علی ابن ابی طالبؓ
کے پاس لے گئے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا "اے ابوالحسن! کیا تم نے سنا نہیں کہ یہ شخص کیا کہہ رہا ہے"؟
انھوں نے پوچھا "کیا کہتا ہے وہ؟" کہا کہ وہ میرے پاس آیا ہے مجھ سے پوچھتا ہے قرآن کے
بارے میں کہ وہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ آج تو یہ ایک کلمہ ہے، معمولی بات ہے،
اور عنقریب اس کا بڑا زور ہوگا۔ اگر میں ایسی حکومت رکھتا جیسی آپ رکھتے ہیں تو میں اس کی گردن ہی
اُڑا دیتا۔ (یہ حدیث کتاب الحجۃ میں اور کنز العمال کی جلد اول کے صفحہ نمبر ۲ پر ہے)

صاحبو! اسلام اور مسلمانوں کو دشمنانِ اسلام نے اتنی تکلیفیں نہیں دیں جتنی کہ دوست نما دشمنوں نے۔ خود مسلمانوں میں ایسے مختلف العقاید لوگ پیدا ہوکر اس قدر فتنے بپا ہوئے کہ بعض دفعہ ان عقاید کے اختلافات کی بناء پر خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ چنانچہ معتزلہ فرقے نے عہدِ بنی عباس میں خوب زور پکڑا۔ مامونؔ، معتصم اور متوکل کے زمانے میں اس فرقہ کا ایک شخص ابوداؤد تھا جس نے قرآن کے مخلوق ہونے کے عقیدہ کو ان بادشاہوں کے ذہن نشین کر دیا۔ پھر کیا تھا احکم شاہی سے بزور شمشیر یہ عقیدہ پھیلایا جانے لگا۔ خاندانِ بنی عباس نے جس شان کی حکومت کی اُس کا اندازہ یوں اس سے ہوسکتا ہے کہ خلیفہ مامون رشید کی بارگاہ حکومت میں چھتیس ہزار پردے زربفت کے ایوانِ شاہی پر پڑے رہتے تھے۔ وہ خود بھی علم وفضل کا دلدادہ اور علم پرور تھا۔ لیکن اس فتنہ میں مبتلا کر دیا گیا تھا کہ قرآن کو مخلوق نہ مانیں تو خدا کی صفات میں شرک ہوگا۔ وہ دلیل یہ لاتے تھے کہ "اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ" (یعنی اللہ تعالیٰ ہر شئے کا خالق ہے) اس اعتبار سے خود قرآن بھی ایک شئے ہے۔ لہذا اس کا خالق خدا، اور قرآن مخلوق ہے۔ وغیرہ۔

حضرت احمد حنبلؒ اُس زمانے میں موجود تھے۔ آپ نے اس کا سختی سے انکار کیا اور فرقہ معتزلہ کے جوابات بھی دیئے مگر حکومت کا نشہ آدمی کو اندھا کر دیتا ہے۔ مامونؔ نے حضرت کے اس انکار پر برہم ہوکر قید کا حکم دے دیا تھا۔ گورنر نے انہیں قید کرکے مامون کے پاس بمقام رقہ روانہ کر دیا۔ مگر حضرت امام احمد حنبلؒ ابھی راستے ہی میں تھے کہ مامون کا انتقال ہوگیا اور مامونؔ کے بعد معتصم باللہ خلیفہ ہوا۔ یہ خود بھی اس غلط عقیدے پر قائم تھا۔ پس امام کو قید کر دیا گیا۔ آپ کو اس قدر تازیانے لگائے جاتے کہ آپ بے ہوش ہوجاتے، تلوار سے چرکے دیئے جاتے اور زمین پر لٹا کر روندا جاتا مگر امام حق پر قائم رہے۔ ایک دن معتصمؔ نے امام کو بالمشافہ اس عقیدے کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا "میرے سامنے قرآن کی کوئی آیت یا کوئی حدیث دلیل میں پیش کرکے قائل کرو تاکہ میں بھی غور کروں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اس مسئلہ کو جانتے تھے یا نہیں؟ اگر جانتے تھے تو اس کی تبلیغ فرمائی یا نہیں؟ اگر حضورؐ نے تبلیغ فرمائی ہے تو روایت بیان کرو۔ اور اگر حضرت ﷺ نے اس مسئلہ کو

بیان نہیں فرمایا تو پھر ہمیں کیا ضرورت کہ اس جھگڑے میں الجھ جائیں ۔ باوجود اس سنجیدہ دلیل کے معتصم نے غضب ناک ہوکر حضرت کے قتل کا حکم دے دیا ، اور خود معتصم کے سامنے آپ کو کوڑے لگائے گئے ۔ جیسے جیسے امام کے جسم پر کوڑے پڑتے آپ اللہ کی تسبیح فرماتے ۔ یہاں تک کہ کوڑوں کے مارے آپ بے ہوش ہوگئے اور جسم سے خون بہنے لگا ۔ معتصم اس حق کی قوت اور امام کے جرأت و استقلال کو دیکھ کر کانپ گیا اور امام کو آزاد کردیا ۔ پھر بھی یہ مصیبت کم نہ ہوئی ، یہاں تک کہ متوکل باللہ خلیفہ ہونے کے بعد اس نے امام کو اپنے دربار میں بلاکر آپ کے دلائل سنے اور ان سے متاثر ہوکر آپ کو بڑی تعظیم و توقیر کے ساتھ واپس کیا ۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنی ساری مملکت میں قرآن کے غیر مخلوق ہونے کا فرمان جاری کردیا ۔ اس طرح ہزاروں بے گناہوں کے قتل کے بعد یہ فتنہ دبا ۔

صاحبو ! یہ مسئلہ چونکہ بہت اہم ہے اس واسطے میں اس کی تھوڑی سی تشریح اور کردینا چاہتا ہوں ۔ ہر انسان جو بھی بات کرتا ہے پہلے اُسے اپنے دل میں سوچ لیتا ہے کہ وہ کیا کہے گا ؟ یہ اور بات ہے کہ وہ اس پر غور نہ کرے ۔ چنانچہ عرب اپنی زبان عربی میں ، اور ہندی اپنی زبان ہندی میں جو کچھ کہتا ہے اس کا مفہوم وہ اپنے دل میں پہلے سوچ لیتا ہے کہ وہ کیا کہے گا ؟ یہ اور بات ہے کہ وہ اس پر غور نہ کرے ۔ ورنہ وہ آم کہنا چاہے اور زبان سے املی نکل جائے تو لوگ اُسے دیوانہ ، فاتر العقل کہیں گے ۔ اسی طرح شاعر بھی شعر کو پہلے اپنے ذہن ، حافظہ اور دل و دماغ میں سوچتا ہے پھر زبان سے ادا کرتا یا کاغذ وغیرہ پر لکھ لیتا ہے ۔ پس ان مثالوں سے یہ بخوبی واضح ہوگیا ہوگا کہ دل یا ذہن میں جو بات سوچی گئی یا جو شعر بنایا وہ " کلام نفسی " ہے اور منہ سے جو ادا کیا گیا وہ " کلام لفظی " ہے ۔ اور یہ بھی ظاہر ہوچکا کہ " کلام نفسی پہلے ہوتا ہے اور کلام لفظی بعد " ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ " احمق " اور " عقل مند " میں کیا فرق ہے ؟ آپ نے فرمایا " عقل مند کا دل پہلے ہوتا ہے اور احمق کی زبان پہلے " ۔ یعنی عقل مند ہر بات زبان سے ادا کرنے سے پہلے یہ اچھی طرح سوچ لیتا ہے کہ اُسے کس طرح ادا کیا جائے ؟ کونسی بات کہنے کی ہے اور کونسی نہ کہنے کی ۔ برخلاف اس کے بیوقوف پہلے کہہ دیتا ہے اور بعد پچھتاتا ہے کہ " ہائے میں نے ایسا کیوں کہا ؟ کاش میں اس طرح کہتا ! مگر اس پچھتاوے سے کیا فائدہ ؟ کیوں کہ

ع منہ سے نکلی ، ہوئی پرائی بات

صاحبو ! " بانت سعاد " کا قصیدہ لکھ کر کعب بن زہیر نے رسول اکرم ﷺ کو سنایا اور حضورؐ نے انہیں ردائے مبارک عطا کی ۔ اب ہم اس قصیدے کو آج پڑھتے ہیں ۔ ہمارے اس طرح آج پڑھنے سے کیا وہ قصیدہ آج کا ہوجائے گا ؟ یا کعب بن زہیر کے زمانے کا یہ قصیدہ ہے ؟ ہم آج کے ہیں ، ہماری زبان آج کی ہے اور حادث ہے ۔ مگر قصیدہ تو آج کا نہیں ہے ۔ وہ تیرہ سو برس کا ہے ۔ چونکہ ہم اُسے آج پڑھتے ہیں ، لہذا ہمارا یہ پڑھنا آج کا ہے ۔ ہماری ہر چیز آج کی ہے مگر یہ قصیدہ آج کا نہیں ہے ۔ تیرہ سو برس کا ہے ۔

پس اسی طرح جب سے خدائے تعالیٰ ہے اس کا کلام بھی ہے ۔ ہماری زبان حادث اور آج کی ، ہماری آواز آج کی ، یہ قلم آج کا ، یہ کاغذ آج کا ، اور یہ لکھائی چھپائی آج کی ۔ مگر قرآن تو خدا کی طرح قدیم ہے ۔ خدائے تعالیٰ نے تو آدمؑ ہوں کہ

نوحؑ، موسیٰؑ ہوں کہ عیسیٰؑ، جو کچھ انبیاء کرام کہنے والے تھے یا انھوں نے کہا، ان سب کو جانتا تھا اور ہمیشہ سے جانتا ہے۔ اسی طرح قیامت تک کل حالات کو جانتا رہے گا۔ ہاں، حضرت موسیٰ علیہ السلام حادث اور وہ سارے واقعات جو ان کے زمانے میں ہوئے سب حادث۔ مگر خدائے تعالیٰ ان سب باتوں سے واقف ہے جو ہو چکیں یا ہوں گی۔ اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے جو واقعات ہوئے وہ علمِ الٰہی میں تھے۔ پس علمِ الٰہی قدیم، اور یہی "کلامِ نفسی" ہے جو قدیم ہے۔ البتہ اسی کو جب ہم بیان کرتے ہیں تو ہمارا بیان حادث۔ لیکن ہمارے بیان کے حادث ہونے سے خدائے تعالیٰ کے کلامِ نفسی پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ اور بیان کے حادث ہونے سے جو خبر بیان کی گئی وہ بھی حادث نہیں ہوسکتی۔

ان سب سے سیدھا سادھا جواب یہ ہے کہ جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے بیان نہیں فرمایا اس کا جاننا ہمارے لئے ضروری نہیں۔ پس ایسی بے کار منطق اور بیہودہ بحث میں مشغول ہونا اپنی عمر تباہ کرنا ہے۔ آدمی ایسی بات کرے کہ خود کو فائدہ ہو یا دوسروں کو۔ اور ایسی بات میں جس میں نہ اپنا فائدہ نہ دوسرے کی بھلائی تو ایسی لاطائل بات سے خاموش رہنا بہتر۔ مگر، صاحبو! آج کل یاوہ گوئی، بکواس، ہی کمال بھی جاری ہے۔ جو زیادہ بک بک کرتا ہے وہ آریٹر (Orator) سمجھا جاتا ہے۔ مقرر، خطیب مانا جاتا ہے۔ تقریر ہونے کے بعد ذرا آپ پوچھئے کہ اس تقریر کا خلاصہ کیا ہے؟ تو آپ کو کچھ بھی یاد نہ ہوگا۔ واہ واہ تو خوب ہوئی مگر فائدہ کسی کو کچھ نہ ہوا۔ زیادہ بکنا بے فائدہ ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

بَابٌ فِي الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ
قرآنِ مجید کے بیان میں

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۙ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ○ (آیت ۴۱۔ حٰمٓ السجدۃ)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اور بے شک یہ کتاب ایسی عزت والی ہے کہ اس کے پاس باطل نہ تو سامنے سے آسکتا ہے، اور نہ اس کے پیچھے سے (اس کے سارے احکام) خدائے تعالیٰ کے پاس سے ہی نازل ہوئے ہیں، اُتارے گئے ہیں، جو باحکمت بھی ہے اور لائق حمد وثنا بھی"۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: حٰمٓ (۱) وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ (۲) اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۳)۔

(آیت ۱ تا ۳۔ الزخرف)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "قسم ہے اس واضح کتاب کی (جو ہر حکم واضح اور صاف صاف بیان کرتی ہے) ہم نے اسے بزبانِ عربی نازل کیا، اس کی زبان عربی قرار دی تاکہ تم اپنی عقل وفہم سے کام لو"۔

جس زبان پر عربوں کا ناز تھا اُسی زبان میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کو اس لئے نازل فرمایا کہ وہ اپنی عجز بیانی کا اقرار کریں۔ وہ عرب جو دوسری قوموں کو زبان کے معاملہ میں، اپنے مقابلہ میں بے زبان (عجمی) ''گونگا'' کہتے تھے، ایسے عاجز ہوئے کہ اُن کے سارے علماء فصحاء مل کر بھی ایک آیت نہ بنا سکے اور یہی ماننا پڑا کہ ''یہ انسانی کلام نہیں ہوسکتا''۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَلَقَدْ جِئْنٰھُمْ بِکِتٰبٍ فَصَّلْنٰہُ عَلٰی عِلْمٍ ھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔
(آیت ۵۲۔ الاعراف)

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ'' اور ہم نے اس کتاب کو پہنچا دیا ہے اُن کے پاس۔ اس میں تفصیل کی گئی ہے علم کے ساتھ۔ یہ سراپا ہدایت ہے اور رحمت ہے (مگر کن لوگوں کے لئے؟) ایمانداروں کے لئے''۔

عَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ وَفَضْلُ الْقُرْاٰنِ عَلٰی سَائِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ۔ وَذَاکَ اِنَّہٗ مِنْہُ۔
(ھب عن عثمان فی الاسماء وَالصِّفَاتِ۔ کنز جلد اول)

لغات:۔ خیرکم: تم میں سے بہتر، صاحب خیر۔ مَنْ: جو، جس۔ سوالیہ صورت میں کون یا کس کے بھی معنی ہوتے ہیں۔ مِنْ: سے۔ تَعَلَّمَ: تعلیم حاصل کی، علم حاصل کیا۔ قُرْاٰن: پڑھنا، پڑھنے کی جگہ۔ اَلْقُرْاٰن: کلام اللہ، قرآن شریف۔ عَلٰی: پر، اوپر۔ اِلٰی: تک۔ اِلَیَّ: میری طرف، مجھ تک۔ سَائِر: جملہ، تمام۔ وَذَاکَ: اور یہ اس لئے کہ۔

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ''تم میں کا بہترین آدمی وہ ہے جو قرآن پڑھنا سیکھے اور اس کو سکھائے (خود صحیح علم حاصل کرے اور دوسروں کو اس کی صحیح تعلیم دے) اور قرآن کی فضیلت تمام کلام پر اتنی ہے جتنی کہ خدا کی فضیلت اس کی مخلوق پر اور یہ اس لئے کہ یہ اُسی سے ہے (قرآن اللہ تعالیٰ ہی سے تو ظاہر ہوا ہے)۔

(اس حدیث کی روایت بیہقی نے اسماء وصفات کے سلسلہ میں کی ہے)

عَلَیْکُمْ بِالْقُرْاٰنِ فَاتَّخِذُوْہُ اِمَامًا وَّقَائِدًا۔ فَاِنَّہٗ کَلَامُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الَّذِیْ ھُوَ مِنْہُ وَاِلَیْہِ یَعُوْدُ۔ فَاٰمِنُوْا بِمُتَشَابِھِہٖ وَاعْتَبِرُوْا بِاَمْثَالِہٖ۔ (ابن شاھین فی السُّنَّۃِ وَابْنُ مَرْدُوْیَہ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ)۔ (کنز ج ۱)

لغات:۔ عَلَیْکُمْ: تم پر واجب ہے، لازمی ہے۔ فَاتَّخِذُوْہُ: پس اُسے تم لے لو، پکڑ لو، تھام لو، اخذ کرلو۔ اِمَامًا: امام، سردار۔ قَائِدًا: پیشوا، رہبر، ہادی۔ یَعُوْدُ: عود کرتا ہے، لوٹتا، واپس ہوتا ہے۔ مُتَشَابِھَات: ایسی آیتیں جن کے معنی آسانی سے سمجھ میں نہ آئیں۔ یعنی کلام شریف میں اللہ تعالیٰ کے محکمات، یعنی اصولی باتیں واضح احکام ہیں اور بعض آیتوں کا اسی قسم کی دوسری آیتوں سے ملتا جلتا مفہوم ہے۔ عموماً اختلافات ان متشابہات میں ہوا کرتے ہیں۔ ایسے موقعہ پر حضور نبی

کریم ﷺ کے ارشادات سے جنہیں احادیث کہا جاتا ہے وضاحت ہوتی ہے اور اگر احادیث سے بھی پوری پوری وضاحت نہ ہوسکے تو صحابہؓ کے افعال و اقوال یا ان کے بعد کے حضرات جنہیں تابعی کہا جاتا ہے یا ان کے بعد کے لوگ جنہیں تبع تابعی کہتے ہیں یا پھر علمائے وقت کے اجتہاد سے مسائل کی دقت دور کی جاتی ہے۔ اِعْتَبِرُوْا: نصیحت حاصل کرو، عبرت لو۔ اَمْثَالٌ: مثال کی جمع۔ ابن شاہین: حضرت ابو جعفر عمر بن احمد بغدادی کی کنیت ہے۔ ابنِ مردویہ: حضرت ابوبکر بن موسیٰ اصفہانی کی کنیت ہے۔

ترجمہ:۔ تم پر واجب ہے کہ قرآن کو اپنا رہبر اور پیشوا بناؤ، کیونکہ وہ رب العالمین کا کلام ہے جو اُسی سے نکلا ہے اور اُسی کی طرف واپس ہوگا (کلام شریف کا مبدأ و منتہیٰ اللہ تعالیٰ ہی ہے) پس تم لوگ اُس کے "متشابہ" احکام پر (چون و چرا کے بغیر) ایمان لاؤ اور اُس میں دی ہوئی مثالوں سے عبرت لو۔

(اس حدیث کو ابنِ شاہین نے کتاب السنّت میں اور ابنِ مردویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث کنز العمال کی پہلی جلد میں بھی ہے)

قرآن کے متشابہات ہوں کہ اور کوئی فقہی مسئلہ اگر وہ عام طور پر صاف صاف سمجھ میں نہ آسکے تو ہر شخص من مانا مفہوم لے، یہ اچھا نہیں۔ ایسے موقعہ پر کسی عالم دین سے رجوع ہوکر دریافت کرلیں۔ قانونی معاملات میں ہر شخص کی رائے قابل لحاظ نہیں ہوتی۔ اس کی صحیح تعبیر واضعانِ قانون ہی کرسکتے ہیں یا پھر وکیل لوگ سمجھ اور سمجھا سکتے ہیں۔ اسی طرح بیماری کی تشخیص تو حکیم یا ڈاکٹر ہی کرسکتے ہیں۔ ورنہ "نیم حکیم خطرۂ جان" ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح دینی مسائل کی الجھن کو عالم دین ہی سلجھا سکتا ہے۔ ورنہ "نیم ملا خطرۂ ایمان" ہے۔ بے علم آدمی ایمان کی کشتی ہی ڈبوے گا۔

ع "او خویشتن گم است کرا رہبری کند" (یعنی وہ خود گمراہ ہے کس کی رہبری کرے گا)۔

اَلْقُرْاٰنُ هُوَ النُّوْرُ الْمُبِيْنُ وَالذِّكْرُ الْحَكِيْمُ وَالصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ۔ (هب عن رجل۔ كنز ج ١)

ترجمہ:۔ قرآن شریف کھلا نور ہے اور حکمت سے بھرا ہوا ذکر اور سیدھا راستہ ہے۔ (ھب سے مراد بیہقی کی شعب الایمان میں ہے)۔

کھلا نور، یعنی ایسی روشنی جس سے ہر چیز صاف صاف نظر آئے۔ قرآن کے احکام اسی طرح واضح ہیں۔ اس کی ہر آیت میں جو علمی بلاغت اور فصیحت ہے اس کا جواب نہ ہوسکا، اور نہ انشاء اللہ ہوسکے گا۔ جب انسان سیدھے راستہ پر چلنے لگتا ہے تو پھر اُسے بھٹکنے یا راستے کی تکلیف اٹھانے سے نجات مل جاتی ہے۔

كَانَ الْكِتَابُ الْاَوَّلُ يَنْزِلُ مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ عَلٰى حَرْفٍ وَّاحِدٍ وَنَزَلَ الْقُرْاٰنُ مِنْ سَبْعَةِ اَبْوَابٍ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ ۔ زَاجِرٌ وَّاٰمِرٌ وَّحَلَالٌ وَّحَرَامٌ وَّمُحْكَمٌ وَّمُتَشَابِهٌ وَّاَمْثَالٌ ۔ فَاَحِلُّوْا حَلَالَهٗ وَحَرِّمُوْا حَرَامَهٗ وَافْعَلُوْا مَا اُمِرْتُمْ بِهٖ وَانْتَهُوْا عَمَّا نُهِيْتُمْ عَنْهُ ۔ وَاعْتَبِرُوْا بِاَمْثَالِهٖ وَاعْمَلُوْا

بِمُحْکَمِهٖ وَاٰمِنُوْا بِمُتَشَابِهٖ وَ قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِهٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا۔

(ابن حزم ابن جریر فرک وابونصر السنجری فی الابانہ عن ابن مسعودؓ۔ (کنز جلد ۱)

لغات:- کَانَ: تھی۔ اَلْکِتَابُ الْاَوَّلُ: پہلی کتاب؛ سابقہ کتاب۔ مُحْکَمٌ: ایسی قرآنی آیتیں جن کا سمجھنا دشوار نہ ہو۔ مُتَشَابِهَات: ایسے احکام قرآنی جن کی تشریح حضورؐ نے فرمادی ہو یا آپؐ کے صحابہ کریں۔ سَبْعَة کا لفظ کئی اور بہت کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اور اس کے لفظی معنی سات (۷) کے ہیں۔ زَاجِرٌ: زجر و توبیخ کرنے والا۔ اٰمِرٌ: حکم کرنے والا۔ مَا اُمِرْتُمْ: تمہیں جو حکم دیا جائے۔ تم جس طرح حکم دیئے گئے ہو۔ اِنْتَهُوْا: رک جاؤ، نہ کرو، باز رہو۔

ترجمہ:- پہلے زمانہ کی کتاب ایک ہی قسم کی اور ایک ہی مقصد کے لئے ہوتی تھی۔ اس میں الفاظ بھی ایک ہی قسم کے تھے اور قرآن بہت سے ابواب پر مشتمل نازل ہوا ہے۔ اس میں حروف بھی متعدد ہیں۔ قرآن زجر و توبیخ کرنے والا ہے بری باتوں کے لئے، اور حکم دینے والا ہے حلال کاموں کا اور حرام سے بچنے کا۔ اس کے احکام واضح بھی ہیں اور متشابہ بھی (آسانی سے سمجھ میں نہ آنے والے) اس میں مثالیں بھی دی گئی ہیں۔ پس تم اس کے حلال امور کو حلال جانو اور حرام کو حرام ہی سمجھو۔ اور جن باتوں کا تمہیں حکم دیا گیا ہے وہی کرو اور جن سے منع کیا گیا اس سے باز رہو۔ اور اس کی دی ہوئی مثالوں سے عبرت لو۔ اس کے محکم قسم کے احکام پر عمل کرتے رہو۔ اور متشابہ قسم کے احکام پر (اعتراضات کرنے اور خیال گھتے لگانے کی بجائے) ایمان لاؤ اور کہو کہ "ہم ایمان لائے (سچے دل سے) یہ سارے احکام، قرآن پورے کا پورا، ہمارے پروردگار کی طرف سے آیا ہے"۔

(یہ حدیث حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابن حزم، ابن جریر، فرک اور ابونصر سنجری نے روایت کی ہے "ابانہ" اور کنز العمال میں بھی ہے)

لَيْسَ الْقُرْاٰنُ بِالتِّلَاوَةِ، وَلَا الْعِلْمُ بِالرِّوَايَةِ وَلٰكِنِ الْقُرْاٰنُ بِالْهِدَايَةِ وَالْعِلْمُ بِالدِّرَايَةِ۔

(اَلدَّیْلَمِیُّ عن انس۔ کنز جلد اول)

ترجمہ:- قرآن سے مطلب نرا پڑھنا نہیں (طوطے کی طرح رٹ لینا بے سود ہے) اور نہ علم سے مراد کسی حدیث کا روایت کردینا لفظاً لفظاً (بلا سوچے سمجھے) بلکہ قرآن سراپا ہدایت ہے اور علم سے مراد "درایت"، یعنی کسی شئے کا صحیح مفہوم لینا، اس شئے کی ماہیت سے آگاہی۔

(یہ حدیث حضرت انس بن مالکؓ سے دیلمی نے روایت کی ہے اور کنز العمال جلد اول میں بھی ہے)

اَلْقُرْاٰنُ ذُوْوُجُوْہٍ فَاحْمِلُوْہُ عَلٰی اَحْسَنِ وُجُوْھِہٖ ۔ (ابو نعیم عن ابن عباسؓ)

لغات: ذُوْ: صاحب، والا۔ وُجُوْہٌ: وَجْہٌ کی جمع، سبب۔ ذُوْوُجُوْہٍ: کئی وجوہ والا، کئی معنی والا، کئی پہلو والا

("ابو نعیم" حضرت احمد بن عبداللہ اصفہانی کی کنیت ہے)۔

ترجمہ:- قرآن شریف کے کئی پہلو ہیں، اس لئے ہمیشہ اس کے اچھے پہلو پر محمول کیا کرو۔

خواہ مخواہ کسی آیت کے معنی کو کسی غیر مفید پہلو کی طرف کھینچ تان کر کے لے جانا، یا جن باتوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اجمالاً بیان فرمایا ان کی تشریحات میں دل کے گھڑے نکتے نکالنا درست نہیں۔ مثلاً قرآن شریف میں حروف مقطعات ہیں جن کا صحیح مفہوم اللہ اور اس کے رسول ہی کو معلوم ہے۔ ہم ان کی تشریحات و تعبیرات میں کیوں الجھیں؟ اسی طرح بعض قوموں کا بلا کسی نام اور تخصیص کے ذکر کر دیا گیا ہے۔ ان سے کسی خاص قوم کو مختص کر دینا مناسب نہیں۔

(اس حدیث کو ابو نعیم حضرت احمد بن عبداللہ اصفہانی نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے)

اِنَّمَا ھَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِاخْتِلَافِھِمْ فِی الْکِتَابِ ۔ (مسلم عن عبد اللہ بن عمروؓ۔ کنزج ۱)

ترجمہ:- تم سے پہلے جو قومیں (اُمتیں) تھیں وہ اپنے اپنے زمانے کی کتاب اللہ میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں۔

(حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے حضرت امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں اسے روایت کیا ہے۔ کنز العمال جلد اوّل)

کِتَابُ اللّٰہِ ھُوَ حَبْلُ اللّٰہِ الْمَمْدُوْدُ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ۔

(ش و ابن جریر عن ابی سعیدؓ۔ کنزج ۱)

لغات: حَبْلٌ: رسی۔ مَمْدُوْدٌ: لمبی۔ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ: آسمان سے زمین تک۔ ش: سے مراد ابن ابی شیبہ ہیں۔

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن شریف) ایسی لمبی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے۔

(اس حدیث کو ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے ابو سعیدؓ سے روایت کیا ہے۔ کنز العمال جلد اوّل)

اوپر چڑھنے والے رسی کو لٹکتے اور اسے پکڑ کر چڑھ جاتے ہیں۔ یہاں آسمان سے مراد آسمانِ دنیا ہے جہاں مرنے کے بعد ہر ذی روح کو جانا ہے۔ پس جو قرآن کو اپنا رہبر بنائے گا وہ بہ آسانی قیامت کے سوال و جواب میں کامیاب ہو جائے گا۔ اور اس کی وہ ابدی زندگی مزے مزے سے بسر ہوگی۔ والحمد للہ۔

صاحبو! قرآن شریف حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ سے حضورؐ پر اترا۔ حضورؐ کے زمانۂ حیات میں ہر سال رمضان کے مہینے میں حضرت جبرئیلؑ پڑھتے اور حضورؐ سنتے۔ پھر حضورؐ پڑھتے اور حضرت جبرئیلؑ سنتے۔

چونکہ قرآن شریف کے پڑھنے اور سننے کا ذکر ہوا ہے۔ لہٰذا اس پڑھائی کی نوعیت کیا تھی، اس خصوص میں علم تجوید پر مختصر روشنی ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

"علم تجوید": یعنی قرآن کے ہر ہر لفظ اور حرف کو اس کے صحیح (۱) مخرج (۲) صفاتِ حروف (۳) وصل (۴) وقف اور (۵) ابتداء کے مقررہ اصولوں کے ساتھ پڑھنے کو "علم تجوید" اور اس طرح پڑھنے والے کو قاری کہتے ہیں۔ آج کل "قاری" کی ایسی "خواری" ہو گئی ہے کہ اصول سے ناواقف بھی ذرا گلا پھاڑ کر پڑھا اور "قاری" کہلانے لگا۔

علم قرآت (تجوید) ایک مستند علم ہے جو حضور نبی کریم ﷺ سے یوں تو سارے صحابہؓ نے سنا مگر فنِ قرآت میں حسبِ ذیل صحابۂ کرام حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابی ابن کعب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے سلسلۂ روایت قرآت جاری ہے اور اس کے مشہور سات امام، (۱) حضرت نافع مدنیؒ (۲) حضرت ابن کثیر مکیؒ (۳) حضرت ابو عمر بصریؒ (۴) حضرت ابن عامر شامیؒ (۵) حضرت عاصم کوفیؒ (۶) حضرت حمزہ کوفیؒ (۷) حضرت علی کسائیؒ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے دو دو راوی یا شاگرد ہیں۔ ان ساتوں آئمہ کے طریقۂ قرآت میں بعض بعض مقامات پر کچھ فرق ہے اور وہ فرق صرف اعراب و سکنات یا بعض ہم مخرج حروف کے ابدال کا ہے۔ یعنی کوئی امام مــد کو طویل کرتے ہیں کوئی متوسط یا قصر سے پڑھتے ہیں اور کوئی زیر کی طرف جھکا کر۔ اور یہ ہر ایک طریقہ حضور نبی کریمؐ سے سنا ہوا ہے۔ جیسا کہ بخاری کی حدیث حضرت عمرؓ سے مروی ہے جس میں حضرت عمرؓ نے حضرت ہشام بن حکیمؓ کو ایک دفعہ نماز میں سورۂ فرقان کو اس طریقے سے پڑھتے سنا جسے حضرت عمرؓ نے نہیں سنا تھا۔ پس حضرت عمرؓ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اُن سے دریافت کیا تو حضرت ہشامؓ نے کہا کہ میں نے حضورؐ سے اسی طرح سنا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے انھیں حضورؐ کے پاس لا کر عرض کیا۔ حضورؐ نے حضرت ہشامؓ سے وہ سورت پڑھوائی اور پھر حضرت عمرؓ سے بھی اسی سورت کو پڑھوایا۔ دونوں نے اپنے اپنے طریقے سے پڑھا۔ حضورؐ نے دونوں کی نسبت فرمایا "یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے"۔ پھر حضورؐ نے فرمایا۔ إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ (یعنی بے شک قرآن مجید سات طور پر اترا ہے۔ جو بھی طریقہ جس پر آسان ہو ویسا ہی پڑھے۔ (تجرید البخاری) ان ساتوں طریقوں سے پڑھنے والے کو "قاریٔ سبعہ" کہتے ہیں۔ اور بعد میں مزید تین شاگرد بھی اپنے کمال کی وجہ سے ائمہ قرآت میں شمار کئے گئے، جس کے سبب "آئمہ عشرہ" اور ان دسوں طریقوں سے پڑھنے والے کو "قاریٔ عشرہ" کہتے ہیں۔ الغرض ان حضرات کے طریقۂ قرآت کے اختلاف کے باوجود قرآن کے معنی و مفہوم میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا۔ اور یہ اختلاف ایسا ہرگز نہیں کہ اس سے قرآن کے معنی و مفہوم بدل جائیں۔

صاحبو! ہمارے پاس قرآن کانوں سے پہنچا ہے، آنکھوں سے نہیں۔ یعنی ہم نے ہمارے اُستاد سے اور اُنھوں نے اپنے اُستاد سے سنا۔ اسی طرح سلسلہ بہ سلسلہ حضور نبی کریمؐ تک ہر ایک نے اپنے اُستاد سے پہلے پڑھتے سنا، پھر خود پڑھ کر سنایا۔ نیز ہمیں حضورؐ نے لکھا ہوا قرآن نہیں دیا۔ بلکہ جیسے ہی حضرت جبرئیل آ کر حضور کو آیاتِ قرآنی سناتے، حضور فرماتے جاتے اور صحابہ زبانی جب کا جب یاد کر لیا کرتے اور صرف وہی صحابہؓ لکھتے جنھیں حضورؐ نے کتابت کی اجازت دی۔ اور بعض کو کتابتِ وحی کی خدمت بھی تفویض کی گئی تھی۔ یہ بھی یاد رہے کہ قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ اس کا ایک حرف نہ تو کم ہوا نہ اس میں زیادتی ہو سکتی ہے۔ حرف تو حرف ہے، زیر و زبر بھی اگر کوئی غلط پڑھے تو اللہ کے فضل سے

سیکڑوں بلکہ ہزاروں، لاکھوں حافظ موجود ہیں جو فوراً ٹوک دیں گے کہ یہاں غلطی ہوئی ہے۔ علم حدیث میں متواتر کے خلاف خبر احاد یا جھوٹی روایتوں کی ہمارے پاس کوئی اہمیت نہیں۔ علمائے احادیث نے فن حدیث کے اصول اس طرح مقرر کر دیے ہیں کہ جھوٹ اور سچ کا امتیاز ہو سکتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم اپنی کم علمی کے باعث اس فرق کو معلوم نہ کر سکیں۔ مگر علمائے حدیث اُسے پہچان سکتے ہیں۔

جب حدیث کی اس طرح جانچ کی گئی تو پھر قرآن، جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہو۔ اس میں کمی بیشی کا تصور بھی مسلمان کے نازیبا ہے۔ اس کے باوجود چند بد عقیدہ اور متعصب حضرات یہ پروپگنڈہ کرتے ہیں کہ قرآن میں کچھ کمی کر دی گئی ہے۔ ان کا یہ پروپگنڈہ ایک فتنہ ہے اور ایمان کو تباہ کر دیتا ہے۔ کیوں کہ خدا کی ذمہ داری پر حرف آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ان عیوب سے پاک ہے اور وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔

بَابٌ : فِي قُوَّتِهٖ وَ قُدْرَتِهٖ وَ شُمُوْلِهَا جَمِيْعَ الْمُمْكِنَاتِ

یہ باب ہے اللہ تعالیٰ کی قوت اور قدرت کے بیان میں اور اس مسئلہ میں کہ اس کی قوت اور قدرت تمام ممکنات اور مخلوقات پر شامل اور حاوی ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ (آیت ۱۸۹۔ ال عمران)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے"۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۔ (آیت ۴۔ القیمۃ)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" کیوں نہیں جی! اس کی انگلیوں کی پوری پوری درست کرتے، ٹھیک ٹھیک بنانے پر ہم ہی قادر ہیں"۔ (ہمیں ہر شئے کو سر سے پاؤں تک اور اس کے ضروری اعضاء کے ساتھ تناسب سے ٹھیک ٹھیک بنانے کی قدرت ہے۔ کسی کی کیا مجال اگر مکھی کا ایک پر تو بنا دیں۔ دنیا کے سارے سائنس داں مل کر ادنیٰ مخلوق مکھی یا مچھر ہی کیوں نہ ہو، اس کی ایک آدھ ٹانگ یا پر نہیں بنا سکتے)۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۔ (آیت ۱۹۔ الشوریٰ)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اور وہی ہے قوی، قوت والا، عزت والا، اور غالب و زبردست"۔

وَقَالَ تَعَالٰى : وَ اِنَّا عَلٰى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ۔ (آیت ۹۵۔ مومنون)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ یوں بھی فرماتا ہے کہ" اور ہم اس بات پر بھی قادر ہیں کہ جو وعدہ اُن سے ہم کر رہے ہیں وہ آپ کو دکھلا بھی دیں"۔

وَقَالَ تَعَالٰی : اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ ۔ (آیت ۵۸ ۔ الذاریات)

ترجمہ:- اور یہ بھی ارشاد باری ہے کہ " بے شک اللہ تعالیٰ خود ہی سب کو رزق دینے والا ، نہایت قوت والا متین و مستحکم ہے ۔

وَقَالَ تَعَالٰی : قُلْ فَمَنْ یَّمْلِکُ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّھْلِکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّہٗ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۔ (آیت ۱۷ ۔ المائدۃ)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ بھی ہے کہ " اے پیغمبر! ذرا آپ ان لوگوں سے یہ تو پوچھ لیں کہ کون ایسا ہے جو روک لے اس امر سے کہ اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم اور اُن کی والدہ اور اُن تمام کو جو زمین پر رہتے ہیں ہلاک کرنا چاہے ۔ یعنی کیا کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کو اس ارادے سے باز رکھے اور لوگوں کو ہلاکت سے بچا سکے؟ استغفر اللّٰہ ، اِرَادَۃُ اللّٰہِ غَالِبٌ عَلٰی اِرَادَۃِ النَّاسِ (اللہ تعالیٰ کا ارادہ مخلوق کے ارادے پر غالب تر ہے) وہاں تو " کُنْ " کا حکم الٰہی ہوا اور چیز " فَیَکُوْنُ " کی صورت لے کر نمودار ہوئی ۔ اسے صوفیائے کرام یوں بیان فرماتے ہیں ، " تجلی اسم الٰہی حقیقت شے پر جلوہ گر ہوئی کہ شے اپنے اعیان ثابتہ کے ساتھ ظہور پذیر ہوگئی ۔ اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ○

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ۔ (آیت ۱ ۔ المائدۃ)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے " ۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : ھُوَ الْقَادِرُ عَلٰی اَنْ یَّبْعَثَ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِکُمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِکُمْ اَوْ یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا وَّیُذِیْقَ بَعْضَکُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۔ (آیت ۶۵ ۔ انعام)

ترجمہ:- اور یوں بھی ارشادِ خداوندی ہے کہ " اللہ تعالیٰ اس پر پوری قدرت رکھتا ہے کہ تم پر عذاب بھیجے اوپر سے بھی اور تمہارے پاؤں تلے سے بھی ۔ اور تمہیں گروہ گروہ کر کے آپس میں ایک دوسرے سے مدبھیڑ کرادے ، یعنی بعض کو بعض سے لڑادے اور تلخی کا مزہ چکھادے ۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : اِنَّہٗ عَلٰی رَجْعِہٖ لَقَادِرٌ ۔ یَوْمَ تُبْلَی السَّرَآئِرُ ۔ فَمَا لَہٗ مِنْ قُوَّۃٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۔

(آیت ۸ تا ۱۰ ۔ الطارق)

لغات: رَجْعٌ : واپس ہوا ۔ رَجَعَ یَرْجِعُ رَجْعًا وَرُجُوْعًا : لوٹنا ، واپس ہونا ، پھر آنا ۔ یَوْمٌ : دن ۔ تُبْلٰی : اَلْاِبْلَاءُ آزمائش کی جائے ۔ سَرَائِر : (جمع سَرِیرۃ : بھید) اسرار ۔ یَوْمَ تُبْلَی السَّرَائِرُ : جس دن بھید ظاہر ہوں گے ، ساری قلعی کھل جائے گی جس دن اسرار کی آزمائش ہوگی ۔ قیامت کے دن ایسی بہت سی باتیں ظاہر ہوں گی جن کا وہم و گمان بھی نہ ہوگا ۔ اپنا

کیا اپنے سامنے اس طرح آئے گا کہ چھپائے نہ بن پڑے گا۔

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "بے شک وہ اللہ، اُس (انسان) کے دوبارہ پیدا کرنے (مر کر خاک اور ریزہ ریزہ ہوجانے کے بعد اُسے پھر اُٹھانے) پر قادر ہے۔ (یہ دوبارہ پیدا کرنا اور حشر ونشر اس دن ہوگا جس روز کہ ساری چھپی باتوں کی قلعی کھل جائے گی۔ پھر اس انسان کو نہ تو خود مدافعت کی قوت ہوگی نہ اُس کا کوئی حمایتی ہوگا)۔

صاحبو! ان آیات سے خدائے تعالیٰ کا قادرِ مطلق ہونا، اور اس کی قدرت وطاقت میں اُس کی خود مختاری ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ساری مخلوق پر غالب اور اُس کا ہر فعل عین حکمت اور کمال دانائی پر مبنی، اور اس کا ہر حکم اٹل اور یقینی ہے۔ اُس کے احاطۂ قدرت میں سارے عوالم، خواہ فضائے سماوی ہو کہ کائنات بری وبحری، یا مشتری ومریخ کی مخلوق ہو یا عطارد وزحل کی، یہ سب موجودات اُسی خالق یکتا وقادر بے ہمتا کی مخلوق ہیں۔ ان سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ہر طرح قادر وتوانا، لاشریک وبے مثال ہے۔ پچھلی قومیں بعث بعد الموت کو بھلا بیٹھی تھیں اس لئے فکرِ فردا سے بے نیاز اور شترِ بے مہار کی طرح اس دنیاوی زندگی کی آرائشوں میں اپنے آپ کو پورا پورا الجھا کر بیٹھ گیا تھا۔ ان کے نمائشی علماء اور خود ساختہ رہبروں نے سارا زور صرف اسی دنیاوی زندگی کو حسن مالی راحت وآسائش سے گزارنے پر صرف کروادیا، اور عاقبت کی نجات سے بے فکر کرواتے قوم کو یہ یقین دلادیا تھا کہ جب تک زندہ رہو خوب عیش اُڑاؤ، جی بھر کر ظلم کرو، البتہ مرنے سے پہلے ان معروف رہنماؤں کو نذرانہ دے دلا کر خوش کرلو تا کہ وہ مردے کے ساتھ ایک پروانۂ سفارش لکھ دیں اور اس کے ذریعہ اس عالم کے فرشتے انھیں بلا کسی پرسش کے ان کی خیالی جنت میں پہنچادیں۔ اس اعتقاد کو ان رہنماؤں نے اپنی قوم کے ذہنوں میں اس طرح بٹھادیا تھا کہ باوجود سچے ہادی اور پیغمبرانِ خدا کی بشارت اور انذار کے وہ زعم باطل نکل نہ سکا۔ انبیاء علیہم السلام کی متواتر تعلیم اور مسلسل مواعظ کے باعث ایک قلیل جماعت راہِ راست پر آجاتی تھی، مگر بیشتر حصہ اسی خوابِ خرگوش میں مست رہتا، اور انجام کار عذابِ الٰہی اُن کی سرزنش کرتا۔ اسی لئے قرآن میں بھی بعث بعد الموت پر بار بار اور طرح طرح سے توجہ دلائی گئی۔ اس کے باوجود آج بھی دُنیا میں اس نظریہ سے طرح طرح سے گلوخلاصی کی کوشش کی جاتی ہے۔ کہیں تو اس خیال سے کہ "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری"، مرنے والے کی لاش تک جلاکر اس کی راکھ بھی سمندر پار کردی جاتی ہے، کہ شاید راکھ باقی رہے تو اس کے ذروں کو یکجا کرکے ممکن ہے کہ زندہ کیا جاسکے۔ اور جب راکھ بھی نہ رہے گی تو پھر کس طرح بعث ہوسکے گی؟ کم از کم عقلِ انسانی اسے ماننے تیار نہیں، کیوں کہ مادہ پرستی کی وبا میں ہر شخص گرفتار ہوتا جارہا ہے، اور یہی سمجھا جاتا ہے کہ مادہ باقی رہے گا تو اس سے تبدیلیاں ممکن ہوسکیں گی۔ اور جب مادہ ہی فنا کردیا گیا تو پھر کیا ہوگا۔ کیوں کہ عقلِ انسانی نے حیرت سے پوچھا تھا جس کو قرآن نے بیان کیا کہ "قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ○ پوچھنے والے نے اپنے ہاتھ میں کسی مُردہ کی بوسیدہ ہڈی لاکر حضورؐ سے دریافت کیا تھا کہ" کیا اس طرح کی بوسیدہ ہڈیوں کو بھی زندہ کیا جاسکے گا؟ تو ارشادِ باری ہوا کہ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ○ (اے پیغمبر! تم کہہ دو کہ اسے وہی (خدا) زندہ کرے گا جس نے اُسے پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر چیز کی تخلیق کا بہترین علم رکھنے والا ہے)۔ ان ہڈیوں کو بلکہ ان کی اگر راکھ ہوجائے اور اس کا ایک

ایک ذرہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل جائے تو ان ساری صورتوں میں وہی اللہ اس مُردہ کو جس کی ہڈیاں یا راکھ خواہ منتشر ہو چکی، زندہ کرے گا اور اس میں شبہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا، جب اس بات پر غور کرلیا جائے کہ پہلی دفعہ جب کہ نہ ہڈی تھی نہ چمڑا، نہ ذرہ تھا نہ مادہ، ایسے وقت اور ایسی صورت میں جب مختلف ہیئتوں اور صورتوں سے نطفہ، مضغہ، علقہ، مخلقہ وغیر مخلقہ، پھر طفل، بعد ازاں جوان اور پیر بنایا گیا تو اب جب کہ وہ ایک دفعہ بن چکا، خاکہ تیار، مادہ موجود، پھر اس مادہ سے اصل شئے تیار کرلینا کسی طرح دشوار نہیں، بلکہ اب تو بہت آسان ہے۔ مشہور ہے کہ۔ ع "نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول" (یعنی نقش اُتارنے والا دوسرا نقش پہلے سے زیادہ بہتر اُتارتا ہے)

فِيْ كَمَالِ حِكْمَتِهٖ وَاِتْقَانِ صُنْعِهٖ
وَاَنَّهٗ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ مَا تَقْتَضِيْهِ الْفِطْرَةُ

یہ فصل اس باب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کامل ہے۔ اُس کی صنعت دُرست ہے، مضبوط ہے اور یہ بھی کہ اس نے ہر شئے کو وہی قوت عطا فرمائی جو کہ اُس کی فطرت کے اعتبار سے مقتضی تھی

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔
(آیت ۲۳۔ الانفال)

لغات:- لَوْ: اگر۔ لَاَسْمَعَهُمْ: البتہ انہیں سناتا۔ تَوَلَّوْا: پھر جائیں گے، روگردانی کریں گے۔ مُعْرِضُوْنَ: اعراض کرنے والے۔

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ" اللہ تعالیٰ اگر اُن لوگوں میں ذرا بھی خیر پاتا اور اُن کی فطرت میں ہدایت قبول کرنا ہوتا، تو البتہ (ضرور بہ ضرور) اُنھیں (ہدایت کی باتیں) سنا بھی دیتا (اور وہ قبول کرلیتے، مسلمان ہوجاتے مگر اللہ کے علم میں اُن کی فطرت ناقص ہے۔ اس لئے) اگر اُن کو سناتا بھی تو وہ اعراض کرکے پلٹ جاتے"۔

وَقَالَ تَعَالٰى: وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ۔ (آیت ۸۔ رعد)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: "اور ہر شئے اللہ تعالیٰ کے پاس ایک مناسب اندازہ اور مقدار سے ہے ہر ایک کی مقدار معین ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰى: قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا۔
(آیت ۸۴۔ بنی اسرائیل)

لغات: یَعْمَلُ! (عَمِلَ یَعْمَلُ عَمَلاً۔ کام کرنا) کام کرتا ہے۔ شَاکِلَتِهٖ! اس کا راستہ، طریقہ۔ اَهْدٰی: زیادہ ہدایت پانے والا۔ سَبِیْلاً: سَبِیْل، راستہ، طریقہ۔

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اے پیغمبر! اُن لوگوں سے کہہ دو کہ ہر شخص اپنی فطرت، اپنی طبیعت کے مطابق اپنے پسندیدہ راستے پر ہی چلتا، عمل کرتا ہے۔ پس تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ سیدھے راستے پر ہے"۔

صاحبو! ہر شخص اپنی فطرت کے اقتضاء کے بموجب کام کرے گا۔ مثلاً چور چوری ہی کرے گا، ڈاکو ڈاکہ ڈالے گا، زانی زنا کرے گا۔ یہ ناممکن ہے کہ چور چوری نہ کرے اور ڈاکو ڈاکہ نہ ڈالے۔ کیوں کہ اُس کی فطرت، اس کے اعیان ثابتہ اُسے مجبور کر رہے ہیں کہ وہ اپنے اعمال بموجب نظام العمل پورے کرے۔ اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ کوئی شریف آدمی چوری کرے، قتل کرے یا ڈاکہ ڈالے۔ کیوں کہ اُس کا عین ثابتہ، اُس کی فطرت، اُس کی طبیعت کا اقتضاء ان کاموں سے اُسے باز رکھتا ہے۔

واضح ہو کہ انسان کی فطرت چار قسم کی ہے۔

ایک فطرت: "نیک"، اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) معصوم، جس سے گناہ کا پیدا ہونا ناممکن ہو۔ ایسی فطرت پیغمبروں کی ہوتی ہے۔

دوسری قسم (۲) گناہ تو نہیں کرتا مگر اس سے گناہ ہونا ممکن ہے، ایسے شخص کو محفوظ کہتے ہیں۔ نِعْمَ الْعَبْدُ صُهَیْبٌ لَوْ لَمْ یَخَفِ اللّٰهَ لَمْ یَعْصِهٖ۔ صہیب کیا اچھا آدمی ہے، اُسے خدا کا خوف نہ ہوتا تو بھی خدا کی نافرمانی نہ کرتا۔ جیسے کہ ائمہ اور بڑے بڑے اولیاء کی فطرت۔ دوسری فطرت تائب کی ہے۔ گناہ کرتا ہے مگر انجام کار توبہ کر کے گناہوں کو چھوڑتا ہے۔

تیسری فطرت مُرتد کی ہے۔ اچھے اچھے کام کرتا ہے مگر آخر میں کفر پر مرتا ہے۔

چوتھی فطرت، اچھا کام کرنا اُس سے ممکن ہی نہیں۔ جیسے ابوجہل۔

ہر نیک کی نیکی ہے یقیناً دائم ۔۔۔ جو بد ہے بدی اُس سے مقرر قائم
یاں "جبر" کہاں ہے؟ یہ تو ہے "التزام" ۔۔۔ لازم، ملزوم کو رہے گا لازم

(معیار الحق منظوم حسرت صدیقی)

"جبر": یعنی خارجی قوت کا روکنا۔ "التزام": فطرتاً لازم و ضروری ہونا۔ جیسے برف کو ٹھنڈک۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَكُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا ○ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ○

(آیت ۱۲، ۱۳۔ بنی اسرائیل)

لغات:- اَلْزَمْنَا: ہم نے لازم کر دیا۔ طٰٓئِرَهٗ: اس کا اعمال نامہ۔ عُنُق: گردن۔

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے ہر چیز کو جدا جدا اور تفصیل سے پیدا کیا اور ہم نے ہر انسان کا عمل

اُس کے گلے کا ہار کر رکھا ہے۔

صاحبو! اللہ تعالیٰ نے چور کو چور ہی بنایا اور ساہو کو ساہو۔ ایسا بھی ہوا ہے نہ ہو سکے گا کہ ساہو نے چوری کی ہو۔ اگر ایسا مان لیا جائے تو پھر بنانے والے میں جہل لازم آئے گا۔ کیوں کہ اس نے ماڈل کے خلاف بنایا۔ (یعنی چور کے ماڈل کے مطابق چور اور ساہو کے مطابق ساہو) یا وہ شئے منشاء کے خلاف بن گئی (یعنی چاہتا تھا کچھ بنانا اور بن گیا کچھ) فرض کیجئے ایک مصور "گھوڑا" بنانا چاہتا تھا مگر وہ بن گیا "گدھا" یہ بڑا نقص ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ان عیوب سے پاک اور منزا ہے۔ اس نے قاتل کو پیدا کیا کہ قتل کرے۔ اس کے ساتھ یہ بھی اُس کے اعیان ثابتہ میں ہے کہ پولیس اُسے گرفتار کرے، چالان مرتب کر کے حاکم کے ہاں پیش کرے، اور حاکم عدالت اُسے قصاص یا سزائے موت کا فیصلہ صادر کرے۔ پس جس طرح زید نے قتل کیا اسی طرح اُسے سزا بھی ملی۔ نہ تو زید کا قصاص کرنا ظلم یا بے رحمی ہے اور نہ ہی زید کا قتل کرنے کا فعل اس کی اقتضائے طبیعت کے خلاف ہے۔

اللہ نے کیا سب کو سمجھ کر پیدا	ہر اک کی حقیقت کو خدا بھی جانا
حضرت اللہ ہے حکیم مطلق	ہر ایک کو اس نے اس کے لائق بخشا	(حضرت صدیقی)

بہر حال دنیا کے ڈرامہ میں مختلف چیزوں کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی ڈرامہ میں "برے شخص" کا کیرکٹر، کردار نہ بنایا تو وہ ڈرامہ ناقص ہے۔ وہ تصویر بھی ناقص ہے جس میں "شیڈ" (Shade) نہ ہو۔ ان سب چیزوں کا بنانا، دکھانا، کمال قدرت اور عین حکمت ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی: لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔	(آیت ۱۲۔ الشوریٰ)

لغات:- مَقَالِيْدُ: مقلاد کی جمع، کنجیاں۔ کنجیوں سے مراد وہ اسباب و ذرائع جن سے حاصل کر سکیں۔ اللہ کا ایک ایک نام ایک کنجی ہے۔ اسمائے الٰہی کے اثر سے ہی یہ چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ يَبْسُطُ: بسط کرتا ہے، کھولتا ہے، زیادہ کرتا ہے۔ يَشَآءُ: چاہتا ہے۔ لِمَنْ يَّشَآءُ: جسے وہ چاہے۔ يَقْدِرُ: قدر، اندازہ مقرر کرتا ہے۔ (یعنی محدود کرتا ہے)۔

ترجمہ:- "اور اللہ کا ارشاد یوں بھی ہے کہ اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمانوں اور زمین کی۔ جسے وہ چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جسے چاہے کم کر دیتا ہے۔ وہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے۔ (سب کی طبیعتوں سے بخوبی واقف ہے۔ ہر شئے کا علم صحیح صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے")۔

یہ ہمارا تجربہ ہے کہ بعض، اللہ کے نیک بندے تکلیف و عسرت سے بسر کر رہے ہیں اور بعض سرکش و نافرمان اشخاص مرغ روٹی اُڑا رہے ہیں۔ رہنے کو بنگلہ کوٹھی، چلنے پھرنے کو گاڑی، گھوڑا، موٹر، جہاز موجود ہیں۔ خدمت کو اُن جیسے ہی کئی ملازم۔ دولت کا یہ حال کہ بے محل و فضول صرف کرنے پر بھی تجوریاں اُبل رہی ہیں۔ آخر یہ فرق کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ معیار زندگی اور معیار انسانیت میں بڑا فرق ہے۔ دوست سے، جتنی آزمائش ہوگی محبت اسی قدر بڑھے گی۔ ظاہر ہے کہ آزمائش میں

پار اترنے کا راستہ تکالیف، نقصانات، دکھ درد، رنج و غم کی گھاٹیوں سے پٹا پڑا ہے۔ اسے پار کر لینا ہر بوالہوس کا کام نہیں۔ بلکہ
ع جن کے رتبے ہیں سوا، ان کو سوا مشکل ہے انسانیت کا معیار بقول ظفر مرحوم یہ ہے کہ۔

ظفر آدمی اس کو نہ جانئے گا ہو وہ کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا

جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی، جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

انسان اگر عیش کی گھڑیوں کو غفلت میں یادِ خدا سے چھوٹ کر گزار دے تو انسان نہیں بلکہ حیوان سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ جانور بھی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مصروف رہتے ہیں۔ طوطی کو "ہو" کی رٹ ہے اور قمری کو کوک بھی اسی کی یاد میں ہے۔ غرض کہ پرند، چرند و درند سب اسی معبودِ برحق کے گن گا رہے ہیں۔ مگر غافل انسان دولت کے نشہ میں اپنے محسن، اپنے خالق، اپنے معطی کی یاد ہی سے غافل رہے۔ افسوس! ع ظفر یا در کار یا آزار یا۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (آیت ۳۰۔ روم)

لغات: فِطْرَت: پیدائش، جنم، عقلمندی، صورت۔ فَطَرَ: پیدا کیا۔ بنایا۔ فَطَرَ یَفْطُرُ فَطْرًا: بنانا، ابتداء کرنا۔ اَلْقَیِّمُ: درست، سیدھا، قائم۔

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: یہ اللہ کی فطرت، علمِ الٰہی، عادث اللہ ہے، عین ثابتہ ہے، حقائقِ اشیاء ہے کہ جن کے بموجب اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اس کی تخلیق میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ یہی ہے دینِ قائم، سیدھا راستہ لیکن اکثر لوگ لاعلم ہیں، ناواقف ہیں۔

صاحبو! کسی شئے میں تبدیلی کی ضرورت تو جب پیش آئے گی کہ یا تو خود اس شئے میں نقص ہو یا اس کی اس حالت میں موجودگی کے باعث ماحول کی دوسری چیزوں کو نقصان ہو۔ ورنہ اچھی چیز کو بدلنے کا خیال ایک سنجیدہ دماغ میں تو نہیں آ سکتا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ کسی شئے کے اچھے پن سے واقف ہر کس و ناکس نہیں ہو سکتا۔ ماہرِ فن ہی کو یہ حق حاصل ہے، ورنہ ع کارِ بوزینہ نیست نجاری (بڑھئی کا فن بندر کے کرنے کا کام نہیں ہے) کی مثال ہو گی۔ پس اللہ میاں کی پیدا کردہ چیزوں میں نقص نکالنے والا، اللہ میاں سے زیادہ واقف و ماہرِ فن ہونا ضروری ہے۔ ورنہ اندازہ کیا جائے کہ وہ شئے معمولہ کس مقصد کے تحت بنائی گئی ہے۔ ع قدرِ جوہر شہ بداند یا بداند جوہری (جوہر کی قدر بادشاہ جانتا ہے یا پھر جوہری پہچان سکتا ہے) بہرحال ہم کو اپنا فرض ادا کرنا چاہئے۔ اور تقدیر میں جو لکھا ہے وہ تو ہو کر رہے گا۔ یہ بڑی غلطی ہے کہ رہیں جھونپڑی میں اور خیالات پائیں شاہی محل کے۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی۔ (آیت ۵۰۔ طٰہٰ)

لغات:- اَعْطٰی: عطا کیا، دیا۔ ثُمَّ: پھر۔ ھَدٰی: ہدایت کی، راہ دکھائی۔

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (بزبان موسیٰ) ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر شئے کو دولتِ خلقت سے سرفراز کیا

پھر ہدایت کی، سیدھی راہ دکھائی۔ پیغمبر بھیجے تاکہ گمراہی سے نکال کر صحیح راستہ پر چلائیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَلَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ۔ (آیت ۷۔ السجدۃ)

لغات: اَحْسَنَ: بہتر بنایا، اچھا بنایا۔

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ بھی ہے کہ "اللہ تعالیٰ وہی تو ہے جس نے ہر شئے کو بہتر طریقہ سے پیدا کیا"۔

صاحبو! اللہ تعالیٰ نے عورت کو عورت بنایا اور اس کے جسم کی ساخت، سڈول پن سب کچھ اس کے اعتبار سے بنائے۔ مرد کو مردانہ جسم عطا فرمایا۔ امیر کے جسم کی نزاکت اس کے لئے مخصوص ہے۔ غریب کو دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے قابل بنایا۔ سرد ملک کے باشندے کو سردی کا متحمل بنایا اور گرم علاقہ کے رہنے والے کو گرمی کا مقابلہ کرنے کے قابل بنایا۔

دیتا ہے ہر اک کو حکیم جس کی جیسی طبیعت ہے

وہی نمایاں ہوتا ہے جس کی جیسی فطرت ہے (حسرت صدیقی)

فِیْ اِحَاطَتِهٖ تَعَالٰی بِمَخْلُوْقَاتِهٖ ذَاتًا وَّ عِلْمًا وَّرَحْمَةً

باب: اللہ تعالیٰ مخلوقات کو احاطہ کیا ہوا ہے۔ اس کی ذات سب پر محیط ہے

اور اس کا علم سب پر محیط اور سب پر حاوی اور اس کی رحمت بھی سب کو اپنے میں سموئے ہوئے ہے

بعض نادان لوگ کہتے ہیں کہ ذات الٰہی مخلوقات کی ذاتوں کو احاطہ کئے ہوئے نہیں ہے البتہ اس کا علم سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ وہ عرش پر بیٹھا ہوا ساری مخلوقات کو دیکھ رہا ہے۔ یہ ان کا اپنا ذاتی خیال ہے۔ مگر ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ کوئی چیز ذات الٰہی سے باہر نہیں ہے۔ نہ اس کے علم سے باہر ہے نہ اس کی رحمت سے باہر۔ اگر خدا کی ذات اور مخلوقات کی ذات جدا جدا ہو تو یہ بھی ایک قسم کا شرک ہے۔ بندہ ایک آن کے لئے بھی خدا سے جدا نہیں رہ سکتا۔

یہ بات یاد رکھو! آفتاب کی روشنی اگر چاند پر نہ پڑے تو وہ کالا ٹھیکرا نظر آئے گا۔ اگر کوئی اس بات کو نہ سمجھے اور لگے یہ دعویٰ کرنے کہ آفتاب سے چاند روشنی نہیں لیتا بلکہ چاند کی روشنی الگ اور سورج کی الگ، چاند کی روشنی ٹھنڈی اور آنکھوں کو سرور بخشنے والی، آفتاب کی روشنی بے حد گرم آگ سے زیادہ تپتی ہوئی اور روشن ہے وغیرہ وغیرہ۔ اگر اس قسم کے دلائل پیش کرے تو کیا کوئی سمجھ دار آدمی اس "حجت کٹھکوری" (حجة الفهقری) پر کان دھرے گا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ایسی کج بحثی کو مجذوبانہ بڑ سے تعبیر کیا جائے گا۔ پس اسی طرح معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے وجود سے ساری مخلوقات کا وجود ہے اور اسی کو صوفیہ "ہمہ اوست" کہتے ہیں۔ اس مسئلہ کو فقیر نے ایک علیحدہ مضمون "مکاتیب عرفان" میں کسی قدر وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ اور علمائے کرام کے مختلف عقائد معرفت کو اس میں تفصیل سے بتایا گیا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ۔ (آیت ۵۴۔ فصلت۔ حٰم السجدہ)

لغات:- اَلَا: خبردار، ہوشیار ہوجاؤ، غور سے سنو۔ بِکُلِّ شَیْءٍ: ہر چیز پر، کل چیزوں پر۔ مُحِیْطٌ: گھیرا ہوا، قبضہ میں لیا ہوا، دائرہ کے اندر لیا ہوا۔

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "خبردار! یاد رکھو! (اللہ تعالیٰ) ہر چیز کو اپنے احاطہ (قبضہ) میں لیا ہوا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ۔ (آیت ۱۹۔ البقرۃ)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے"۔ (کافر بھی اللہ کے احاطہ اور قدرت کے چنگل سے نکلے ہوئے نہیں۔ ان کا ٹینٹوا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ جب چاہا دبا دیا اور سانس تک نہ لے سکے)۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ۔ (آیت ۱۰۸۔ النساء)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ بھی ہے کہ "اللہ تعالیٰ (لوگوں کے سارے اعمال) کہ جو کچھ وہ کرتے ہیں اُن سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے"۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۔ (آیت ۹۲۔ ھود)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ حضرت شعیب علیہ السلام پیغمبر کی زبان سے اُن کی قوم کے سوالات کے جواب میں یوں کہلوا رہا ہے کہ اے شعیب! تم ان سے یوں کہہ دو کہ "بلا کسی شک و شبہ کے میرا پروردگار (تمہارے سارے اعمال کو) جو کچھ تم کر رہے ہو ان سب کو اپنے احاطہ کے اندر لے رکھا ہے"۔

یہاں "اِنَّ رَبِّيْ" ہے۔ پرورش کرنے والا، ہر ایک کو اس کے کمال کو پہنچانے والا خدا کے سوا کوئی اور ہو نہیں سکتا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۔ (آیت ۱۲۔ طلاق)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا، اس کا علم صحیح رکھتا اور اُسے احاطہ کئے ہوئے ہے"۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا ۔ (آیت ۷۔ مؤمن)

(اور اللہ تعالیٰ اُن فرشتوں کی زبان سے جو حاملانِ عرش ہیں اور اس کے اطراف تسبیح و تحمید ربانی میں مشغول ہیں ایمانداروں کے لئے اس طرح دعا کرنے کا حکم دیتا ہے کہ اے فرشتو! تم کہو:)

ترجمہ:- "اے ہمارے پروردگار! تیری رحمت اور علم نے ساری چیزوں کو اپنے احاطہ میں لے رکھا ہے۔ پروردگار تو اپنی مرحمت اور علم کے لحاظ سے ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے، تیری رحمت اور تیرے علم میں ساری مخلوقات کی گنجائش ہے"۔

صاحبو! ان آیاتِ قرآنی سے صاف ظاہر ہے کہ ساری چیزیں خواہ وہ زمینی ہوں کہ آسمانی یا اور کسی ستارہ کی مخلوق ہو، اور خود ستارے چاند سورج آسمان زمین، ہر بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز خواہ وہ ایک ذرّہ بے مقدار ہو کہ ہمالہ پربت،

جن و انس، فرشتے اور شیاطین، مخلوق ہو کہ خبیث ارواح، کافر ہوں کہ مسلمان یہ سب دستِ قدرت میں ہیں۔ دائرہ ربانی سے کوئی چیز باہر نہیں نکل سکتی۔ مگر اس کا احاطہ، اس دائرہ کا چکر ایسا ہے کہ اس کے سمجھنے میں بڑے بڑے فلاسفر چکر میں ہیں۔ بڑے بڑے دہریے، مادہ پرست اس قدرتی احاطہ سے نکلنے کی بڑی جستجو کرتے ہیں۔ مگر "گرگٹ کی دوڑ باڑہ تک"۔ وہاں جا کر اس طرح پھنس جاتا ہے کہ لاکھ اُلٹا پلٹا کر سر پٹکے اب راستہ کہاں؟

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے ۔ مرکے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے (حضرت صدیقی)

اس میدانِ حشر میں جب پکڑے پکڑائے، کشاں کشاں آئیں گے اور کہنے والا کہے گا کہ "یَوۡمَئِذٍ اَیۡنَ الۡمَفَرُّ"۔ اے آج کہاں بھاگ کر جا سکتے ہو؟۔ وہ دن کی زندگی میں تو دنیا میں بڑی کود پھاند کی۔ بلی کی طرح آنکھ بند کرکے ساری دنیا کو اندھا سمجھا۔ ارے کیا خاک سمجھا۔

تعقل کے کٹتے ہیں پر اس جگہ ۔ تفکر کے جلتے ہیں پر اس جگہ

یہاں جاننے کا دعویٰ کرنے کا منہ بھی کھولنا حماقت ہے، سفاہت ہے، جہالت ہے۔ رباعی

اللہ تعالیٰ ہے ہر اک شئے پہ قدیر ۔ اور اس کی ذات ہے سمیع اور بصیر

ہوں یہ صفات برق پاروں میں کہاں ۔ اتنا بھی نہ سمجھا تو یہ تیری تقدیر (حضرت صدیقی)

فِی اَنَّہٗ تَعَالٰی خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ ۔ (یہ باب اس مسئلہ کے تعلق سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے)

اس بات سے کون انکار کرسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ سب کو اسی نے پیدا کیا اور تمہارے کاموں اور تمہارے خیالات کا بھی خالق حقیقی وہی ہے۔ رباعی

کب ذرّے میں ہے یہ سکون و حرکت ۔ کب اس میں نمایاں ہے یہ جوشِ اُلفت

پتہ ہلتا نہیں ہے بے حکمِ خدا ۔ ایماں ہی ہے اور یہی ہے حکمت (حضرت صدیقی)

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ ہُوَ الۡوَاحِدُ الۡقَہَّارُ ۔ (آیت ۱۶ ۔ رعد)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر حضور رحمتِ دوعالم سے، جب کفار عرب اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کی نسبت اپنے لایعنی قول پیش کررہے تھے تو اُن کا یوں جواب دینے کے لئے ارشاد فرماتا ہے ("اے پیغمبر!) تم ان مشرکین اور کفار سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے، وہ اکیلا ساری قوتوں سے زبردست اور غالب و قہار ہے"۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: خَلَقَ کُلَّ شَیۡءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقۡدِیۡرًا ۔ (آیت ۲ ۔ الفرقان)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور درست انداز سے اُسے مقرر فرمایا"۔ اُس نے ممکنات میں سے ہر موجود شئے کو پیدا کیا اور پھر اُن میں سے ہر ایک کا الگ الگ انداز مقرر کردیا۔ کیا مجال کہ کوئی شئے اس اندازے سے بال برابر کم و بیش تو ہوجائے، ناممکن۔ اگر ایسا ہوتا تو نظامِ عالم

درہم برہم ہوجاتا اور یہ حکیمانہ فعل نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ خالق بھی ہے، علیم بھی، حکیم بھی۔ اُسے ہر چیز کا علم صحیح بھی ہے اور ہر چیز کی حکمت سے وہی واقف ہے۔ انسان ضعیف البیان ثمّنہٖ قدرت میں دم بھی نہیں مار سکتا۔ رباعی

اللہ نے کیا سمجھ کے سب کو پیدا ہر اک کی حقیقت کو جدا بھی جانا
حضرت اللہ ہے حکیم مطلق ہر ایک کو اس نے اس کے لائق جانا (حضرت صدیقی)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۔ (آیت ۳۔ الفرقان)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اور اُن مشرکین نے، بے دینوں نے (باوجود اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کے) اسے چھوڑ کر دوسروں کو دیوتا مانا۔ یہ خیالی دیوتا کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے، وہ خود ہی تو پیدا کئے گئے ہیں"۔ اُن کا بنانے والا وہی خالق مطلق واحد و یکتا ہے۔ بھلا ساری دنیا کے لوگ مل کر ایک مکھی یا مچھر تو کیا، اس کے ایک پر کو نہیں بنا سکتے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔ (آیت ۱۰۱۔ الانعام)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ" اور اُسی نے ہر چیز کو پیدا کیا، اور اُسی کو ہر چیز کا صحیح علم ہے"۔ وہی خوب جانتا ہے، ہر چیز کی کنہ (یعنی حقیقت) سے اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۔
(آیت ۱۰۲۔ الانعام)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوں بھی ہے کہ" نہیں ہے کوئی معبود برحق مگر وہ یعنی اللہ۔ وہی سب کا خالق (پیدا کرنے والا ہے)۔ پس تم سب اُسی کی عبادت (بندگی) کرو اور وہی ہر ایک کا کارساز (کام بنانے والا، وکیل) ہے"۔

سب کے کام بنانے والا وہی ہے۔ کارساز مابہ فکر کارما ؛ فکرِ ما در کارِما آزارِ ما۔ (ہمارے کام بنانے والا خود ہمارے کاموں کی فکر کر رہا ہے۔ اب اپنے کاموں کے لئے ہمارا فکر کرنا ہمارے لئے بے جا زحمت اور مصیبت ہی ہے)

ہمارا پروردگار جس نے ہمیں پیدا کیا وہ ہمارے لئے ایک معین پروگرام مقرر فرما کر اس کی نگرانی فرما رہا ہے۔ ساری مخلوق کی فکر اُسے ہے اور اس نے اپنے فضل سے اس ذمہ داری کو قبول فرمالیا ہے لیکن ہم ہیں کہ اپنی بیہودہ خیالی سے اپنے لئے بڑے بڑے منصوبے بناتے جارہے ہیں، اور شیخ چلی کی گت ہورہی ہے۔ جس کا انجام سوائے تباہی و رسوائی کے اور کیا ہوسکتا ہے؟ کیوں کہ ع وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔

بَابُ الْاِيْمَانِ بِالْقَدْرِ

یہ باب تقدیر پر ایمان رکھنے کے بیان میں ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔ (آیت ۳۸ ۔ الاحزاب)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور اللہ تعالیٰ کا کام، ایک تقدیر ہے جو اندازے کے ساتھ (پہلے سے) مقرر کیا ہوا ہوتا ہے"۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ۔ (آیت ۴۹ ۔ القمر)

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے "بے شک ہم نے ہر چیز کو دُرست انداز سے مقرر کر کے خدائی نظام العمل پیدا کیا ہے"۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا۔ (آیت ۳ ۔ الطلاق)

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوں بھی ہے کہ "بے شک ہم نے ہر چیز کے لئے ایک نظام العمل، ایک پروگرام بنا رکھا ہے"۔

عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: سُئِلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ۔ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ۔ اَلْاٰيَةَ۔ قَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْاَلُ عَنْهَا۔ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ بِيَمِيْنِهٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ "خَلَقْتُ هٰؤُلَاءِ لِلْجَنَّةِ وَبِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ يَعْمَلُوْنَ"۔ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ بِيَمِيْنِهٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ "خَلَقْتُ هٰؤُلَاءِ لِلنَّارِ وَبِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ يَعْمَلُوْنَ"۔ فَقَالَ رَجُلٌ فَفِيْمَا الْعَمَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلْجَنَّةِ اِسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَمُوْتَ عَلٰى عَمَلٍ مِنْ اَعْمَالِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُدْخِلَهُ بِهِ الْجَنَّةَ، وَاِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلنَّارِ اِسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى يَمُوْتَ عَلٰى عَمَلٍ مِنْ اَعْمَالِ اَهْلِ النَّارِ فَيُدْخِلَهُ بِهِ النَّارَ"۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ)

لغات:۔ سُئِلَ: سوال کیا گیا۔ مَسَحَ: چھوا، ہاتھ پھیرا۔ وضو میں مسح کرنے کا مطلب بھی ہے کہ بھیگا ہاتھ سر یا گردن وغیرہ پر پھیرا جائے۔ تیمم یا موزوں پر مسح کا بھی یہی مطلب ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکم خدا سے کسی بیمار، مادر زاد اندھے، کوڑھی، جذامی پر اپنا ہاتھ پھیر دیتے تھے اور وہ بھلا چنگا ہو جاتا تھا۔ اسی لئے آپ کا لقب "مسیح" ہو گیا۔ بعد میں یہ نام اظہارِ

اس لئے دیا جانے لگا کہ وہ بھی بیمار کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نبض دیکھتے اور اس سے مرض معلوم کر کے ازالہ کیا کرتے تھے۔ ظَھْر: پیٹھ، پچھلا حصہ، پشت۔ ظَھَرَ یَظْھَرُ ظُھُوْرًا۔ ظاہر ہونا۔ یَمِیْن: سیدھا۔ اس کے مقابل یَسَار ہے یعنی بایاں۔ اِسْتَخْرَجَ: نکالا۔ ذُرِّیَّۃ: اولاد۔ فَفِیْمَ الْعَمَلُ: پس عمل کیوں کریں؟ پھر کام سے کیا فائدہ؟ حَتّٰی: یہاں تک کہ۔ یَمُوْتُ: مرتا ہے۔ مَاتَ یَمُوْتُ مَوْتًا: مرنا۔

ترجمہ:۔ حضرت مسلم بن یسارؒ سے روایت ہے، اُنھوں نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضرت سیدنا عمرؓ نے فرمایا، میں نے سُنا ہے حضرت رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا پس حضورؐ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا پھر اپنے سیدھے ہاتھ سے آدم کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور اس سے آدم کی ذریت (اولاد) کو نکالا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "میں نے ان لوگوں کو جنت کے لئے پیدا کیا اور یہ لوگ اہلِ جنت کا کام کریں گے"۔ پھر آدم کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور اس سے اُن کی اولاد کو نکالا۔ پھر یوں فرمایا "میں نے اِن لوگوں کو دوزخ کے لئے پیدا کیا، اور یہ لوگ دوزخیوں کے کام کریں گے"۔ (یہ سن کر) ایک شخص نے عرض کیا، پھر عمل سے کیا فائدہ؟ عمل کیوں کیا جائے یا رسول اللہ!" (جواب میں) رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا "جب اللہ تعالیٰ بندہ کو جنت کے لئے (جنتی) پیدا کرتا ہے تو اس سے جنتیوں کے کام لیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مرجاتا ہے، اہلِ جنت کے کام کرتے ہوئے۔ پس اس عمل کی بناء پر اُسے جنت میں داخل فرما دیتا ہے اور جب کسی بندہ کو دوزخ کے لئے پیدا کرتا ہے تو اُس سے دوزخیوں کے کام کرواتا ہے، یہاں تک کہ جب کوئی دوزخی کا کام کرتے ہوئے مرجاتا ہے تو اُسے دوزخ میں داخل کر دیتا ہے"۔

(اس حدیث کو حضرت امام مالکؒ، ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے روایت کیا اور یہ حدیث مشکوٰۃ میں بھی ہے)

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَنَازَعُ فِی الْقَدْرِ فَغَضِبَ حَتّٰی احْمَرَّ وَجْھُہٗ حَتّٰی کَاَنَّمَا فُقِیَٔ فِیْ وَجْنَتَیْہِ حَبُّ الرُّمَّانِ، فَقَالَ "اَبِھٰذَا اُمِرْتُمْ اَمْ بِھٰذَا اُرْسِلْتُ اِلَیْکُمْ۔ اِنَّمَا ھَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حِیْنَ تَنَازَعُوْا فِیْ ھٰذَا الْاَمْرِ عَزَمْتُ عَلَیْکُمْ عَزَمْتُ عَلَیْکُمْ اَنْ لَّا تَنَازَعُوْا فِیْہِ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَی ابْنُ مَاجَۃَ نَحْوَہٗ۔ مشکوٰۃ)

لغات:۔ خَرَجَ عَلَیْنَا: ہمارے پاس آئے، تشریف لائے۔ نَتَنَازَعُ: (جمع متکلم کا صیغہ ہے) ہم تنازعہ کر رہے تھے، ہم آپس میں بحث کر رہے تھے۔ فِی الْقَدْرِ: قدر کے مسئلہ میں۔ اِحْمَرَّ: سرخ ہو گیا۔ وَجْہٌ: منہ، چہرہ۔ کَاَنَّمَا: گویا کہ۔ فُقِیَٔ فِیْ وَجْنَتَیْہِ: اس کے چہرہ پر نچوڑ دیئے گئے تھے۔ حَبُّ الرُّمَّانِ: انار دانے۔ وَجْنَۃ: گال کے اوپر کا حصہ۔ اَبِھٰذَا اُمِرْتُمْ: کیا اس کا تمہیں حکم دیا گیا۔ اَمْ بِھٰذَا: کیا اس کے ساتھ؟ اُرْسِلْتُ: میں بھیجا گیا ہوں۔ اِلَیْکُمْ: تمہاری طرف،

تمہارے پاس۔ اِنَّمَا: سوائے اس کے نہیں، بیشک اور یہی نہیں۔ هَلَكَ: ہلاک ہوا۔ تَنَازَعُوا: جھگڑا کیا۔ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ: میں تمہیں قسم دیتا ہوں۔ اَنْ لَا تَنَازَعُوا: یہ کہ نزاع نہ پیدا کرو۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا انھوں نے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے، ایسے وقت جب ہم لوگ مسئلہ تقدیر کی نسبت کشمکش اور تکرار کر رہے تھے۔ بس حضور نبی کریم ﷺ غضب ناک ہوگئے۔ یہاں تک کہ آپ کا چہرۂ انور سرخ ہوگیا۔ بلکہ یہاں تک کہ گویا آپؐ کے رخِ پرنور میں انار دانے توڑے گئے (رخساروں کی رنگت انار دانوں کی طرح سرخ ہوگئی) پھر آپ نے فرمایا "کیا تمہیں ایسا حکم دیا گیا تھا؟ یا ایسا حکم لے کر میں تمہارے پاس بھیجا گیا تھا؟ اس کے سوائے کچھ نہیں (خبردار! یاد رکھو!) تم سے جو لوگ پہلے تھے، جب انھوں نے اس مسئلہ میں تنازعہ کیا وہ ہلاک ہوگئے۔ میں تمہیں قسم دیتا ہوں، میں تمہیں قسم دیتا ہوں اس بات پر کہ اس مسئلہ میں، جھگڑا، بحث اور تکرار نہ کرو"۔

(اس حدیث کو ترمذی، ابن ماجہ نے روایت کیا اور مشکوٰۃ میں بھی ہے)

صاحبو! تقدیر تو نظامِ عالم اور اس کے پروگرام کا نام ہے۔ جو نظام العمل، پروگرام اللہ تعالیٰ کے علم خاص میں ہے وہ تو اٹل ہے، وہ ناقابلِ تغیر و تبدل ہے۔ اُسے نہ تو کوئی بدل سکتا ہے اور نہ وہ کسی طرح ٹالا ئے ٹل سکتا ہے۔ ایسا حکم، "حکم قطعی" اور صوفیاء کی اصطلاح میں "قضائے مبرم" کہلاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں پر عالمِ مثال کا انکشاف فرما دیتا ہے۔ ایسے حضرات اس پروگرام کو بھی دیکھ لیتے ہیں، اور یہ دیکھنا بھی "علیٰ قدر مراتب" (ہر ایک کے مرتبہ کے لحاظ سے) ہوتا ہے۔ بعض دفعہ تو یہ واقعات علانیہ انھیں دکھائی دیتے ہیں اور کبھی اشارات و کنایات سے وہ معلوم کر لیتے ہیں۔ کنایات اور رموز ہر شخص اپنی فہم کے مطابق سمجھتا ہے۔ اس لئے کبھی کسی اشارے کے سمجھنے میں کسی سے غلطی بھی ہوجاتی ہے۔ یہ غلطی صحیح طور پر نہ سمجھنے کے باعث ہوتی ہے۔ نفسِ واقعہ کی صحت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ اس بات کو یوں سمجھنا زیادہ بہتر ہوگا کہ "اہلِ مکاشفہ" یعنی وہ حضرات جنھیں کشف ہوا کرتا ہے وہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) اہلِ تعقل (۲) اہلِ تخیل

اہلِ تعقل: ایسے حضرات جنھیں کشف کے ساتھ ہی عالمِ مثال کی اشیاء، جو نظر آنے لگتی ہیں عموماً مجمل ہوتی ہیں۔ وہ حضرات اپنی عقل و فہم کی بناء پر اس کی تفصیل کرتے ہیں۔

اہلِ تخیل: یہ حضرات عالمِ مثال کی کسی شئے کو اپنے تخیل کی پرواز کے اعتبار سے کافی پھیلاتے اور خوب تجزیہ کرکے بات کا بتنگڑ بنا دیتے ہیں۔ عموماً اہلِ تخیل کی نظر حقائق ہوتی ہے اور اہلِ تعقل کی نظر نسبتاً وسیع۔

یہ بھی یاد رہے کہ آدمی اپنے خیالات ہی کے گرد منڈلاتا رہتا ہے۔ یعنی جس کی نیت خیر پر اور دل میں نیکی کا جذبہ ہو، وہ تو ہر پہلو کے خیر کی طرف اپنی توجہ دے گا۔ کسی بُری چیز کو دیکھ کر بھی اس کے خیر کی طرف مشغول ہوجائے گا۔ بُرے

پہلوؤں پر اس کی نظر اور خیال پڑنے نہیں پاتے۔ اس کے برعکس بدطینت آدمی کا حال ہوتا ہے۔ پس "اہلِ مکاشفہ" حضرات میں بھی جن کی نظر تحتانی امور کی طرف ہوتی ہے۔ وہ "کشفِ خاطر"، لوگوں کے دلوں کو ٹٹولنے میں لگ جاتے ہیں، یا نمود و نمائش میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ صوفیاء کے پاس "کشفِ خاطر"، شعبدہ بازی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور کسی کے دل کی بات معلوم کرنا ایک قسم کی "مداخلت بخانۂ غیر" (یعنی دوسرے کے گھر میں دخل اندازی) ہے، جس کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، اشارات و کنایات کی تشریح و تعبیر ہر شخص اپنی فہم و فراست کے اعتبار سے کرتا اور دیتا ہے اور بعض دفعہ ایک ہی حالت، دو مختلف اشخاص پر طاری ہوتی ہے، مگر اثرات بالکل جُدا ہوتے ہیں۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ۔

ایک دفعہ حضرت ابن سیرینؒ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور اپنا خواب بیان کیا۔ "حضرت! میں نے خواب میں اذان دی"۔ حضرت نے سن کر فرمایا۔ "تم حج کرو گے"۔ اتفاقاً ایک دوسرا شخص جو وہیں تھا، اس نے بھی عرض کیا کہ "حضرت میں نے بھی خواب میں اذان دی ہے"۔ آپ نے اُس سے فرمایا "تم چور ہو، تمہاری چوری ظاہر ہوجائے گی"۔

الغرض یہ سب باتیں ہیں واقعی رموز و کنایات ہی ہیں۔ ان کے سمجھنے اور سمجھانے میں ذرا بھی غلطی ہو تو اس کے نتائج بعض دفعہ خطرناک ہوجاتے ہیں۔ شیطان، انسان کا کھلا دشمن ہے۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّـهٗ لَـكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (آیت ۶۰۔ یٰسین) (بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے) اس ظالم نے آخر دھوکہ دے کر بعض بڑے بڑے زاہدوں کو چکر میں ڈال دیا۔ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ شیطان بہت بڑا عالم ہے۔ جب ہی تو اُسے فرشتوں کا معلم بنایا گیا تھا۔ عموماً علماء و مشائخین کو یہ علمی مغالطے ایسی ایسی نزاکتوں سے دیتا ہے کہ جب تک اللہ کا فضل شاملِ حال نہ ہو بچنا ممکن نہیں۔ اس مسئلے کی تفصیلات آئندہ ابواب میں بتائی جائیں گی۔ یہ بات بخوبی ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ مسئلۂ جبر و قدر بہت پیچیدہ ہے، اس میں قدم رکھنا مناسب نہیں، جیسا کہ خود حدیث مندرجہ صدر سے ظاہر ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوہریرہؓ اور دیگر صحابہ کو اس مسئلہ پر گفتگو اور بحث کرنے سے منع فرمایا بلکہ قسم دی ہے۔ اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ یہ معاملہ ہر کس و ناکس کے سوچنے کا نہیں۔ بعض باتیں عوام سے متعلق ہوتی ہیں اور بعض اُمور صرف خواص سے متعلق۔ اگر کوئی نادان، خواص کے امور میں اپنے کو اُلجھائے تو سوائے پریشانی کے اور کیا حاصل ہوگا۔ اور جہاں بحث و تکرار شروع ہوتی ہے تو انسان میں ہٹ دھرمی اور اپنی بات منوانے کا جذبہ اُبھر جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی مسئلہ کے حقیقی پہلو پر غور کرنے کے بجائے اپنی رائے پر قائل کرنے کی سوجھتی ہے۔

البتہ وہ علمائے کرام جنھیں قدرت نے تفقہ اور قوتِ استدلال مرحمت فرمایا ہے وہ ٹھنڈے دل سے مسئلے کے ہر پہلو پر غور کر کے ایک نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ چونکہ ان کے نتیجہ نکالنے میں ان کی ذاتی غرض نہیں ہوتی لہذا اگر ان سے کسی مسئلہ میں غلط نتیجہ نکل بھی جائے تو وہ غلطی اس لئے ناقابلِ لحاظ ہوجاتی ہے کہ انہوں نے اپنی بساط بھر رائے دی۔ بشرطیکہ ان کے نفس، ان کے ذاتی اغراض یا صرف کسی ایک خاص پہلو پر نتیجہ نکالنے کا خیال اُنھیں اُس وقت نہ ہو۔

حدیث مندرجہ صدر میں حضور ﷺ کی نسبت "فغضب"، یعنی آپ کی غضب ناک ہونے کی حالت کو ظاہر کیا گیا ہے۔

حضورؐ سراپا رحمت للعالمین ہیں۔ دنیوی معاملات میں تو حضورؐ کو سخت سے سخت ایذائیں دی گئیں۔ پتھر مارے، بھوکا رکھا،

معاشی مقاطعہ (بائی کاٹ) کیا گیا، دیس سے پردیس جانے پر مجبور کیا۔ ان ساری مصیبتوں کو آپؐ نے سہا، بلکہ کسی نے بددعا کرنے کی نسبت آپؐ کو مجبور بھی کیا تو آپؐ نے دعائے خیر ہی دی۔ مگر دینی معاملہ میں آپؐ کو ذرا بھی اختلاف گوارا نہ تھا۔ اللہ کے احکام کو آپ نے من وعن بلا رد و رعایت کے آپ نے پہنچایا ہے۔ وہاں نرمی اگر حضورؐ فرماتے تو پھر دین ہم تک پہنچتے پہنچتے بہت کچھ مسخ ہوجاتا۔ لہذا ایسے موقع پر حضورؐ کا غصہ فرمانا نہایت ضروری تھا۔

صَلَّى الْإِلٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ ؛ وَالْآلِ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمْ

باب: اَلْقَضَآءُ الْمُبْرَمُ فِيْ عِلْمِ اللّٰهِ

یہ باب ہے قضائے مُبرم کے بیان میں جو صرف اللہ کے علم میں ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يَمْحُوا اللّٰهُ مَايَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ ۔ (آیت ۳۹ ۔ الرعد)

ترجمہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے جس حکم کو چاہے موقوف کردیتا ہے، مٹا دیتا ہے، بدل دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا، قائم رکھتا، جاری فرماتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۔ (آیت ۲۹ ۔ سورۂ ق)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میری کوئی بات یعنی کوئی حکم نہیں بدلتا اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا بھی نہیں ہوں۔

صاحبو! ان دو آیات میں بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ پہلی آیت میں اللہ اگر چاہے تو تبدیل کردیتا ہے۔ لیکن دوسری آیت میں فرماتا ہے کہ کوئی حکم تبدیل نہیں ہوتا۔ پھر ان دونوں آیات میں تطبیق کیسے ہو؟

ہم نے اس سے پہلے ایمان بالقدر کے باب میں قضائے الٰہی کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ ۱۔ "قضائے معلق"۔ ۲۔ "قضائے مُبرم"۔ "قضائے معلق" میں تبدیلی ہوا کرتی ہے۔ اور یہ تبدیلی بھی دراصل منشائے الٰہی کے تحت ایک خاص نظام پر ہوتی ہے۔ بات بات پر اور ہر گھڑی تبدیلی نہیں ہوتی۔ لیکن "قضائے مبرم" میں تو کسی حالت میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ وہ تو اٹل ہوا کرتی ہے۔ پہلی آیت کا تعلق قضائے معلق سے اور دوسری آیت کا قضائے مبرم سے ہے۔ اس کی وضاحت آگے کی جائے گی۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ اِنَّ خَلْقَ اَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَالِكَ ۔ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَالِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ اِلَيْهِ مَلَكًا بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ ، فَيَكْتُبُ عَمَلَهٗ وَاَجَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَشَقِيٌّ اَوْسَعِيْدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ ۔ فَوَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَايَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا ، وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَايَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ

بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا۔ (متفق علیہ۔مشکوٰۃ)

لغات:- حَدَّثَنَا: ہم سے کہا، ہم سے بات کی، ہم سے حدیث بیان کی۔ مَصْدُوْق: جس کی تصدیق کی گئی۔ بَطْن: شکم، پیٹ، چھپا ہوا۔ اَرْبَعِيْن: چالیس۔ عَلَقَة: جما ہوا خون، لوتھڑا۔ مُضْغَة: گوشت کی بوٹی۔ بَعَثَ يَبْعَثُ بَعْثًا: اٹھانا، بھیجنا۔ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ: چار باتوں کے ساتھ۔ شَقِيٌّ: بدبخت، برا۔ سَعِيْد: نیکوکار، نیک۔ نَفَخَ يَنْفُخُ نَفْخًا: پھونکنا، پھولانا۔ وَالَّذِيْ: قسم ہے اس کی جو کہ (یہاں واؤ قسمیہ ہے۔ واؤ عاطفہ بھی ہوتا ہے یعنی "اور" کے معنی میں ملانے کا کام دیتا ہے۔ واؤ کی اور بھی قسمیں ہیں جس کا ذکر ان کے موقع پر آئے گا) ذِرَاع: گز، ہاتھ، ہاتھ بھر کا ناپ۔ سَبَقَ يَسْبِقُ سَبْقًا: آگے بڑھنا، دوڑنا، سبقت لے جانا۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا انھوں نے۔ "ہم سے رسول خدا ﷺ نے بیان فرمایا اور وہ سچے ہیں، صادق القول ہیں اور سب ان کی تصدیق کرتے ہیں۔" بے شک تم میں سے ہر ایک کی پیدائش جمع کی جاتی ہے اُس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک نطفے کی شکل میں۔ پھر وہ اتنی ہی مدت ایک خون بستہ لوتھڑے کی شکل میں ہو جاتا ہے۔ پھر وہ اتنی ہی مدت ایک گوشت کی بوٹی ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اُس کی طرف ایک فرشتہ کو چار باتوں کے ساتھ بھیجتا ہے۔ پس وہ فرشتہ لکھ لیتا ہے اس کے اعمال، اس کی عمر، اس کے رزق کو اور اس بات کو بھی لکھ لیتا ہے کہ وہ شقی ہوگا یا سعید، بُرا ہوگا یا بھلا۔ پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ پس قسم ہے اس خدا کی جس کے سوائے کوئی معبود نہیں، بے شک تم میں سے ایک اہل جنت کے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اُس میں اور جنت میں ایک ہاتھ کا فرق رہ جاتا ہے۔ پھر اس کی طرف اس کا نوشتۂ الٰہی دوڑتا ہے، سبقت لے جاتا ہے۔ پس وہ دوزخیوں کے اعمال کرتا ہے، پھر وہ دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور بے شک تم میں سے ایک دوزخیوں کے کام کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس میں اور دوزخ میں صرف ہاتھ بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ پھر اس پر نوشتۂ الٰہی دوڑتا ہے، سبقت لے جاتا ہے۔ اور وہ شخص جنتیوں کے کام کرتا ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہے"۔

(یہ حدیث مسلم اور بخاری دونوں کی متفقہ ہے یعنی دونوں حضرات اس کے راوی ہیں اور مشکوٰۃ میں بھی درج ہے)

صاحبو! لوگ چار قسم کی فطرت کے ہوتے ہیں۔

(۱) ایک وہ جو معصوم ہیں، کبھی گناہ نہیں کرتے، صرف انبیاء ہی معصوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں اس لئے ہر گناہ سے بچا لیتا ہے کہ ہر نبی قوم کے لئے نمونہ ہوتا ہے۔ (۲) دوسرے ابوجہل صفت، بدبخت جو کبھی ایمان نہیں لاتا۔ وہ کرے کیا، اس کا

عین ثابتہ اُسے اُدھر جانے ہی نہیں دیتا۔ (۳) اور ایک تائب فطرت ہوتا ہے۔ یعنی پہلے گناہ کر لیتا ہے، مگر ساتھ ہی توبہ کر لینے کی وجہ سے مستحقِ عفو و کرم ہو جاتا ہے۔ (۴) چوتھا مرتد فطرت ہوتا ہے۔ یعنی پہلے اچھے کام کرتا ہے مگر اپنی فطرت، اپنے عین ثابتہ کے اقتضاء کے بموجب پھر برائی، کفر و ضلالت، ارتداد کی طرف لوٹ جاتا ہے، دین سے پھر جاتا ہے۔ ہاں! یاد رکھو! کہ پروردگار نہ تو کسی معصوم کو بدبخت ازلی اور گنہگار بناتا ہے، نہ تائب کو مرتد، یا مرتد کو تائب۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں جو جیسا ہے وہ اسی طرح پیدا کرتا ہے۔ ہر شخص اپنے عین ثابتہ کے بموجب اعمال کا مرتکب ہوتا ہے۔

بس برے ہو تو تم ہو، اچھے ہو تو تم ہو۔ علم الٰہی کے خلاف ناممکن ہے کہ ایک ذرہ بھی حرکت کر سکے۔ جو چیز جیسی تھی ویسی ہی بنی۔ اور ویسی ہی رہے گی۔ اور اللہ تعالیٰ اُسے ویسے ہی جانتا ہے جیسی کہ وہ ہے۔ خدا پر الزام لگانے کی کوشش نہ کرو، خبردار!۔۔۔ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ۔۔۔ الخ (آیت ۲۲ ۔ ابراہیم) (ترجمہ:- "ارے مجھے کیا بُرا بھلا کہتے ہو، تم اپنے آپ پر لعنت ملامت کرو") اپنی قسمت کو پیٹو اور اپنے اعیان ثابتہ کو، کہ تم نہ ایسے ہوتے نہ یوں بنائے جاتے۔

دیکھو! اللہ تعالیٰ حق ہے، اس کا علم حق اور صحیح ہے۔ اس سے غلطی کا امکان نہیں۔ جب اس کا علم غلط نہیں تو پھر اشیاء کی فطرت کس طرح بدل سکتی ہے؟ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا ۔ (آیت ۶۲ الاحزاب) (ترجمہ:- پس تو اللہ تعالیٰ کی سنت، (عادت، فطرت اللہ) میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں پا سکے گا)۔

وَعَنْ سَہْلِ بْنِ سَعْدٍؓ قَالَ ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اِنَّ الْعَبْدَ لَیَعْمَلُ عَمَلَ اَھْلِ النَّارِ وَاِنَّہٗ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ، وَیَعْمَلُ عَمَلَ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاِنَّہٗ مِنْ اَھْلِ النَّارِ ۔ وَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ"۔ (متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا انھوں نے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "بے شک ایک بندہ دوزخیوں کے کام کرتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہے اور ایک بندہ جنتیوں کے کام کرتا ہے حالانکہ وہ دوزخی ہے اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اعمال کا خاتمہ پر حکم ہے"۔

(یہ حدیث مسلم اور بخاری دونوں کے پاس متفقہ ہے یعنی دونوں نے اسے اپنی صحیح میں لکھا ہے)

وَعَنْ اَبِیْ خِزَامَۃَؓ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ : قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ رُقًی نَسْتَرْقِیْھَا وَدَوَآءً نَتَدَاوٰی بِہٖ تُقَاۃً نَتَّقِیْھَا ۔ ھَلْ تَرُدُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ شَیْئًا ۔ قَالَ ھِیَ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ"۔

(رواہ احمد و الترمذی و ابن ماجہ مشکوٰۃ)

لغات:- رُقًی: منتر۔ نَتَدَاوٰی بِہٖ: جس سے ہم علاج کرتے ہیں۔ تُقَاۃً: پرہیز، بچنا۔ نَتَّقِی: ہم بچتے ہیں، ہم پرہیز کرتے ہیں۔ ھَلْ تَرُدُّ: کیا رد کر سکتا ہے؟

ترجمہ:- ابو خزامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہا کہ "میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فرمایئے

آپ کی کیا رائے ہے اس منتر کے متعلق جسے ہم پڑھتے ہیں اور اس دوا کی نسبت کہ جس سے ہم علاج کرتے ہیں اور پرہیز جو ہم کرتے ہیں، کیا یہ تقدیر الٰہی کی کسی چیز کو دور کر سکتے ہیں؟ تو حضرت ﷺ نے فرمایا "یہ بھی تو تقدیر الٰہی سے ہے"۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو اچھا کرنا منظور ہوتا ہے وہ منتر بھی پڑھوا دیتا ہے، دوا بھی کھلوا دیتا ہے۔ اور پرہیز بھی کرواتا ہے۔ یہ سب امور مقدرات ہی سے ہو جاتے ہیں۔

(اس حدیث کو حضرت امام احمدؒ، مالکؒ، ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے لیا ہے اور مشکوٰۃ میں بھی ہے)

عن ابن الدَّيْلَمِي قَالَ: اَتَيْتُ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقُلْتُ لَهُ قَدْ وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ شَيْءٌ مِنَ الْقَدَرِ، فَحَدِّثْنِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُذْهِبَهُ مِنْ قَلْبِيْ۔ فَقَالَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ عَذَّبَ اَهْلَ سَمٰوٰتِهِ وَاَهْلَ اَرْضِهِ عَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ وَلَوْ رَحِمَهُمْ كَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَهُمْ مِنْ اَعْمَالِهِمْ۔ وَلَوْ اَنْفَقْتَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا قَبِلَهُ اللّٰهُ مِنْكَ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ۔ وَتَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَاَنَّ مَا اَخْطَاَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَكَ۔ وَلَوْ مِتَّ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا لَدَخَلْتَ النَّارَ۔ قَالَ ثُمَّ اَتَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ قَالَ ثُمَّ اَتَيْتُ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ۔ ثُمَّ اَتَيْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَحَدَّثَنِيْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ۔ (رواه احمد و ابوداؤد و ابن ماجة۔ مشكوٰة)

حل لغات:- اَتَيْتُ: میں آیا۔ قد: تحقیق، بے شک۔ وَقَعَ: واقع ہوا۔ اَلْقَدَرُ: تقدیر، مقدرات۔ عَذَّبَ: عذاب کیا۔ اَنْفَقْتَ: تم نے خرچ کیا۔ لَوْ اَنْفَقْتَ: اگر تو خرچ کرے۔ اُحُدٌ: احد کا پہاڑ جو مدینہ طیبہ میں ہے۔ جہاں وہ مشہور جنگ مسلمانوں اور کفار کے درمیان ہوئی جس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور خود حضورؐ کے دندان مبارک شہید ہو گئے تھے۔ ذَهَبًا: سونا۔ سَبِيْلٌ: راستہ۔ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: اللہ کے راستے میں، راہِ خدا میں۔ مَا قَبِلَهُ اللّٰهُ: اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں کرے گا، پسند نہیں فرمائے گا۔ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ: جب تک کہ تم تقدیر الٰہی پر ایمان نہ لاؤ۔ مَا اَصَابَكَ: جو تجھے پہنچے۔ لَمْ يَكُنْ: نہیں ہوگا۔ لِيُخْطِئَكَ: تجھ سے خطا کرے یعنی تجھے نہ پہنچے۔ وَلَوْ مِتَّ: اور اگر تو مر جائے۔ ثُمَّ: پھر۔ فَحَدَّثَنِيْ۔ پس حدیث بیان کی مجھ سے۔ مِثْلَ ذٰلِكَ: اسی طرح۔

ترجمہ:- حضرت ابن الدیلمی سے روایت ہے، کہا انھوں نے کہ حضرت اُبی ابن کعب انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ واقعی میرے دل میں تقدیر کی نسبت کچھ کھٹکا پیدا ہو گیا ہے۔ پس آپ مجھ سے کوئی حدیث نبویؐ بیان فرمائیے، شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے طفیل میرے دل سے اس وسوسہ کو دور کر دے۔ پس انھوں نے (حضرت اُبی ابن کعبؓ نے) کہا کہ "اللہ تعالیٰ عز وجل آسمان والوں اور زمین والوں پر عذاب کرے تو وہ ان کے لئے (اس عذاب کرنے کی وجہ سے) کبھی ظالم نہیں ہو سکتا (یعنی

اللہ تعالیٰ اپنی مملکت، اپنے ملک میں تصرف کر رہا ہے، اور اپنے ملک میں تصرف کرنا کسی حالت میں جرم یا ظلم نہیں) اور اگر رحم فرمائے تو اس کا یہ رحم اُن کے اعمال سے کہیں زیادہ بہتر ہے اور اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی راہِ خدا میں صرف کرو تو اللہ تعالیٰ اُسے قبول نہیں فرمائے گا جب تک کہ تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ اور جان لو اس بات کو کہ جو تمہیں (اللہ کی طرف سے) پہنچے وہ ہو کر ہی رہے گا (پہنچ کر ہی رہے گا) اس میں کسی قسم کی خطا (نہ پہنچنے کی) نہ ہوگی۔ اور جو تم سے خطا کر گیا (تمہیں نہیں پہنچا) وہ تمہیں ہرگز نہ پہنچے گا۔ اس خیال کے علاوہ کوئی اور خیال یا نیت رکھ کر اگر تم مر جاؤ گے تو البتہ تم دوزخ ہی میں ڈال دیئے جاؤ گے۔ (یعنی تقدیراتِ الٰہی پر ایمان نہ رکھ کر کسی اور خیال کو دل میں جگہ دی گئی اور موت واقع ہوگئی تو اس مشرکانہ خیال کے باعث دوزخ میں ٹھکانہ بنے گا)۔

راوی ابن الدیلمی کہتے ہیں کہ " میں اس کے بعد پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ پس اُنھوں نے بھی یہی کہا۔ پھر میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، پس اُنھوں نے بھی اسی طرح کہا۔ پھر میں زید بن ثابتؓ کے پاس گیا تو اُنھوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی یہی حدیث سنائی"۔

(اس حدیث کو حضرت احمد، ابوداؤد، اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور یہ مشکوٰۃ میں بھی ہے)

ابی بن کعبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، حذیفہ بن یمانؓ اور زید بن ثابتؓ یہ چاروں راویانِ قرآن ہیں۔ یہ چاروں جواب میں ایک ہی حدیث روایت کرتے ہیں۔ صاحبو! اس حدیث سے کیا بات واضح ہوگی؟ اللہ تعالیٰ جو مناسب سمجھتا ہے وہ کرتا ہے اور جس بات کو وہ مناسب نہ سمجھے اُسے نہیں کرتا۔ کسی عمل کو، باوجود اس کے بعض نامناسب پہلو ہونے کے اس کے کسی نہ کسی اچھے پہلو کے باعث پسند فرما لیتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی نیک کام اُسے پسند نہیں ہوتا۔ اس کے اسباب سے ہم پوری طرح واقف نہ ہونے کے باعث ہمیں اس پر اعتراض کا کیا حق؟ کیوں کہ ہر کام نیت پر منحصر ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ جو کام ظاہری طور پر نیک سمجھا جا رہا ہو وہ اس کے فاعل کی ریاکارانہ نیت یا اسی قبیل کی کسی قباحت کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے پاس نامقبول اور مردود ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۔ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۔ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ (آیات ۴، ۵، ۶ الماعون)۔ " پس افسوس ہے اُن نمازیوں پر جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں، بے خبر ہیں، جو ایسے ہیں کہ جب نماز پڑھتے ہیں تو ریاکاری کرتے ہیں"۔ (دکھاوے کی خاطر سجدوں پر سجدے مار رہے ہیں)۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ کسی جلسہ یا دعوت یا محفل میں کوئی بڑا عہدہ دار نمازی تھا، جمعہ یا عیدین کی نماز ادا کی تھی۔ مگر آہ! یہ بھی آج سے پندرہ بیس سال پہلے کی باتیں تھیں۔ اب تو فقیر ضعیفی اور علالت کے باعث ایک عرصہ سے گھر سے باہر نہیں نکلتا ہے۔ اب کیا حالت ہے خدا بہتر جانتا ہے۔ مگر جو کچھ سننے میں آتا ہے وہ تو ناگفتہ بہ ہے۔

الغرض نماز جیسی عبادت جو ہر حالت میں فرضِ عین ہے، وہ بھی ریاکاری کے باعث قابلِ افسوس قرار پاتی ہے تو

دوسرے کاموں کا کیا ٹھکانہ؟ اس لئے جو کام بھی کیا جائے خالِصَةً لِوَجهِ اللهِ ہو اور ہر اچھا کام کرنے کے بعد فوری اللہ سے دعا کرلینی چاہئے کہ" مولیٰ! جو کام مجھ سے ہوا اس میں جو غلطیاں، جو کوتاہیاں مجھ سے ہوئی ہیں، انھیں معاف کر۔ اللہ! اسے اپنے فضل سے قبول فرمالے۔ اگرچہ یہ اس قابل نہیں کہ تیری پسند کے معیار پر اترے۔ مولیٰ! تو اپنی عنایت سے اسے قبول فرمالے تو یہ تیرا کرم ہے"۔ ع سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔

سچ پوچھو تو ہم کیا اور ہمارے اعمال ہی کیا! جب کہ ہم سب خدا کی مخلوق، اس کے بندے ٹھہرے تو اَلْعَبْدُ وَمَا مَلَكَتْ يَدَاهُ لِمَوْلَاهُ۔ (بندہ اور جو کچھ اس کی ملکیت ہے سب اس کے آقا کا ہے)۔

جو کچھ ہے وہ آقا کا ÷ کچھ بھی نہیں ہے بندے کا (حضرت صدیقؔ)
جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی ÷ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا (غالبؔ)

بَابٌ: فِيْ أَنَّ بَعْضَ مَاعِنْدَ النَّاسِ مِنَ الْمُبْرَمِ هُوَ فِي الْحَقِيْقَةِ مِنَ الْمُعَلَّقِ

باب: اس مسئلہ میں کہ بعض لوگوں کے پاس بعض اُمور بظاہر قضائے مبرم معلوم ہوتے ہیں حالانکہ وہ حقیقتاً قضائے معلق ہیں

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَا اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ۔ (آیت ۹۸۔ یونس)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کوئی تو قریہ ایسا ہوتا ہے کہ ایسی حالت میں اُن کا ایمان لانا انہیں نفع دیتا، بجز قوم یونس کے"۔

عذاب آجانے کے بعد پھر معافی کی دعا یا توبہ قبول نہیں ہوتی۔ قوم یونسؑ سمجھے کہ وہ قضائے مبرم ہے حالانکہ وہ ابھی معلق تھا۔ انھوں نے توبہ کی تو عذاب رُک گیا۔ اتنی رعایت کیوں کی گئی اُن سے؟ اس واسطے کہ اُن کے لیڈر نہیں تھے۔ یونسؑ چلے گئے تھے۔ یونسؑ بھی آنے والے عذاب کو مبرم سمجھ رہے تھے۔ حالانکہ وہ ابھی معلق تھا۔ اولیاء اللہ میں خطائے اجتہادی ممکن ہے، پیغمبروں میں نہیں ہوتی۔ اسے خطا نہیں، "زلّت" یا لغزش بولتے ہیں۔ یونس علیہ السلام کو عذاب کا ایک کلی حکم پہنچا تھا۔ اس وقت کا شخصی حکم نہیں پہنچا تھا۔ وہ سمجھے تاخیر کرکے اُن کو جھوٹا بنایا اللہ نے، روٹھ کر چلے گئے۔ یہ خفہ میں آنا لغزش ہے۔ قوم نے نہایت اخلاص سے توبہ کی۔ جان گئے کہ اب تو پیغمبر بھی ہم میں سے چلا گیا، اب تباہی یقینی ہے۔ لہذا خدا کے آگے گڑگڑائے کہ اب تیرے سوا کوئی نہیں۔ دُعا کرنے اور توبہ کرنے سے عذاب ٹل گیا جو ابھی معلق تھا۔

اَلدُّعَآءُ يَرُدُّ الْقَضَآءَ وَالْبِرُّ يَزِيْدُ فِي الرِّزْقِ فَاِنَّ الْعَبْدَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيْبُهٗ۔

(الحاكم في المُستَدرَك عن ثوبان۔ كنز)

لغات:- يَرُدُّ: واپس کردیتا ہے، رَد کردیتا ہے، روک دیتا ہے۔ قَضَآءُ: حکم۔ بِرٌّ: نیکی۔ يَزِيْدُ: زیادہ کرتی ہے۔

ذَنْب : گناہ۔

ترجمہ:- حضرت ثوبانؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ۔ دُعا قضائے الٰہی (بعض احکام الٰہی جو قضائے معلق ہیں) کو روک دیتی ہے اور نیکی رزق میں زیادتی (وسعت) پیدا کرتی ہے۔ پس بے شک۔ بندہ اپنی بد اعمالیوں سے اس رزق کو حرام کر لیتا ہے۔

(اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں حضرت ثوبانؓ سے روایت کیا ہے اور کنز العمال کے پہلے پارہ کے صفحہ ۱۶۷ پر بھی ہے"۔)

اَلدُّعَاءُ جُنْدٌ مِنْ اَجْنَادِ اللّٰہِ مُجَنَّدَۃٌ۔ یَرُدُّ الْقَضَآءَ بَعْدَ اَنْ یُّبْرَمَ۔

(ابن عساکر عن نمیر ابن اوس مرسلاً)

لغات :- جُنْدٌ : لشکر، فوج۔ اس کی جمع "اَجْنَاد" بھی ہے اور "جُنُود" بھی۔ مُجَنَّدَۃٌ : جمع کی ہوئی۔ مُرْسَلاً : "حدیثِ مُرسل" جس کے آخری راویوں میں سے ایک آدھ راوی ساقط ہو گیا تابعی راویوں کی روایت کے بعد۔

ترجمہ:- حضرت نمیر ابن اوسؓ سے روایت ہے کہ "دُعا اللہ کی افواج مجمعہ (محفوظ) میں ایک فوج ہے۔ حکم الٰہی، قضائے معلق کو (جو بظاہر مبرم معلوم ہوتی ہے) روک لیتی ہے"۔ (اسے ابن عساکر نے نمیر ابن اوسؓ سے مرسلاً روایت کیا ہے)

"بَعْدَ اَنْ یُّبْرَمَ" کی تاویل میں نے یہ کی کہ "بَعْدَ اَنْ یُّبْرَمَ عِنْدَ النَّاسِ" اَلدُّعَاءُ جُنْدٌ مِنْ اَجْنَادِ اللّٰہِ مُجَنَّدَۃٌ۔

ایک قضائے معلق دوسری قضائے معلق سے لڑتی ہے۔ قضائے مبرم رد نہیں ہوتی۔ پھر "مبرم" کے یہاں معنی کیا؟ جس کو لوگ "مبرم" اور اٹل سمجھ رہے تھے وہ ٹل جاتی ہے۔ (یہ کہنا اعتقاد ہے کہ اللہ مقتدر اعلیٰ ہے چاہے تو قضائے مبرم کو بھی بدل دے سکتا ہے) یہ وہ کہتا ہے جو اللہ کو نعوذ باللہ بے وقوف سمجھتا ہے۔

اَکْثِرُوْا مِنَ الدُّعَاءِ فَاِنَّ الدُّعَاءَ یَرُدُّ الْقَضَاءَ الْمُبْرَمَ۔ (ابوالشیخ عن انس۔ کنز ب ا ص ۱۶۰)

ترجمہ:- "دُعا بہ کثرت کرو۔ بے شک دُعا قضاء کو رد کر دیتی ہے۔ قضائے مبرم کے سامنے بھی دُعا سینہ سپر بن کر کھڑی ہو جاتی ہے"۔

(اس حدیث کو حضرت ابو الشیخؒ یعنی ابو محمد عبداللہ بن محمد الانصاری والاصبہانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور کنز العمال میں بھی ہے)

اَلْقَضَاءُ الْمُعَلَّقُ۔ قضائے معلق کا بیان۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ۔ (آیت ۳۹۔ رعد)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اللہ تعالیٰ اپنے جس حکم کو چاہے موقوف کر دیتا ہے، بدل دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے

ثابت رکھتا ہے، قائم رکھتا ہے، جاری فرماتا ہے"۔

عَنْ اَنَسٍؓ: قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ - "يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ! ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ"۔ فَقُلْتُ "يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِكَ وَبِمَا جِئْتَ بِهٖ فَهَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا"؟ قَالَ نَعَمْ اِنَّ الْقُلُوْبَ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ اللّٰهِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَآءُ"۔

(رواه الترمذیؒ و ابن ماجۃ ـ مشکوٰۃ)

لغات:- كَانَ يُكْثِرُ: اکثر کرتے تھے۔ مُقَلِّبُ: پلٹنے والا، پھیرنے والا، الٹ پلٹ کرنے والا۔ قَلْبٌ: دل دل بھی چونکہ الٹا لٹک رہا ہے اس لئے اس کا نام قلب پڑ گیا۔ ثَبِّتْ: ثابت رکھ (صیغہ امر ہے) عَلٰى دِيْنِكَ: تیرے دین پر۔ فَهَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا: کیا آپ ہم سے خوف کرتے ہیں؟ اِصْبَعٌ: انگلی۔ اَصَابِعُ: (جمع ہے) انگلیاں۔ كَيْفَ يَشَآءُ: جس طرح وہ چاہے۔

ترجمہ:- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا انھوں نے کہ حضرت نبی کریم ﷺ اکثر یوں دُعا فرمایا کرتے تھے کہ "اے دلوں کو پھیر دینے والے (خدا) میرے دل کو تیرے دین پر قائم رکھ"۔ پس میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے نبی! (پیغمبر! ﷺ) ہم تو آپ پر ایمان لاچکے اور اس مذہب اور قرآن پر جسے آپ نے لایا ہے۔ تو کیا آپ کو ہمارے متعلق خوف ہے؟" حضرتؐ نے فرمایا "ہاں! بے شک، دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ جیسا چاہتا ہے رد و بدل کر دیتا، اُلٹ پلٹ کر دیتا ہے"۔

(اس حدیث کے راوی ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ ہیں اور مشکوٰۃ میں بھی ہے)

باب: فِيْ اَنَّهٗ لَا يَجِبُ عَلَى اللّٰهِ شَيْءٌ بَلِ الْكُلُّ بِفَضْلِهٖ وَ مَشِيْئَتِهٖ

کوئی چیز اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں لیکن اس نے اپنے فضل اور رحمت سے ایسا کرلیا ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ـ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ـ (آیت ۶۸ ـ القصص)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور تمہارا رب جس چیز کو چاہے پیدا کرتا ہے اور وہ جو حکم چاہے دے، مختار ہے اپنے سارے افعال میں۔

ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام میں تجویز یا مشورہ کا حق نہیں ہے"۔ (فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ـ تم کو اللہ کی حجت، اللہ کی تقدیر اللہ کے فضل سے ہے۔ جو کچھ کیا اچھا کیا اور مناسب کیا۔ اس کی بات اٹل ہے)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ـ (آیت ۲۳ ـ الانبیآء)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "اس سے کوئی باز پرس نہیں کرسکتا جو کچھ بھی وہ کرتا ہے اس کی نسبت

اور اُن سبھوں سے باز پرس کی جاتی ہے"۔ (وہ لوگ اللہ کے پاس جوابدہ ہیں۔ انھیں اپنے ہر عمل کی نسبت جوابدہی کرنی پڑے گی)۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: لَوْشَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ (آیت ۹۳۔ النحل)

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوں بھی ہے کہ "اگر خدا چاہتا تو تم سب کو ایک ہی جماعت کا، ایک ہی راستے پر چلنے والا بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے بے راہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہِ مستقیم پر ڈال دیتا ہے اور البتہ تم سے اُن سب اعمال کی باز پرس ہوگی جنھیں تم نے کیا ہے"۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ (آیت ۷۳۔ آل عمران)

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ یوں بھی فرماتا ہے" بے شک فضل تو خدا ہی کے قبضہ میں ہے، وہ جسے چاہے عطا کرے"۔

(انھیں الفاظ کے ساتھ سورۂ حدید کے چوتھے رکوع میں بھی آیت نمبر ۲۹ ہے۔ فرق صرف لفظ اِنَّ کی بجائے وہاں اَنَّ ہے)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ۔ (آیت ۲۶۔ آل عمران)

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ نے یوں بھی کہا ہے کہ "اے پیغمبر! تم اپنے اللہ سے یوں کہو کہ "اے اللہ! مالک تمام ملک کے! تو جسے چاہتا ہے ملک بخشتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے تو عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے پست (ذلیل) کر دیتا ہے"۔

وَقَالَ تَعَالٰی: كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا۔ (آیت ۴۰۔ التوبۃ)

ترجمہ:۔ اور یوں بھی حکمِ خداوندی ہے کہ "اللہ ہی کا بول بالا رہا۔ اللہ کا حکم ہی ہو کے رہا"۔

وَقَالَ تَعَالٰی: قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰهِ كَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ (آیت ۱۲۔ الانعام)

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی حکم ہے کہ "اے پیغمبر! تم کہہ دو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے، یہ سب کس کی ملک ہے؟ تم کہہ دو" یہ سب اللہ کی ملک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مہربانی کرنا اپنے اُوپر لازم کر لیا ہے"۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ (آیت ۵۴۔ الانعام)

ترجمہ:۔ اور یوں بھی ارشادِ خداوندی ہے کہ، اے پیغمبر! جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر

ایمان رکھتے ہیں تو بس تم ان سے کہہ دو کہ تم پر سلامتی ہو، تمہارے رب نے تم پر مہربانی کرنا اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (آیت ۴۷۔ الروم)

ترجمہ:- اور ارشاد الٰہی یہ بھی ہے کہ اور اہل ایمان کو غالب کرنا ہم پر واجب ہے۔ مومنوں کی نصرت ہمارا فریضہ ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُّنْجِيَ اَحَدًا مِّنْكُمْ عَمَلُهٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ وَلَا اَنَا ، اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهٖ ۔ فَسَدِّدُوْا وَ قَارِبُوْا وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَشَيْءٌ مِّنَ الدُّلْجَةِ وَالْقَصْدَ وَالْقَصْدَ تَبْلُغُوْا ۔ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ)

حل لغات:- لَنْ يُّنْجِيَ ؛ ہرگز نجات نہیں دے گا۔ اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ ؛ سوائے اس کے کہ اللہ مجھے ڈھانک لے۔ فَسَدِّدُوْا ؛ بس سیدھے رہو۔ اُغْدُوْا ؛ صبح کی عبادت کرو۔ رُوْحُوْا ؛ رات کی عبادت کرو۔ دُلْجَةٌ ۔ تاریکی، پچھلی رات۔ قَصْدٌ ۔ ارادہ، راستی، میانہ روی۔ تَبْلُغُوْا ؛ مقصد کو پہنچو گے۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا انھوں نے کہ۔ فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ تم میں سے کسی کا عمل نجات نہیں دے گا۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا آپ کو بھی نہیں؟" فرمایا! اور نہ مجھ کو۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانک لے۔ پس تم سیدھے رہو (نیک ارادہ رکھو) اور حق کے قریب قریب رہو اور کچھ صبح کو عبادت کرلو اور کچھ شام کو عبادت کرلو اور کچھ پچھلی رات کو۔ اعتدال اور میانہ روی اختیار کرو۔ تم اپنے مقصد کو پہنچ جاؤ گے"۔

(اس حدیث کو مسلم اور بخاری دونوں نے کہا ہے، دونوں اس سے متفق ہیں اور مشکوٰۃ میں بھی ہے)

عَنْ جَابِرٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ لَا يُدْخِلُ اَحَدًا مِّنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ وَلَا يُجِيْرُهٗ مِنَ النَّارِ وَلَا اَنَا اِلَّا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حل لغات:- يُجِيْرُ ؛ نجات دے گا، بچائے گا۔

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا انھوں نے کہ، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "تمہیں داخل کرے گا تم میں سے کسی کو اس کا عمل جنت میں اور نہ پناہ دے گا وہ دوزخ سے اور خود مجھے بھی نہیں۔ سوائے اللہ کی رحمت کے"۔ (اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے)

لَوْ اَنَّ اللّٰهَ عَذَّبَ اَهْلَ سَمٰوٰتِهٖ وَاَهْلَ اَرْضِهٖ لَعَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَّهُمْ ۔ وَلَوْ رَحِمَهُمْ لَكَانَتْ رَحْمَتُهٗ لَهُمْ خَيْرًا مِّنْ اَعْمَالِهِمْ ۔ وَلَوْ اَنْفَقْتَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا قَبِلَهُ مِنْكَ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ ۔ فَتَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِّيُخْطِئَكَ وَمَا اَخْطَاَكَ لَمْ يَكُنْ

لَیُصِیْبَنَّکَ وَلَوْمِتَّ عَلٰی غَیْرِ ھٰذَا لَدَخَلْتَ النَّارَ۔

(ط حم عن زید) (حم وعبد بن حمید ت ع حب طب ض ھب عن ابی کعب وزید بن ثابت و حذیفۃ و ابن مسعود)

لغات: عَذَّبَ: عذاب کرے۔ اَنْفَقْتَ: تو خرچ کرے۔ مِلأً: بھر کر، بھار و بھار، وزن۔ ذَھَبًا: سونا۔ اَصَابَ: پہنچا۔ لَوْمِتَّ: اگر تو مرجائے۔ عَلٰی غَیْرِ ھٰذَا: اس کے سوا، اس سے ہٹ کر۔

ط: حضرت ابوداؤد الطیالسی۔ حم: امام احمد حنبلؒ نے اپنی حدیث کی کتاب "مسند" میں اس حدیث کو جمع کیا ہے۔ اور اُن کے فرزند عبداللہ نے "زوائد" میں اسے درج کیا ہے۔ ت: ترمذی شریف۔ ع۔ ابو یعلیٰ محدث: طب: طبرانی نے معجم الکبیر میں اسے لکھا ہے۔ ض: ضیاء المقدسی سے مراد ہے۔ ھب: بیہقی نے شعب الایمان میں لیا ہے۔ یہ حدیث متذکرہ صدر کتب میں موجود ہے اور اس کے راوی حضرت زید بن ثابت، ابی ابن کعب، حذیفہ، اور عبداللہ بن مسعود رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔

ترجمہ:- اگر اللہ تعالیٰ اپنے آسمانوں اور زمین والوں پر عذاب کرے تو وہ خدا کا ظلم نہیں ہوگا۔ اور اگر رحم کرے اس کا رحم ان کے حق میں بہتر ہے اُن کے اعمال سے اور اگر تو کوہ اُحد کے بھار و بھار سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں کرے گا تاوقتیکہ تو تقدیر پر ایمان نہ لائے۔ پس جان لے کہ جو مصیبت تجھے لگے (پہنچے) وہ ہرگز خطا نہ کرے گی (وہ بلا آکر رہے گی) اور جو تجھے نہ لگے وہ ہرگز تجھے پہنچنے والی نہیں۔ اور اگر تو اس (عقیدے) کے سوا کسی اور بات پر مرے تو البتہ دوزخ ہی میں جائے گا۔

صاحبو! اللہ تعالیٰ ساری چیزوں کو جان کر پیدا کرتا ہے۔ ایسا تو ہرگز نہیں ہے کہ پیدا کرنے کے بعد جانا۔ یعنی علم مرتبہ قدرت سے پہلے ہے۔ لہذا خدا جان کر پیدا کرتا ہے۔

دنیا کی تمام چیزیں پیدا تو نہیں ہوگئیں۔ ابھی بہت سی چیزیں آنے اور پیدا ہونے والی ہیں۔ اللہ کے صفات مختلف قسم کے ہیں۔ مثلاً خالق کی صفت پیدا کرنے کی ہے۔ رب یعنی پالنے والا۔ یہ صفت پرورش کرنے کی ہے۔ اسی طرح مُمِیْتُ۔ مارڈالنے کی صفت ہے۔ اور مُحْیِی زندہ رکھنے کی۔ یہ تمام اسمائے الٰہیہ اپنی مخلوقات پر اپنا اپنا اثر ڈالنا، ان پر اپنا فضل کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ کا اسم حکیم ان میں باہمی ربط اور ترتیب قائم فرماتا ہے۔ مثلاً پہلے دادا کو پیدا کرتا ہے پھر بیٹے کو پھر پوتے کو۔ اس ترتیب کا نام ہی تقدیر ہے۔

صاحبو! ذرا غور کرو۔ تم جب کبھی کوئی کام کرنا چاہتے ہو تو اس کا خاکہ بنا لیتے ہو۔ کوئی جلسہ کرنا چاہتے ہو اس کا نظام العمل، پروگرام تیار کر لیتے ہو۔ کیا بلا کسی نظام العمل کے کوئی جلسہ کیا گیا؟ ایسا ہوا تو ایک ہنگامہ گڑبڑ، بے ترتیبی ہوجائے گی۔ قرأت کی بجائے تقریر، شکریہ کے بعد تحریکات، غرض وہ جلسہ ناکام ہوجائے گا۔ بغیر پروگرام کے ایسا کرنا حماقت، جہالت کی علامت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ دنیا کا یہ سارا منظران ایک پروگرام کے بموجب ہورہا ہے اور اسی کا نام تقدیر، "مشیتِ الٰہی" ہے۔

صاحبو! یاد رکھو۔ علت و معلول، سبب اور مسبب کا ایک وسیع اور مربوط سلسلہ ہے کہ برابر چلا جارہا ہے۔ ہر کام میں جب پوری علتیں جمع ہوجاتی ہیں تو آخری علت کو "علت تامہ" کہتے ہیں۔ اور اگر پوری علتیں جمع نہ ہوں، یعنی کچھ تو ہوجائیں اور کچھ باقی رہ جائیں اسے "علتِ ناقصہ" کہتے ہیں۔ "علت ناقصہ" کی صورت میں نتیجہ نہیں نکلتا۔ عموماً علتِ ناقصہ کے بعد دو صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ (۱) یا تو آخری علت مل جاتی ہے تو نتیجہ نکلتا ہے۔ اس آخری علت کو "متمم" کہتے ہیں۔ اور متمم کے ساتھ ہی نتیجہ برآمد ہونا لازمی ہے۔ (۲) یا کبھی کوئی "مانع" آجاتا ہے تو نتیجہ نہیں نکلتا۔ علتِ تامہ کا علم صرف خدائے تعالیٰ کو ہے۔ البتہ علتِ ناقصہ کا علم بعض اہل کشف کو بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوجاتا ہے عموماً اہل مکاشفہ جو حکم لگاتے ہیں وہ علتِ ناقصہ کے سبب جو کبھی ٹھیک ظاہر ہوتا ہے، کبھی اس کے برعکس۔

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کے علم میں جو کچھ ہے اٹل ہے، اسے "قضائے مبرم" کہتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ بعض اولیاء اللہ کو خدائے تعالیٰ اس دنیا میں بھی عالم مثال کی کبھی پوری بات دکھا دیتا ہے۔ اور وہ چونکہ "متمم" کے ساتھ نظر آچکی ہے لہٰذا ایسے امور کا بعض بزرگانِ دین کسی مصلحت کے ساتھ اظہار کردیں تو وہ یقیناً صحیح ہوتے ہیں۔ اور کبھی پوری بات نہیں دکھائی جاتی بلکہ اس کا کچھ حصہ تو دکھائی دیتا ہے اور "متمم" وغیرہ اوجھل رہنے کے باعث اس کا نتیجہ پورا نہیں نکلتا۔ ایسے امور کو "قضائے معلق" کہتے ہیں۔

بَابٌ : فِي الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

یہ باب انبیاء علیہم السلام سے متعلق ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۔ (آیت ۲۴۔ فاطر)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "کوئی اُمت ایسی نہیں گزری جس میں ڈر سنانے (ڈرانے) والا نہ گزرا ہو"۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۔ (آیت ۷۔ الرعد)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی و رہنما ہوتا ہے"۔ پیغمبر کا کام رہبری، راستہ دکھانا بُری باتوں بُرے کاموں سے ڈرا کر بچانا اور اچھی باتوں کی ترغیب دلانا یہ قدیم زمانہ میں پیغمبروں کا مشغلہ تھا اور حضور نبی کریم ﷺ آخر الزماں تھے آپ پر نبوت اور رسالت ختم ہوچکی، اس لئے اب یہ کام، تعلیم و تربیت اولیاء اللہ، مشائخین کرام کا شغل رہا اور دور دور سے نظام کائنات کو برقرار رکھنے کے لئے اولیاء اللہ بھیجے گئے اور ان بزرگوں نے اپنی اپنی مسیحانفسی سے کفر کے بادلوں کو دور اور اسلام کی ضیا پاشی سے اس تاریک فضا کو منور کردیا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔ (آیت ۱۵۔ بنی اسرائیل)

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ کا یوں بھی ارشاد ہے کہ، "اور ہم کبھی عذاب نہیں کرتے جب تک کہ ہم کسی رسول یا پیغمبر کو نہ بھیج دیں"۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ، قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ، قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۔ (آیت ۱۲۴ ۔ البقرہ)

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ کا ارشاد حضرت ابراہیمؑ سے یوں ہوا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا " (اے ابراہیم) میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں"۔ ابراہیمؑ نے عرض کیا اور میری اولاد میں سے بھی ؟ تو فرمایا " میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا"۔

صاحبو! یہ آیت بڑی معرکۃ الآراء ہے۔ یہاں تین لفظ ہیں جن کے معنٰی کے تعین میں اختلاف پڑا ہے۔

۱۔ امام۔ ۲۔ عہد۔ ۳۔ ظالم۔

امام : اس کے معنی پیشوا کے ہیں۔ پیغمبر سے لے کر مرشد و استاد تک سب امام ہیں۔ مگر کوئی غور کر کے بتائے کہ اللہ تعالیٰ کے ابراہیمؑ کو امام بنانے کے کیا معنٰی ہو سکتے ہیں ؟ ظاہر ہے کہ اس کے معنٰی "نبی مرسل" اور "صاحب ملت" کے ہیں۔

عہد : اقرار، خبر گیری، وصیت۔ لیکن یہاں "نبوت مراد ہے۔

ظالم : روکنے والا۔ ظلمت : تاریکی۔ ظلم : روکنا، بے جا بے محل کام کرنا، مستحق کو اس کا حق نہ دینا، کفر، گناہ۔

اب اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ " میرا عہد ظالموں کو نہ پہنچے گا " سے کیا مراد ہے؟ اس سے کیا مسائل استنباط کئے جا سکتے ہیں اور کیا مسائل غلط طور پر سمجھے گئے ہیں ؟ " میں گنہگار کو پیغمبری نہیں دیتا"۔ یعنی پیغمبر معصوم ہوتا ہے کیوں کہ اگر پیغمبر معصوم نہ ہو تو اس کے قول و فعل میں موافقت کیسے ہو سکے گی ؟ کہنے کو تو بڑی بڑی باتیں مگر عمل سراسر معصیت سے آلودہ ! یہ پیغمبر کی شان نہیں ہو سکتی۔ ایسا ہوتا تو کوئی شخص پیغمبر کا اعتبار نہ کرتا۔ اس طرح جب اعتبار نہ رہے تو تعلیم کیوں کر قبول ہو ؟ (۱) بعض لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر قبل پیغمبری گناہ ہائے کبیرہ اور ادنیٰ درجے کے اور رذیل کاموں سے محفوظ رہتے ہیں۔ کیوں کہ رذیل کاموں سے آدمی بے اعتبار ہو جاتا ہے۔ (۲) بعض لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر زمانہ پیغمبری و قبل زمانہ پیغمبری دونوں میں کبیرہ، صغیرہ اور جمیع صفات رذیلہ سے پاک ہوتا ہے۔" اور یہی مذہب حق ہے"۔ پیغمبر کی ادنیٰ سے ادنیٰ حالت سے اولیاء کی اعلیٰ سے اعلیٰ حالت کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ تمام اولیاء کے کمالات نبی کے کمالات کے تابع ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ نِعْمَ الْعَبْدُ صُهَيْبٌ لَوْ لَمْ يَخَفِ اللّٰهَ لَمْ يَعْصِهِ ۔ یعنی صہیبؓ کیا ہی اچھا آدمی ہے ! کہ اگر اسے خوف خدا نہ بھی ہوتا تو یہ گناہ نہ کرتا، یعنی صہیبؓ کا مرتکب عصیان نہ ہونا دائمی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ کا عدم عصیاں کیوں کر نہ ہوگا ؟ پس ذات رسول کو عصمت لازم ہے۔

ایک بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پیغمبر کو اللہ "ترکِ اولیٰ" پہ باز پرس کرتا ہے۔ اگر خطائے اجتہادی ہو تو اس پہ باقی نہیں رہنے دیتا۔ فوراً متنبہ فرماتا ہے اور سرزنش فرماتا ہے۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ (یعنی نیکوں کی نیکیاں بھی بعض دفعہ مقربین کے لئے گناہ بن جاتی ہیں) ع نزدیکاں را بیش بود حیرانی (یعنی قریب رہنے والوں کو زیادہ پریشانی رہتی ہے) آدم علیہ السلام کہتے ہیں۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا۔ یونس علیہ السلام کہتے ہیں۔ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

کیا فرق ہے "عصمت" اور "حفاظت" میں؟ "عصمت" رسول کی ہوتی ہے۔ تبلیغ میں حجت قائم کرتا ہے۔ لہٰذا رسول کو گناہوں سے بچنے کی ضرورت ہے۔ "حفاظت" بعض اعلیٰ درجے کے اولیاء کی کی جاتی ہے۔ چونکہ ولی صاحب وحی نہیں ہوتا بلکہ وہ تابع نبی ہوتا ہے۔ لہٰذا ولی کو عصمت کی ضرورت نہیں۔ بلکہ نبی کی عصمت ہی اس کے لئے کافی ہے، گو وہ ولی فضل خدا کی وجہ سے گناہوں سے محفوظ ہی رہے۔ بعض اہل بدع ائمہ کے لئے "عصمت" مانتے ہیں اور دوسرے ائمہ کو نامناسب الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ یعنی بہ ظاہر تو حب اہل بیت کے مدعی ہیں، مگر حقیقتاً اکثر اہل بیت کے دشمن ہیں اور اہل بیت کی تکفیر سے خود مستحق تکفیر ہوتے ہیں۔ الحاصل اس ساری تفصیل سے یہ بخوبی معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ آیت انبیاء سے متعلق ہے نہ کہ اولیاء و سلاطین سے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ۔ (آیت ۱۲۳۔ الانعام)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللہ کسی کی قابلیت دیکھ کر ہی رسالت عطا کرتا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۔ (آیت ۲۸۵۔ البقرہ)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔ "ہم فرق نہیں کرتے کسی ایک کے درمیان اس کے پیغمبروں اور رسولوں سے"۔

یعنی پیغمبر بہ حیثیت منصب پیغمبری سب ایک ہی تعلیم کے رہبر ہیں۔ ان کا مقصد صرف احکامِ الٰہیہ بندوں تک بلا کم و کاست پہنچا دینا اوامر کی رغبت دلانا اور نواہی سے ڈرانا ہے۔ اس منصب کی ادائیگی میں سارے پیغمبر ایک اصول کے پابند ہیں۔ احکام کے پہنچانے اور تبلیغ کرنے میں کسی پیغمبر نے کسی وقت بھی کوتاہی نہیں کی۔ خدا نے انہیں معصوم بنایا ہے۔ وہ بلا کم و کاست تبلیغ کرتے ہیں۔ تبلیغ میں فرق نہیں ہے۔ جو چیزیں پہنچائی گئیں ان میں فرق ہے۔ البتہ شخصی طور پر کسی کو کسی خاص خطاب سے سرفراز کیا گیا ہے۔ لیکن اس شخصی خصوصیت کے باعث کسی کا مرتبہ کسی سے زیادہ ہونا اس عدم تفریق کے خلاف نہیں۔ چونکہ پیغمبر غلطیوں سے معصوم ہیں اس واسطے ان کا انکار کفر ہے۔ ایک پیغمبر کا انکار کرنا بھی ایسا ہی کفر ہے جیسے سب کا اسی طرح غیر پیغمبر کو پیغمبر سمجھنا بھی کفر ہے۔

خدا بچائے آج کل تو پیغمبری کا بازار بھی گرم ہے اور کتنے ہی مدعیان نبوت ہو چکے اور ہوتے جا رہے ہیں۔

اولیائے کرام کا سرمایہ ناز پیغمبروں کی اطاعت اور ان کے احکام پر عمل کرنا ہے۔ پیغمبروں کے کمالات ذاتی ہوتے ہیں اور اولیائے کرام کے کمالات پیغمبروں سے مستفاد۔ لہٰذا کوئی ولی پیغمبر کے برابر نہیں ہو سکتا۔ پیغمبروں کی ہنسی اڑانا اور ان سے ٹھٹھا کرنا یا دوسروں کو ان پر ترجیح دینا سب کفر ہے۔ بعض شعراء اپنی رنگینی طبع اور زور قلم کے جواہر صرف موسیٰ اور عیسیٰ علیہما

الصلوٰۃ والسلام سے اپنا تقابل کرنے میں دکھاتے ہیں۔ مقام غور ہے! ع

"چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

اللہ نے پیغمبروں میں سے بعض کو بعض خصوصیات مرحمت فرمائی ہیں۔ مثلاً آدمؑ صفی اللہ ہیں۔ نوحؑ نجی اللہ ہیں۔ موسیٰؑ کلیم اللہ، عیسیٰؑ روح اللہ۔ محمدؐ حبیب اللہ۔ اسی طرح ہر نبی کے زیر قدم ایک ولی ہوتا ہے، یعنی اُن کا ہم رنگ ہوتا ہے۔ جو تحتِ قدم آدمؑ ہوتے ہیں، انہیں "آدمِیُّ الْمَشْرَبْ" کہتے ہیں، اور ان میں شانِ خلافت وحکومت رہتی ہے۔ جو تحتِ قدم نوحؑ ہوتے ہیں انہیں "نُوْحِیُّ الْمَشْرَبْ" کہتے ہیں۔ وہ حمیت دین میں بڑے سخت ہوتے ہیں، وہ شرک کے سخت دشمن ہوتے ہیں۔ جو تحتِ قدم ابراہیمؑ ہوتے ہیں، انہیں "اِبْرَاهِیْمِیُّ الْمَشْرَبْ" کہتے ہیں۔ وہ رضا وتسلیم میں ممتاز ہوتے ہیں۔ جو تحتِ قدم موسیٰؑ رہتے ہیں وہ "مُوْسَوِیُّ الْمَشْرَبْ" کہلاتے ہیں۔ محبت ان کا کام ہے۔ "رَبِّ اَرِنِیْ" ان کی دعا ہے۔ جو تحتِ قدم عیسیٰؑ رہتے ہیں، انہیں "عِیْسَوِیُّ الْمَشْرَبْ" کہتے ہیں۔ فنائیت ان کا شیوہ ہے، توحید ان کا شعار۔ "گر من گویم زمن تو ئی مقصودم" (اگر "میں" کا لفظ کہوں تو اس "میں" سے تو ہی مری مراد ہے) ان کا مقولہ ہے۔ اور جو تحتِ قدم محمد ﷺ ہوتے ہیں، انہیں "مُحَمَّدِیُّ الْمَشْرَبْ" کہتے ہیں۔ اُن کا کام ہے ہر ایک کو اس کا حق ادا کرنا۔ دنیا کے تمام کمالات ان میں بھرے ہوئے ہوتے ہیں مگر اعتدال کے ساتھ۔ ساڑھے اٹھانوے درجوں سے پارہ نہ اُونچا ہوتا ہے نہ نیچا۔ مرکز سے محیط تک جتنے خطوط نکلتے ہیں سب برابر۔ ہزاروں سیکڑوں میں ایک صورت ایسی ہوتی ہے۔

ع قرن ہا باشد کہ یک صاحب دلے پیدا شود

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ (آیت ۱۳۶۔ البقرۃ)

اَسباط اِسبط کی جمع: پوتا، نواسا، اسرائیلی جماعت، جنہیں اولاد یعقوب یا بنی اسرائیل بھی کہا جاتا ہے۔

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اے مسلمانو! تم یوں) کہہ دو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور ان سارے احکام پر جو ہمارے پاس بھجوائے گئے، نازل کئے گئے، اور ان احکام پر بھی ہمارا ایمان ہے جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب اور اولاد یعقوب کی طرف (وقتاً فوقتاً) نازل ہوتے رہے اور ان احکام اور معجزات پر بھی ہم ایمان رکھتے ہیں جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو دیے گئے اور ان احکام پر بھی جو دیگر انبیاء علیہم السلام کو ان کے پروردگار کی طرف سے دیے گئے۔ ہم ان انبیاء علیہم السلام میں سے (بحیثیت نبی ہونے کے) کسی ایک کو دوسرے پر تفوق نہیں دیتے، ان میں کسی قسم کا فرق نہیں کرتے اور ہم تو اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار، مسلمان ہیں"۔

فرق پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ فلاں پیغمبر فلاں پیغمبر سے بڑے یا چھوٹے ہیں یا اس طرح ایک کی بڑائی بیان کرنا کہ دوسرے پیغمبر کی اس تعریف سے اہانت ہو، ناجائز ہے۔ بحیثیت نبی ہونے کے ہر نبی کو جتنا حکم دیا گیا وہ اپنی اُمت تک پہنچاتے رہے۔ اس میں انھوں نے کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔ اس کی مزید وضاحت آگے کی جائے گی۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ (آیت ۶۴۔ النساء)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ بھی ہے کہ "اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر صرف اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اُن کی اطاعت کی جائے۔ ان کے احکام کی بلا عذر وحیلہ تعمیل کی جائے۔

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَيْسَ بَيْنِیْ وَبَيْنَهٗ نَبِیٌّ وَالْاَنْبِيَآءُ اِخْوَةٌ اَبْنَاءُ عَلَّاتٍ اُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ ۔ (اخرجه الشیخان و ابوداؤد)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا رسول خدا ﷺ نے، میں ابن مریم (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا دنیا اور آخرت میں سب سے قریبی دوست ہوں۔ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا اور سارے انبیاء آپس میں بھائی ہیں، علاتی بھائیوں کی طرح، جن کا باپ تو ایک البتہ مائیں الگ الگ۔ اسی طرح جملہ انبیاء کا دین تو ایک ہی ہے، ان کی مائیں الگ الگ ہیں۔

(یہ حدیث بخاری ومسلم میں بھی ہے اور ابوداؤد میں بھی)

جیسا کہ پہلے بتا دیا جا چکا ہے کہ سارے انبیاء ایک ہی دین اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ جیسا کہ قرآن میں وارد ہے اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (بے شک اللہ کے پاس تو صرف دین اسلام ہی ہے) اور اسی دین اسلام کی تبلیغ حضرت نوح سے حضور رسول خدا ﷺ تک ہوتی رہی ۔ اصول توحید، رسالت، عبادت، حقوق اللہ، حقوق العباد سب ایک تھے۔ البتہ زمانہ کے ماحول اور دیگر حالات، رسم و رواج کے اعتبار سے طریقوں اور ان پر عمل پیرائی کے ضابطے ردو بدل ہوتے رہے۔ عقیدہ تو سب کا ایک ہے مگر احکام میں فرق ہے، جو اس زمانہ کی ضرورت کے مطابق دیئے گئے تھے۔ امام اعظم صاحبؒ کا خیال یہ ہے کہ رسالت جو ہے وہ احکام کے لئے ہے، توحید کے لئے نہیں۔ توحید تو بغیر حجت ودلیل ورسالت ماننا لازمی ہے۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ (اور ہم عذاب دینے والے نہیں جب تک ہم رسول کو نہ بھیجیں۔ یعنی رسول کے ذریعہ احکام بھیجنے کے بعد نہ ماننے پر عذاب ہے، احکام کے لئے ہے۔ "اللہ ایک ہے"، بس یہ ماننا ہر ایک پر بغیر حجت لازم ہے۔ اب وہ کیسا ہے؟ کیا ہے؟ اس کے لئے "رسالت" کی ضرورت ہے۔ زید، عمرو، بکر، ہندو، مسلمان سب چار مینار کو دیکھے، دیکھ کر ایک ہی بات بولے۔ کیا سبب ہے؟ اس واسطے کہ اس میں تغیرات نہیں ہوئے۔ سیکڑوں برس سے ہے۔ چار کے تین مینار نہیں ہوئے۔ اللہ بھی ناقابل تغیر ہے۔ اس لئے اللہ کے جاننے والے اس کے متعلق ایک ہی بات بولیں گے۔ میں بھی دیکھا چار مینار

کو، آپ بھی دیکھے ۔ میری عمر بڑی ہے، پہلے دیکھا، آپ بعد میں ۔ مگر کیا میں آپ سے بولا ؟ یا آپ کا مشاہدہ ہے؟ اس طرح ہر پیغمبر نے دیکھا ۔" ایک سے دوسرا سنا "، کیا بات ؟ (یعنی یہ بات غلط ہے) ایک بڑے ماہر تعمیرات نے جارمینار کو دیکھا ۔ اس کا علم زیادہ ہے ۔ اس کے فنی پہلوؤں اور تفصیلات کو زیادہ اچھی طرح دیکھے گا، بہ نسبت دوسرے دیکھنے والوں کے ۔ اسی طرح دوسرے انبیاء بھی دیکھے اور سرکارؐ بھی دیکھے لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی تفصیلات کو سرکارؐ نے جیسے دیکھا ویسے دوسرے نہیں دیکھ سکے ۔ دوسرے انبیاء اجمالی طور سے دیکھے ۔ ایک میں محبت کا زور ہے ۔ ایک میں رضا و تسلیم کا زور ہے ۔ ایک میں دشمنانِ خدا سے ناخوش ہوتا ہے ۔ ایک میں توحید ہے ۔ اس طرح تفاوت ہے، مگر تبلیغ و نفسِ تبلیغ میں فرق نہیں ۔ پہنچانے میں تو سب برابر ہیں، مگر جو چیز پہنچائی گئی ہے اُس میں تفاوت ہے ۔ پیغمبر کا کام بے کم و کاست، بغیر اپنی طرف سے کمی زیادتی کے اللہ کے احکام پہنچانا ہے ۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهٖ قَرِیْنُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِیْنُهٗ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ، قَالُوْا وَاِیَّاكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاِیَّایَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِیْ عَلَیْهِ فَاَسْلَمَ ۔ (الشفا للقاضی)

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا انہوں نے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں مگر یہ کہ اس پر مثل " ساتھی " کے ایک جن اور ایک فرشتہ مسلط کر دیا گیا ہے ۔ صحابہ نے عرض کیا ۔" یا رسول اللہ کیا آپ کے لئے بھی " ؟ فرمایا ۔" ہاں ! میرے لئے بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور اُسے مطیع کر دیا، وہ مطیع ہو گیا "۔

(یہ حدیث کتاب " الشفا " قاضی عیاض میں ہے)۔ الدین صفحہ ۵۳ حدیث نمبر ۲ (الشفا القاضی) کے بعد تشریح کا اضافہ۔

ایک آدمی پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ دو قسم کے نفس ضرور رہتے ہیں، ایک " امّارۃٌ بالسوء " جس کا مرکز شیطان ہے دوسرا " نفس لوامہ " یا ضمیر یا کانشنس (Conscience) جس کا مرکز فرشتہ ہوتا ہے ۔ ایک تیسرا نفس بھی ہے جس کا نام " نفس مطمئنہ " ہے ۔ پہلے دونوں سے بچنے کے بعد یہ اللہ سے ملتا ہے، جو خدا کے خاص بندوں کو دیا جاتا ہے، اور اس کا مرکز اللہ کی عنایت ہے ۔ امام محمد غزالیؒ فرماتے ہیں، انسان میں تین قوتیں ہیں ۔ ایک " غضب " کی اور ایک " شہوت " یعنی خواہش کی اور ایک " علمی قوت " ۔ جب انسان میں احساسِ برتری رہتا ہے اور وہ دوسروں پر غلبہ چاہتا ہے تو اس کو کیا بولتے ہیں ؟ " قوتِ غضبی " اور ایک شخص کھانے پینے اور عورت کی طلب کرتا ہے اسے " قوتِ شہوی " بولتے ہیں اور ایک، ہر چیز کو سمجھتا ہے، یہ " علمی قوت " ہے ۔ یہ تین نفس کی حالتوں کو مہذب کرنے کے واسطے، پہلے شرع شریف کے مطابق " قوتِ غضبی " کو درست کرتے ہیں ۔ یہ قوتِ غضبی جب شرع شریف کے مطابق ہو جاتی ہے تو دوسرے کو تکلیف دینا وغیرہ موقوف ہو جاتا ہے ۔ مگر چونکہ قوتِ غضبی اس کے لئے نیچرل اور طبعی ہے، اس واسطے قوتِ غضبی درست بھی ہو جائے تو اب وہ جائز حدود میں کام کرتی ہے ۔ اس کو جہاد کرنے کا

شوق رہے گا، لوگوں کو مرید کرنے کا شوق (یعنی لیڈری کا) استاد بننے کا شوق رہے گا۔ اصل میں احساس برتری ہی میں ہے وہ۔ اب رہا" قوت شہوی" (یعنی طلب) مہذب ہو تو جائز کھانا، روزہ رکھنا، حرام کام نہیں کرتا۔ اچھے اچھے کھانے پلاؤ، ہوا جائز حدود میں اور قوت غضبی (مہذب ہو تو) خلاف شرع دوسروں کا مال نہیں چھینے گا۔ تدبیریں کرکر کے لوگوں پر جائز غلبہ حاصل کرے گا اور مہذب ہوجانے کی وجہ سے خلاف شرع نہیں کرے گا۔ قوت علمی مہذب بھی ہوجائے تو کیا کرے گا؟" ان کے دل میں کیا خطرہ آرہا ہے"؟ تم فلاں ہیں (یعنی دوسروں کا راز بتانا)۔ امام غزالی صاحب فرماتے ہیں، یہ تین نفس کی حالتیں جب درست ہوجائیں تو پھر اب نفس کی (قوت غضبی کو) یہ بولنا پڑتا ہے کہ" آپ کون ہیں لوگوں پر غصہ کرنے والے؟ اللہ کو اختیار ہے جو چاہا کیا"۔ پھر قوت شہوی جو مہذب ہوگی ہے اسے بولنا، "ضرورت کے مطابق رہنا۔ خلاف شرع نہ کبھی لیکن، کیا؟ کیوں؟ تجھے خواہش کیوں پیدا ہوئی؟ یہ خواہشات، یہ لوگوں کے دل میں گھس کر دیکھنا کیوں آیا؟ اللہ کے حکم کے خلاف مت! یہ عورت، کھانا، پینا، کافروں سے لڑنے کی خواہش! یہ کیوں؟" لڑو" بولے تو لڑنا۔" نکاح کرو" بولے تو کرنا۔" کھاؤ" بولے تو کھانا۔ اب اس مرحلہ پر وہ انسان بن گیا۔ اب اتنے معرکوں کے بعد اسے" نفس مطمئنہ" ملتا ہے۔

عَنْ اَبِی اُمَامَۃَؓ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَمْ عِدَّۃُ الْاَنْبِیَآءِ فَقَالَ مِاۃُ اَلْفٍ وَ اَرْبَعَۃٌ وَعِشْرُوْنَ اَلْفًا۔ اَلرُّسُلُ مِنْ ذٰلِکَ ثَلَاثُ مِاۃٍ وَ خَمْسَۃَ عَشَرَ جَمًّا غَفِیْرًا۔

(حم طب حب ک و ابن مردویہ هق فی الاسماء کنزج صہ ۱۳۱)

ترجمہ:- حضرت ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ نبیوں کی تعداد کتنی ہے؟ فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار اور اس کثیر تعداد میں سے تین سو پندرہ رسول ہیں یعنی صاحب کتب وصحف۔

(حم سے مراد مسند احمد ہے۔ طب سے مراد طبرانی معجم الکبیر حب یعنی ابن حبان کی صحیح احادیث کا مجموعہ ک کا اشارہ حاکم محدث کی طرف ہے۔ هق: بیہقی نے اپنی سنن میں اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اور یہ حدیث ان راویوں سے کتاب کنز العمال کی چھٹی جلد میں بھی ہے۔

ابو امامہ نامی دو راوی ہیں اور یہ دونوں صحابی رسول مقبول ہیں (۱) ابو امامۃ الباہلی صدیؓ بن عجلان الباہلی متوفی ۸۶ھ مدفن حمص۔ آپ سے بکثرت احادیث مروی ہیں۔ (۲) ابو امامہ انصاریؓ جن کا پورا نام سعد بن سہل بن حنیف انصاری ہے۔ المتوفی ۱۰۰ھ -- آپ بوقت انتقال رسول خدا ﷺ صرف دو سال کے تھے۔ قلت کے سبب اکثر اصحاب حدیث نے آپ کو صحابہ کے بعد کے لوگوں یعنی تابعین میں شمار کیا ہے)۔

خِیَارُ وُلْدِ اٰدَمَ خَمْسَۃٌ نُوْحٌ وَ اِبْرَاهِیْمُ وَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی وَ مُحَمَّدٌ۔ وَخَیْرُهُمْ مُحَمَّدٌ۔

(ابن عساکر عن ابی ھریرۃ کنز)

کتاب کنز العمال میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر راوی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اولاد میں پانچ بہترین نبی حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور جناب محمد ﷺ اور ان میں بھی بہترین حضور محمد ﷺ ہیں۔

صاحبو! ان آیات اور احادیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر نبی اپنے منصب نبوت کے اعتبار سے برحق اور ان میں سے کوئی کسی پر تفضیل ترجیح نہیں۔ لیکن باتباع حکم تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ "یہ حضرات مرسلین ایسے ہیں کہ ان میں سے بعضوں کو بعض پر ہم نے فوقیت بخشی"۔ یہ فوقیت یا فضیلت شخصی طور پر اور ہر رسول کے لئے مختص ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت موسیٰ کلیم اللہ، حضرت عیسیٰ روح اللہ اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ یعنی کسی کو شرف تکلم، کسی کو خلعت خلّت، کسی کو اعزاز روح اللہ۔ لیکن یہ مصداق ع

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری + آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضور کو ان سارے صفات سے متصف فرمایا، جن سے دیگر انبیاء کو خبر دی اور شخصی طور پر مختص فرمایا گیا تھا۔

یہ بھی یاد رہے کہ انبیاء کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ ان کے مجملہ رسول صرف تین سو پندرہ ہیں اور ان میں سے نبی مرسل اور کم ہیں۔ جن کے اسماء قرآن میں مذکور ہیں اس کے علاوہ پیغمبروں کے تین طبقے ہیں۔

(۱) پہلا طبقہ حضرت آدم سے حضرت نوح تک ہے۔ یعنی حضرت آدمؑ، ان کے بعد حضرت شیث اور دیگر پیغمبروں کے لئے کوئی خاص شریعت نہیں تھی۔ کچھ مخصوص طریقہ ہائے عبادت تھے۔

(۲) دوسرا طبقہ حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام تک ایک طویل عرصہ گزرا۔ اور اس مدت میں چونکہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ میں اس طرح الجھ گئے تھے کہ باوجود حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس سمجھانے کے قوم درحق کی طرف نہ آسکی، سوائے چند مخصوص حضرات کے۔ اس لئے حکم خدا سے طوفان نوح آیا اور ایسا آیا کہ صفحۂ ہستی سے دشمنان خدا بالکل تہس نہس کر دیئے گئے۔ صرف (۷۲) نفوس جو حضرت نوح کے ساتھ کشتی میں پار ہو چکے تھے وہ بھی کئی دن طوفان کا مقابلہ کرنے کے بعد بچ گئے تھے۔ اسی لئے حضرت نوح پہلے صاحب شریعت نبی ہیں۔ اور آپ کو "آدم ثانی" کہتے ہیں۔ غرض اس طبقۂ مرسلین کے لئے شریعت بھی مقرر ہوئی۔ حرام وحلال کا فرق کر دیا گیا۔ ابھی جہاد کا حکم نہیں ملا۔

(۳) تیسرا طبقہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضور نبی کریم ﷺ تک ہے۔ حضرت موسیٰ کے زمانہ سے مسلمانوں کو کافروں سے جہاد کا حکم بھی دیا گیا اور وہ عام عذاب جس میں یا تو پوری قوم تباہ کر دی جاتی تھی یا مسخ ہو جاتی تھی، بند کر دیا گیا۔ اب جہاد کا حکم بھی ملا اور حضورؐ کے طفیل مال غنیمت بھی جائز ہوا۔

صاحبو! ابھی ہم نے نفس کی قسمیں بیان کیں۔ امارہ، لوامہ، مطمئنہ۔ اب ہم ان کی تعریف اور کام بتاتے ہیں۔

ا۔ "نفس امارہ یا لسوءِ" جس کا کام ہے غلطی کرنا، بہکنا، بہکانا جس کا مرکز شیطان ہے۔ شیطان کی ساری کوشش یہ رہتی ہے کہ عقیدہ خراب کرے، کہ خدا کو نہ مانے یا اس کے احکام کی پرواہ نہ کرے۔ اس لحاظ سے، ایسے خیال سے ہمیشہ توبہ کرتے رہیں۔ یہ بدترین نفس ہے۔

۲۔ دوسرا "لوامہ" ۔ یہی ضمیر ہے کانشنس (Conscions) ہے ۔ آدمی غلطی کرتا ہے، گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ مگر فرشتہ کی مدد سے اس کی تعلیم سے اپنی غلطی سے واقف ہو کر توبہ کرتا ہے ۔ جن کے مرشد ہیں ان کو ان کا مرشد ان کی غلطیوں پر متنبہ کرتا رہتا ہے، ظاہراً بھی اور باطناً بھی ۔ اور چونکہ مرشد آدمیوں میں کا ہوتا ہے، اس سے مناسبت ہوتی ہے۔ اس واسطے اس کی تعلیم کو انسان قبول کرتا ہے ۔

۳۔ تیسرا "نفس مطمئنہ" ، یہ ساکن رہتا ہے ۔ بے اطمینانی اس کے پاس نہیں پھٹکتی ۔

ایک اور تقسیم ہے ۔ (یعنی نفس کی) بدعقیدگی کا خیال، جیسا کہ ابھی ہم نے کہا، یا یوں سمجھو، "قوت غضبی"، لوگوں پر غلبہ حاصل کرنا ۔ انسان خدا کے کمالات کا مظہر ہے، اس واسطے سب کے اوپر غالب ہونا چاہتا ہے ۔ دوسرا "قوت شہوی" پیٹ بھرنا، آرام سے رہنا چاہتا ہے ۔ اس کی مثال ایک گھوڑے یا بیل کی ہے ۔ اس کو بالذات گمراہ کرنے سے کوئی علاقہ نہیں ۔ ہوتا یہ ہے کہ شیطان سکھاتا ہے ۔ "تجھے کھانے اور کپڑے اور دوسری راحت و آرام کی چیزوں کی ضرورت ہے ۔ ان کے حاصل کرنے کے لئے شیطان سکھاتا ہے کہ رشوت لو، جھوٹ بولو، ناجائز طور سے لذات حاصل کرو ۔ نفس میں یہ بات بھی ہے کہ وہ تعلیم سے درست بھی ہوتا ہے ۔ گھوڑا شرارت کرتا ہے اور پیٹھ پر ہاتھ رکھنے نہیں دیتا ۔ زین ڈالو تو بدکتا ہے، شرارت کرتا ہے مگر یہی گھوڑا جب تعلیم یافتہ ہو جاتا ہے تو سوار گر جائے اور وہ ہے کہ بگل کے اوپر کام کرنا چاہتا ہے ۔ چند روز پچھلی رات کو اٹھنے کی عادت کرو، پھر ٹھیک وقت کے اوپر نیند سے اٹھ جاؤ گے ۔ جو لوگ "صائم الدہر" ہیں ان کو عیدوں کے زمانے میں کھانا کھانا نامانوس معلوم ہوتا ہے ۔ جب یہ نفس مہذب ہو جاتا ہے تو "معلم" بن جاتا ہے ۔ آپ خود اچھے کام کرتا ہے اور دوسروں کو بھی سکھاتا ہے ۔ جو نفس پورا ٹرینڈ (ترتیب یافتہ) ہو جاتا ہے، تعلیم یافتہ ہو جاتا ہے تو اس کو نیک و بد کی تمیز پیدا ہو جاتی ہے ۔ "یہ خطرہ کہاں سے آیا ہے"، پہچانتا ہے ۔ خدا کے پاس کے الہام کو دوسرے خطرات سے تمیز کرتا ہے ۔ اس کے خطرات "رحمانی" ہوتے ہیں، مضبوطی اور اطمینان سے آتے ہیں ۔ جیسے گھر کا مالک گھر میں اطمینان سے داخل ہوتا ہے ۔ بعض وقت انسان کچھ غلطی کرتا ہے تو اس کے ساتھ ایک دوسرا برا خیال بھی آتا ہے ۔ مگر چونکہ بُرا آیا ہے اس واسطے ہٹانے سے نہیں ہٹتا ۔ خدا ایسے خطرات سے بچائے ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْکَ ۔ خدایا میں تیری پناہ لیتا ہوں تیرے سے ۔ چوتھا خطرہ الٰہی ۔ جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا کہ وہ اطمینان سے آتا ہے ۔ شک و شبہ کی وہاں گنجائش نہیں ۔ بے چینی و بے اطمینانی کو وہاں دخل نہیں ۔ ابھی ہم نے بیان کیا کہ خدا کے پاس کے الہام اور نفس و شیطان کے ترغیبات کو پہچانتا ہے ۔ اللہ اپنے محبوب کے طفیل سے علم صحیح اور حق و باطل کی تمیز عطا کرے ۔ اور اچھی بات پر عمل کرنے کی توفیق سے سرفراز کرے ۔ آمین ۔

بَابٌ : فِی الْمَلٰٓئِکَةِ

یہ باب فرشتوں کی نسبت ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَ اَهْلِیْکُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۔ (آیت ۶۔التحریم)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو، اپنے اہل و عیال (گھر والوں) کو دوزخ کی اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی بھی ہیں اور پتھر بھی۔ جس پر تندخو اور مضبوط فرشتے (متعین، مامور) ہیں۔ جو حکم انہیں دیا جاتا ہے اس میں ذرا بھی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نہیں کرتے اور جس طرح انہیں حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ (آیت ۷۔المومن)

ترجمہ:۔ جو فرشتے کہ عرشِ الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے گرداگرد ہیں وہ اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد و ثنا کرتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور دعائے مغفرت کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان دار ہیں، صاحبِ ایمان ہیں

وَقَالَ تَعَالٰى: وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۔ (آیت ۱۹ الانبیاء)

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ یوں بھی فرماتا ہے "اور ان میں سے جو اللہ کے نزدیک بڑے مقبول و مقرب ہیں وہ اس کی عبادت سے عار نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۔ (آیت ۱۶۔عبس)

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے "بزرگ مکرم اور نیکوکار ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۔ (آیت ۲۰۶۔الاعراف) (تنبیہ: یہ آیت سجدہ ہے اسے پڑھو تو ضرور سجدۂ تلاوت کرو)

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان یوں بھی ہے "یقیناً جو ملائکہ تیرے رب کے نزدیک (مقرب) ہیں وہ اس کی عبادت سے کسی قسم کا تکبر یا انکار نہیں کرتے اور اس کی تسبیح و تعریف کرتے رہتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۔

(آیت ۱۱۔الرعد)

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی حکم ہے کہ "(ہر شخص کی حفاظت کے لئے) کچھ فرشتے مقرر ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے۔ کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے، کہ وہ بحکمِ خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں"۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۔ (آیت ۱۸۔ق)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے" وہ کوئی لفظ منہ سے نکالنے نہیں پاتا مگر اس کے پاس ہی ایک نگہبان (تاک لگانے والا) تیار موجود ہے۔ (یعنی کراماً کاتبین)۔

بَاب : فِي دَلَائِلِ نُبُوَّتِهِ وَعَلَامَاتِ رِسَالَتِهِ

یہ باب آپؐ کی نبوت کے دلائل اور آپؐ کی رسالت کی علامتوں کے بیان میں ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : (فِي دعاءِ ابراهيم) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (آیت ۱۲۹۔ البقرۃ)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (حضرت ابراہیم کی دعا ہے) اے ہمارے رب! بھیج ان میں ایک رسول بھی خود ان کی قوم میں سے جو انھیں تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کے ظاہر و باطن کو پاک و صاف بھی کر دے۔ بیشک تو ہی عزت و حکمت والا ہے"۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔ (آیت ۶۔ الصف)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوں بھی ہے" اور اس وقت کو یاد رکھو جب کہ عیسیٰ ابن مریم نے کہا تھا۔ اے بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا (فرستادہ) آیا ہوں۔ میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کا جو مجھ سے پہلے آچکی ہے اور میں بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آنے والے ہیں جن کا نام (مبارک) احمدؐ ہوگا۔ پھر جب وہ (محمدؐ) ان کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آئے تو وہ لوگ (ان دلائل یعنی معجزات کی نسبت) کہنے لگے" یہ تو کھلا جادو ہے"۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَرَضْتُ الْاِسْلَامَ عَلٰى اَحَدٍ اِلَّا كَانَتْ لَهٗ كَبْوَةٌ اِلَّا اَبَابَكْرٍ فَاِنَّهٗ لَمْ يَتَلَعْثَمْ۔ (الترمذی۔ تیسیر ج ۱)

لغات: مَا عَرَضْتُ : میں نے نہیں پیش کیا۔" عرض" بھی، چونکہ حاکم کے سامنے انکشاف احوال کے لئے پیش کی جاتی ہے اس لئے" عرض" نام ہوا۔ كَبْوَةٌ : شبہ، شک، زنگ، غبار۔ يَتَلَعْثَمْ : تردد کیا۔ تَلَعْثَمَ يَتَلَعْثَمُ : شک و شبہ کرنا، زبان لٹ پٹانا۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انھوں نے، فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ" میں نے

نہیں پیش کیا کسی پر اسلام مگر یہ کہ (اس کے قبول کرنے میں) تردد اور شک وشبہ کیا ہو (کچھ تاخیر ہوئی)، سوائے ابوبکر کے کہ انھوں نے کسی قسم کا تردد نہیں کیا۔ (ان کی زبان لٹ پٹائی تک نہیں)۔

(یہ حدیث ترمذی میں ہے۔ تیسیر کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۴۳ پر بھی ہے)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فِي حَدِيْثِ بَدْءِ الْوَحْيِ۔ فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ فَدَخَلَ عَلٰى خَدِيْجَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِخَدِيْجَةَ وَاَخْبَرَهَا الْخَبَرَ فَقَالَ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ فَقَالَتْ لَهٗ خَدِيْجَةُ كَلَّا۔ اَبْشِرْ فَوَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِيْثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ۔ (اخرجہ الشیخان تیسیر جلد ۲)

لغات :- زَمِّلُوْنِيْ : مجھے کمبل اوڑھا دو۔ مُزَّمِّلٌ : کمبل اوڑھنے والا۔ يَرْجُفُ : ہلتا ہے۔ اَلرَّوْعُ : خوف، ڈر۔ خَشِيْتُ : میں نے خوف کیا۔ تَحْمِلُ : حمل کرنا برداشت کرنا۔ لَا يُخْزِيْكَ : تجھے رسوا نہیں کرے گا۔ كَلٌّ : بوجھ، ذمہ داری۔ اَلْمَعْدُوْمُ : نادار، بے ذریعہ اور بے معاش لوگ۔ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ : ناداروں کو کام پر لگاتے ہو تم۔ تَقْرِيْ : تم دعوت کرتے ہو، مہمان داری کرتے ہو۔ اَلضَّيْفُ : مہمان۔ تُعِيْنُ : تم اعانت کرتے ہو، مدد کرتے ہو۔ نَوَائِبُ : مصائب۔

ترجمہ :- بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے (حدیث نزول وحی اول میں) روایت ہے کہ "پس نبی کریم ﷺ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس تشریف لائے۔ آپ کا دل اس واقعہ سے ہلنے لگا، آپ پر ایک تھرتھری چھوٹی ہوئی تھی اور فرمایا" مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو، تو لوگوں نے آپ کو کمبل اوڑھا دی۔ یہاں تک کہ جب آپ کے دل کو تسکین ہوگئی تو آپ نے حضرت خدیجہؓ سے سب حال بیان فرمایا اور ان کو بتایا کہ" مجھے اپنی جان کا خوف ہے"۔ بی بی خدیجہؓ نے کہا، " ہرگز نہیں، خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی پریشان نہ کرے گا۔ یقیناً آپ صلہ رحمی سے کام لیتے ہیں، سچ بات فرماتے ہیں، سب کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، برائیوں کو دور فرماتے اور راہ حق میں مصائب جھیلتے اور لوگوں کی مدد کرتے ہیں"۔ (اس حدیث کو دونوں امام بخاری اور امام مسلم نے لیا ہے۔ تیسیر کی دوسری جلد میں بھی ہے)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْسُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ مِنْ فِيْهِ اِلٰى فِيَّ قَالَ اِنْطَلَقْتُ فِي الْمُدَّةِ الَّتِيْ كَانَتْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَبَيْنَا اَنَا بِالشَّامِ اِذْ جِيْءَ بِكِتَابٍ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى هِرَقْلَ قَالَ وَكَانَ دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ جَاءَ بِهٖ فَدَفَعَهٗ عَظِيْمَ بُصْرٰى اِلٰى هِرَقْلَ۔ فَقَالَ هِرَقْلُ هَلْ هٰهُنَا اَحَدٌ مِنْ قَوْمِ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ قَالُوْا نَعَمْ فَدُعِيْتُ فِيْ نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَدَخَلْنَا عَلٰى هِرَقْلَ فَاَجْلَسَنَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَيُّكُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا

مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ قَالَ أَبُوسُفْيَانَ فَقُلْتُ "أَنَا". فَأَجْلَسُونِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَجْلَسُوا أَصْحَابِي خَلْفِي ثُمَّ دَعَا بِتَرْجُمَانِهِ فَقَالَ "قُلْ لَهُمْ إِنِّي سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَإِنْ كَذَبَنِي فَكَذِّبُوهُ قَالَ أَبُوسُفْيَانَ وَ أَيْمُ اللّٰهِ! لَوْلَا مَخَافَةُ أَنْ يُؤْثَرَ عَلَيَّ الْكَذِبُ لَكَذَبْتُهُ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ "سَلْهُ كَيْفَ حَسَبُهُ فِيكُمْ؟ قَالَ قُلْتُ هُوَ فِينَا ذُوحَسَبٍ" قَالَ هَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ؟ قُلْتُ "لَا" قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ؟ قُلْتُ "لَا" قَالَ وَمَنْ يَتْبَعُهُ أَشْرَافُ النَّاسِ أَوْ ضُعَفَاءُهُمْ؟ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ قَالَ أَيَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ؟ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ يَزِيدُونَ قَالَ هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ دِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ سَخْطَةً لَهُ؟ قَالَ قُلْتُ "لَا" قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوهُ؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ؟ قَالَ قُلْتُ يَكُونُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِجَالًا نُصِيبُ مِنَّا وَنُصِيبُ مِنْهُ قَالَ "فَهَلْ يَغْدِرُ؟ قُلْتُ لَا" وَنَحْنُ مِنْهُ فِي هٰذِهِ الْمُدَّةِ لَا نَدْرِي مَا هُوَ صَانِعٌ فِيهَا. قَالَ وَاللّٰهِ مَا أَمْكَنَنِي مِنْ كَلِمَةٍ أُدْخِلُ فِيهَا شَيْئًا غَيْرَ هٰذَا. قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهُ؟ قُلْتُ "لَا" ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ قُلْ لَهُ إِنِّي سَأَلْتُكَ عَنْ حَسَبِهِ فِيكُمْ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ فِيكُمْ ذُوحَسَبٍ وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِي أَحْسَابِ قَوْمِهَا وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ فِي آبَائِهِ مَلِكٌ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا فَقُلْتُ لَوْكَانَ مِنْ آبَائِهِ مَلِكٌ فَقُلْتُ رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ آبَائِهِ وَسَأَلْتُكَ عَنْ أَتْبَاعِهِ أَضُعَفَاءُهُمْ أَمْ أَشْرَافُهُمْ؟ فَقُلْتَ بَلْ ضُعَفَاءُهُمْ وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا. فَعَرَفْتُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَدَعَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ يَذْهَبَ فَيَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ دِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ سَخْطَةً لَهُ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا وَ كَذٰلِكَ الْإِيمَانُ إِذَا خَالَطَ بَشَاشَةَ الْقُلُوبِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ فَزَعَمْتَ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ وَ كَذٰلِكَ أَمْرُ الْإِيمَانِ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَاتَلْتُمُوهُ فَزَعَمْتَ أَنَّكُمْ قَاتَلْتُمُوهُ فَتَكُونُ الْحَرْبُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ سِجَالًا يَنَالُ مِنْكُمْ وَتَنَالُونَ مِنْهُ وَ كَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلٰى ثُمَّ تَكُونُ لَهَا الْعَاقِبَةُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ لَا يَغْدِرُ وَ كَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهُ فَزَعَمْتَ "أَنْ لَا" فَقُلْتُ لَوْكَانَ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهُ قُلْتُ رَجُلٌ ائْتَمَّ بِقَوْلٍ قِيلَ قَبْلَهُ قَالَ ثُمَّ قَالَ بِمَا يَأْمُرُكُمْ قُلْنَا "يَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ" قَالَ إِنْ يَكُ مَا تَقُولُ حَقًّا فَإِنَّهُ نَبِيٌّ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ وَلَمْ أَكُ أَظُنُّهُ مِنْكُمْ وَلَوْ أَنِّي أَعْلَمُ أَنِّي أَخْلُصُ إِلَيْهِ لَأَحْبَبْتُ لِقَاءَهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ وَلَيَبْلُغَنَّ مُلْكُهُ مَا تَحْتَ قَدَمَيَّ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَهُ.

(متفق علیہ ۔ مشکوٰۃ)

لغات :۔ حَدَّثَنِی : مجھ سے حدیث کی، بیان کیا ۔ مِنْ فِیْهِ اِلٰی فِیَّ : منہ در منہ، بالمقابل ۔ اِنْطَلَقْتُ : میں چلا ۔ فَبَیْنَا : اس حال میں ۔ عَظِیْمٌ : امیر، بڑا، نواب، وزیر ۔ یَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ : یہ زعم کرتا ہے کہ وہ نبی ہے ۔ دُعِیْتُ : میں بلوایا گیا ۔ بَیْنَ یَدَیْهِ : اس کے سامنے، بالمقابل ۔ خَلْفَ : پیچھے، پیٹھ ۔ اَیْمُ اللّٰهِ : بخدا، خدا کی قسم ۔ لَوْلَا مَخَافَةُ : اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا ۔ اَنْ یُؤْثَرَ : کہ غالب آ جائے ۔ مُلْكٌ : سلطنت ۔ مِلْكٌ : جائداد ۔ مَلِكٌ : بادشاہ ۔ مَلَكٌ : فرشتہ ۔ مُلْكٌ کی جمع مَمَالِكُ ۔ مِلْكٌ کی جمع اَمْلَاكٌ ۔ مَلَكٌ کی جمع مَلَائِكَةٌ ۔ مَلِكٌ کی جمع مُلُوْكٌ ۔ تَتَّهِمُوْنَ : تم تہمت لگاتے ہو ۔ یَتَّبِعُهٗ : اس کے تابعین ہیں ۔ اس کی پیروی کرتے ہیں ۔ ضُعَفَاءُ : ضعیف کی جمع، کمزور، بے بس، غریب، ناتوان لوگ ۔ اَشْرَافٌ : بزرگ (شریف کی جمع) نیک لوگ ۔ یَنْقُصُوْنَ : نقص کرتے ہیں، کم ہوتے ہیں ۔ یَرْتَدُّ : ارتداد کرتا ہے ۔ دین سے پلٹ جاتا ہے ۔ سِجَالًا : ڈول ۔ سجل کی جمع ۔ حَرْبٌ : لڑائی، جنگ ۔ لَا نَدْرِیْ : ہمیں علم نہیں ۔ صَانِعٌ، صُنَّاعٌ : بنانے والا ۔ مَا اَمْكَنَنِیْ : مجھ سے ممکن نہ ہو سکا ۔ فَعَرَفْتُ : پس میں نے پہچانا، معرفت ہوئی مجھے ۔ خَالَطَ : مخلوط ہوا، ملا ۔ اِئْتَمَّ : اقتدا کی پیروی کی ۔ نقل کی ۔ عَفَافٌ : پاکدامنی، عفت ۔

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہا انھوں نے، مجھ سے ابوسفیان بن حرب نے میرے روبرو (منہ پر، روبرو) بیان کیا کہ جس مدت میں مجھ میں اور رسول اللہ ﷺ میں وقفہ جنگ کا معاہدہ ہوا تھا، اسی زمانہ میں، میں ملک شام میں تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان جو ہرقل کو بھیجا گیا تھا اور اسے بصرہ کے امیر نے ہرقل کے سامنے پیش کیا تو ہرقل نے کہا یہاں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو اس شخص کی قوم سے ہو جس نے کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے ۔ لوگوں نے کہا جی ہاں! پس میں چند ساتھیوں کے ساتھ بلایا گیا جو قریش میں سے تھے ۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ ہم ہرقل کے دربار میں داخل ہوئے، پس ہم کو اپنے سامنے بٹھایا ۔ ہرقل نے پوچھا اس شخص سے نسب میں کون زیادہ قریب ہے جو دعویٰ نبوت کرتا ہے ۔ ابوسفیان نے کہا" میں نے جواب دیا کہ جی میں ہوں" پس لوگوں نے مجھے بادشاہ کے سامنے بٹھایا اور میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھایا ۔ پھر اپنے ترجمان کو بلایا ۔ پھر اس سے کہا " ان سے کہو میں اس شخص کے متعلق جو دعویٰ نبوت کرتا ہے، چند سوال کروں گا ۔ اگر یہ شخص کچھ جھوٹ کہے تو صاحبو! تم فوراً اس کی تکذیب کردو ۔ ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ میں جھوٹا مشہور ہو جاؤں گا تو جھوٹ کہنے میں کوتاہی نہ کرتا ۔ ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا ان سے پوچھو کہ تم میں ان کا (نبی کریم) کا حسب کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ ہم میں اچھے حسب کے ہیں ۔ پھر ہرقل نے

پوچھا ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ میں نے کہا" جی نہیں" پھر پوچھا" کیا تم ان پر ان کے یہ کہنے سے پہلے جھوٹ کی کبھی تہمت لگاتے تھے؟" میں نے کہا" جی نہیں" پھر پوچھا" ان کے تابعین کون ہیں امیر لوگ ہیں یا کمزور لوگ؟" میں نے کہا زیادہ مساکین کمزور لوگ ہیں" پھر کہا" یہ روز بروز بڑھتے ہیں یا گھٹتے ہیں؟" میں نے کہا" یہ روز بروز بڑھتے ہیں"۔ اس نے کہا" کیا کوئی ان کے دین سے ناخوش ہوکر پھر بھی جاتا ہے؟" میں نے کہا" جی نہیں" اس نے کہا" آیا کبھی تم نے ان سے جنگ بھی کی ہے؟" میں نے کہا" جی ہاں" اس نے کہا" تو پھر تمہاری جنگ ان سے کیسی رہی؟" ابوسفیان نے کہا میں نے اسے کہا کہ" ہم میں اور ان میں لڑائی باری باری کی ہے۔ کبھی ان سے ہمیں نقصان ہوتا ہے اور کبھی ہم سے انھیں" ہرقل نے کہا" کیا وہ بدعہدی (غدر) بھی کرتے ہیں؟ میں نے کہا" جی نہیں اور ہم ان کے ساتھ مدت صلح میں ہیں۔ معلوم نہیں اس معاہدہ کے زمانے میں وہ کیا کریں گے"۔ ابوسفیان نے کہا، خدا کی قسم اس نے بیچ میں دخل دینے کا ایک موقع بھی نہ دیا سوائے اس کلمہ کے۔ ہرقل نے پوچھا" کیا جو دعویٰ انہوں نے اس وقت کیا ہے ان سے پہلے بھی کسی نے کیا تھا؟" میں نے کہا" جی نہیں" پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا" ابوسفیان سے کہہ دو کہ میں نے تم سے ان سے حسب کی نسبت سوال کیا تھا، پس تم نے زعم کیا، ذکر کیا کہ وہ تم میں اچھے حسب ونسب والے ہیں۔ پیغمبر ایسے ہی اپنی قوم میں عالی نسب ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ تھا تو تم نے بیان کیا کہ نہیں۔ پس میں نے کہا تھا کہ اگر ان کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہوگا تو میں کہہ دوں گا کہ وہ ایک ایسے شخص ہیں جو اپنے باپ دادا کا ملک حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ پھر میں نے تم سے پوچھا تھا کہ ان کے تابعین ضعفاء ہیں یا اشراف لوگ۔ تو تم نے کہا کہ غریب اور ضعیف لوگ ہیں۔ اور پیغمبروں کے پیرو ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ آیا وہ جھوٹ میں بدنام تو نہیں ہیں اس بات کے کہنے سے پہلے؟ تم نے زعم (بیان) کیا کہ نہیں۔ میں سمجھ گیا کہ جب وہ لوگوں پر جھوٹ نہیں کہتے تو خدا پر جھوٹ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا ان کے (پیرووں) میں سے کوئی ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس سے پلٹ (مرتد ہو) جاتے ہیں۔ تو تم نے زعم کیا کہ نہیں اور جب دلوں میں ایمان کی بشاشت داخل ہوجائے تو ایمان کا یہی حال ہوتا ہے اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ لوگ (تعداد میں) زیادہ ہوتے ہیں یا کم۔ تو تم نے زعم کیا کہ زیادہ ہی

ہوتے ہیں اور در حقیقت ایمان کا یہی حال ہے ۔ اس وقت تک کہ کمال کو پہنچ جائے اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم نے ان سے جنگ بھی کی ہے ۔ تو تم نے زعم کیا کہ تم نے ان سے جنگ بھی کی ہے اور لڑائی کا حال تم میں اور ان میں باری باری سے رہا ہے ۔ کبھی تم انہیں شکست دیتے ہو اور کبھی وہ تمہیں شکست دیتے ہیں اور اسی طرح پیغمبر مبتلائے امتحان ہوتے ہیں مگر نیک انجام انہیں کا ہوتا ہے ۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا وہ غدر، بدعہدی بھی کرتے ہیں ۔ تو تم نے زعم کیا کہ وہ غدر نہیں کرتے ۔ پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں ۔ وہ کبھی غدر نہیں کرتے ۔ میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ جو بات انھوں نے اب کہی اور جو دعویٰ کیا ہے کیا ان سے پہلے بھی کسی نے ایسا کیا تھا ؟ تم نے زعم کیا کہ نہیں ۔ پس میں نے خیال کیا کہ اگر ان سے پہلے کسی نے ایسی بات کہی ہوتی تو میں کہتا کہ وہ دوسروں کی پیروی کر رہے ہیں اور وہی بات کہہ رہے ہیں جو دوسروں نے کہی تھی ۔ ابوسفیان نے کہا ۔ پھر ہرقل نے کہا ”تمہیں وہ کیا حکم دیتے ہیں ؟ ابوسفیان وغیرہ ہم نے کہا ” وہ ہمیں نماز، زکوٰۃ، صلہ رحمی اور پاکدامنی کا حکم دیتے ہیں“۔ ہرقل نے کہا ” تم جو کہتے ہو اگر سچ ہے تو وہ بے شک نبی ہیں ۔ مجھے یہ تو معلوم تھا کہ کوئی پیغمبر آنے والا ہے مگر مجھے یہ گمان بھی نہ تھا کہ وہ تم میں ہوں گے اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میں ان تک پہنچ سلامت پہنچ سکوں تو ان سے ملنے کی آرزو کرتا ہوں ۔ اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے پیر دھوتا اور یقیناً ان کی سلطنت اس جگہ بھی ہوگی جہاں میرے یہ دونوں پیر ہیں ۔ پھر رسول خدا ﷺ کا وہ خط منگوایا گیا اور پڑھا۔

بَابٌ فِيْ كَوْنِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلَ الْأَنْبِيَاءِ
وَالرُّسُلِ وَأَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ

یہ باب اس بیان میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء اور رسل سے افضل ہیں
اور یہ بھی کہ آپ سردار بنی آدم ہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۔ (آیت ۱۱۳ ـ النساء)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : (اے پیغمبر!) تم پر اللہ کا بڑا فضل ہے ۔

قَالَ تَعَالٰى : تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۔ (آیت ۲۵۳ ـ البقرۃ)

ترجمہ:- یہ پیغمبر ہیں ۔ ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ، (ممتاز بنایا) بعض سے اللہ نے کلام کیا اور بعض کے درجے بلند کئے ۔

صاحبو! اس سے قبل ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی نسبت " وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ " ۔ اور بے شک تم بھی پیغمبروں میں سے ہو" ۔ ارشاد فرما کر رسالت کی خود ہی تصدیق فرمادی ۔ پھر اسی کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ اور دوسرے پیغمبروں کی نسبت فرماتا ہے تِلْكَ ، یعنی " یہ " " تِلْكَ " مبتدا ہے اور " الرُّسُلُ " خبر ۔ بعض پیغمبروں کو بعض پیغمبروں پر فضیلت جو دی گئی ہے اُن سب کے فرد اعلیٰ اور اس سے مُراد حضور محمد رسول اللہ ﷺ ہیں ۔ ان میں سے پھر بعض کی وضاحت یوں ہو رہی ہے ، مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ ۔ یعنی ان میں سے بعض وہ پیغمبر ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا ۔ اللہ تعالیٰ کا کلام تین طرح پر ہوتا ہے ۔ (۱) (اس حالت میں) ایک قسم کی بے خودی چھا جاتی ہے اور تن بدن میں سنسنیاں چھوٹتی ہیں جسے حضرتؐ نے "صَلْصَلَةُ الْجَرَسِ" سے تعبیر کیا ہے ۔ اس حالت میں آپ کا سانس تیز چلتا اور آپ پسینہ پسینہ ہو جاتے ۔ یہ حالت آنحضرتؐ پر سخت گزرتی ۔ (۲) وحی ، قلبی الہام ، پردہ کی آڑ سے ۔ (۳) فرشتہ کا انسانی شکل میں ظاہر ہونا ۔ بعض وقت جبرئیل امین اعرابی کی شکل میں آتے اور صحابہ کو محسوس ہوتے ۔

یاد رکھو! رسول خدا ﷺ کی فضیلت مسلّم ہے ۔ مگر اس بات کا خیال رہے کہ پیغمبروں کی تعظیم میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو ایک پیغمبر کو دوسرے پیغمبر پر ایسی فضیلت نہ دو کہ دوسرے پیغمبر کی تحقیر ہو ۔ اسی واسطے رسول خدا ﷺ نے فرمایا ۔ لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُوْنُسَ ابْنِ مَتّٰی ۔ یعنی مجھے یونسؑ پر فضیلت نہ دو ۔ مقصد یہ کہ دوسرے پیغمبر کی تحقیر نہ ہو ۔

آج کل جہال کے کلام میں جناب عیسیٰ علیہ السلام ، یوسف علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کی کافی تحقیر کی جاتی ہے ۔ خود کو ان پیغمبروں پر فضیلت دی جاتی ہے ۔ یاد رکھو! کہ پیغمبروں کی شان نہایت عالی ہے جن کی تحقیر سے ایمان چلا جاتا ہے ۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۔ (آیت ۸۷ ۔ بنی اسرائیل)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بے شک اس کا فضل تم پر بہت بڑا ہے ۔

قَالَ تَعَالٰی : وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۔ (آیت ۴ ۔ الم نشرح)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اے پیغمبر!) ہم نے تمہارا بول بالا کیا ۔ تمہاری نام آوری اور شہرت ہوگئی ۔ تمہارے نام کے نقارے بجائے گئے ۔

صاحبو! اس سے بڑھ کر اور کیا بلندی ہوگی کہ رہتی دنیا تک دنیا کے ہر حصے میں روزانہ پانچ وقت بہ بانگ دہل یہ گواہی دی جاتی ہے کہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمدؐ اللہ کے رسول ہیں ۔ یاد رکھو! اگر کوئی ساری عمر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے تو مسلمان نہیں ہو سکتا ۔ یہ اور بات ہے کہ وہ موحد ہو جائے لیکن مسلمان ہونے کے لئے محمدؐ کی رسالت کی گواہی زبان سے اور دل سے دینے کی سخت ضرورت ہے ۔ آج کل مسلمانوں کے میل ملاپ اور اثر صحبت سے

غیر مسلم، مورتی پوجنے والے بھی اعتقاداً توحید کے قائل ہوتے جا رہے ہیں۔ اپنی مورتیوں کے متعلق من مانی تاویل کر رہے ہیں لیکن یہ بات ان کے مسلمان کہلانے کے قابل ہرگز نہیں۔ ہاں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنے کے بعد ہی حاشیہ بردارانِ اسلام سے ہو سکتے ہیں۔

یہ بھی یاد رکھو! یہ کلمہ محمد اور اللہ کی نسبت رسالت کا بیک وقت تصور پیش کرتا ہے۔ جس آدمی کا خاتمہ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" (کے الفاظ) پر ہو وہ بے شک جنتی ہے۔ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کے آخر میں "اللّٰہ" ہے، اور اسی پر خاتمہ ہوا۔ یعنی محمدؐ کے طفیل اللہ بھی ملا اور اسی کے نام پر مرتے دم بھی خاتمہ ہوگیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ۔ (آیت ۸۱۔ ال عمران)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ " اور اس واقعہ کو یاد کرو جب اللہ نے انبیاء سے عہد واثق لیا تھا کہ جب میں تمہیں کتاب اللہ اور حکمت سے سرفراز کروں، پھر تمہارے پاس ایک ایسا رسول آئے جو تمہارے دین اور رسول ہونے کی تصدیق کرتا ہے تو تم اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی نصرت کرو گے"۔

صاحبو! جس دنیا میں ہم ہیں اس کا نام " عالم شہادت " ہے، " عالم ناسوت " ہے۔ اس عالم سے اوپر " عالم مثال " ہے۔ وہاں سب کی روحیں جمع ہوتی ہیں۔ چونکہ وہ عالم تحت زمانہ نہیں اس لئے اگلے پچھلے سب کے سب اس عالم میں جمع ہوتے ہیں۔ اسی عالم مثال میں اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب محمد رسول اللہ ﷺ کے ظہور کا زمانہ آئے اور تم اس زمانے کو پاؤ تو تم سب اس سید الانبیاءؐ کی تعظیم کرو، ان پر ایمان لاؤ، ان کی مدد کرو۔ تمام انبیاءؑ نے اس کا اقرار کیا۔ جب پیغمبروں نے سید الانبیاء کی برتری کا اقرار کرلیا اور ان پر ایمان اور نصرت کا عہد کرلیا تو ان کے متبعین کو چاہیے کہ ان کے پیغمبروں کی پیشین گوئیوں کے مطابق سید الانبیاءؐ کی نبوت کا اقرار کرتے، ان کی اطاعت کرتے اور ان کا حکم مانتے۔ پس محمد رسول اللہ ﷺ کو نہ ماننا اور ان کی نافرمانی تمام پیغمبروں کی نافرمانی ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی: وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔ (آیت ۲۸۔ سبا)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا یوں بھی ارشاد ہے، " اے پیغمبر! ہم نے تمہیں جو بھیجا سو سارے لوگوں کے واسطے، (نیکوں کو) بشارت دینے اور (بدوں کو) ڈرانے کے لئے۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ (آیت ۴۰۔ الاحزاب)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ " محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں"۔

آنحضرت رسول خدا ﷺ کو بی بی خدیجہ سے سب سے پہلے حضرت قاسم تولد ہوئے اور اسی نسبت سے حضرت کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ آپ کا عالم شیر خوارگی ہی میں جب کہ آپ پاؤں چلنا سیکھتے تھے، انتقال ہوگیا۔ دوسرے صاحبزادے بھی بی بی خدیجہ کے بطن سے ہیں۔ آپ کا بھی انتقال اسی عمر میں ہوا۔ تیسرے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ ہیں جو بی بی ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے۔ آپ بھی (۱۸) ماہ کے سن میں وفات کر گئے۔ اس طرح تینوں صاحبزادے بعالم شیر خوارگی وفات کر گئے۔ مرد کہلانے کے سن کو پہنچ ہی نہیں سکے۔ لہذا حضورؐ کسی مرد کے باپ نہیں۔ آپ کا سلسلہ آپ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی سیدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کے صاحبزادوں حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ سے جاری ہے۔ اسی لئے "آل نبی اولاد علی" کہا جاتا ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی: وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (آیت ۱۰۷۔ الانبیآء)

ترجمہ:- اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔ "(اے پیغمبر!) ہم نے تم کو سارے عالموں کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔

صاحبو! تبلیغ رسالت میں، دین محمدی میں، رنگ، زبان، خاندان، زمین کسی کو دخل نہیں۔ رحمت محمدی کا دروازہ سب کے لئے کھلا ہوا ہے۔ ایک اسلام ہی تمام کو ایک کرسکتا ہے۔ محمدؐ کا کلمہ پڑھو، قوم مسلم میں داخل ہو جاؤ۔ سب ایک ہو جائیں گے تو دنیا میں امن چین ہوگا۔

وَقَالَ تَعَالٰی: کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ (آیت ۱۱۰۔ آل عمران)

ترجمہ:- اور اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے۔ "اے مسلمانو! تم اچھی جماعت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے"۔

صاحبو! محبوب کی ہر چیز حبیب کی دل پسند اور مرغوب ہوتی ہے۔ پس سرکارؐ کے طفیل غلاموں کے لئے بھی "خیر" والی نسبت والی جماعت کا اعزاز عطا ہوا اور پھر کن کے مقابل؟ سارے اگلوں سے، کیوں کہ سب سے آخر تو یہی جماعت ہے۔ اگلی امتیں سب اس سے پہلے گزر چکی ہیں۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ۔ (رواہ مسلم)

لغات:- اَكْثَرُ: زیادہ، بہ کثرت۔ تَبَعًا: پیروی کرنا۔ قَرَعَ يَقْرَعُ قَرْعًا۔ دروازہ ٹھوکنا، کھٹکانا۔

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا انھوں نے، فرمایا رسول مقبول ﷺ نے کہ "میں تمام انبیاء سے زیادہ متبعین رکھوں گا قیامت کے دن۔ اور میں پہلا شخص ہوں گا جو جنت کے دروازے کو ٹھوکے گا، کھٹکھٹائے گا اندر داخل ہونے کے لئے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَوَّلُ مَنْ يَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔ (رواہ المسلم)

لغات:- يَنْشَقُّ: شق ہونا، پھٹنا۔ شَافِعٌ: شفاعت کرنے والا۔ مُشَفَّعٌ: شفاعت قبول کیا ہوا۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، کہا انھوں نے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "میں بنی آدم کا سردار ہوں بروزِ قیامت۔ میں سب سے پہلے قبر کے پھٹنے سے نکلوں گا، میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔ (روایت کیا اسے مسلم نے)

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطِهِنَّ اَحَدٌ قَبْلِيْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا فَاَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ اُمَّتِيْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَاُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً۔ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ)

لغات:- اُعْطِيْتُ: دیا گیا ہوں میں، مجھے عطا کیا گیا ہے۔ خَمْسًا: پانچ چیزیں۔ لم يُعْطِهِنَّ اَحَدٌ: کسی کو نہیں عطا کیا گیا انھیں، وہ چیزیں کسی اور کو نہیں دی گئیں۔ مَسِيْرَةَ: مسافت، دوری۔ شَهْرٌ: مہینہ۔ اَدْرَكَتْهُ: پایا اسے۔ اُحِلَّتْ: حلال کی گئی، جائز ہوئی۔ الْغَنَائِمُ: (غنیمت کی جمع) لوٹ کا مال، وہ مال جو مسلمان مجاہدین کو جنگ میں کافر دشمنوں سے ہاتھ آئے۔

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا انھوں نے، فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ "مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں کہ مجھ سے پہلے کسی کو وہ نہیں عطا کی گئیں۔

(۱) مجھے ایک مہینے کے فاصلے (مسافت راہ) سے دشمنوں پر خوف طاری ہوکر نصرت ملتی ہے۔

(۲) ساری زمین میرے لئے مسجد اور پاک بنادی گئی ہے (کہ میں جہاں چاہوں نماز پڑھ لوں) پس میری اُمت میں سے جس شخص کو جہاں نماز کا وقت ہوجائے اُسے چاہیئے کہ وہیں نماز پڑھ لے۔

(۳) میرے لئے مالِ غنیمت حلال کیا گیا۔ مجھ سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔

(۴) مجھے شفاعت کرنے کا حق دیا گیا ہے۔

(۵) پہلے جو پیغمبر ہوتا وہ خاص اپنی قوم کے لئے ہوتا۔ میں عامۃ الناس کے لئے مبعوث ہوا ہوں، پیغمبر بنایا گیا ہوں"۔

(اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے متفقہ طور پر لیا ہے اور یہ حدیث مشکوٰۃ میں ہے)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَآءِ بِسِتٍّ۔ اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَآفَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ۔ (رواہ مسلم)

لغات:- جَوَامِعُ: جامع کی جمع۔ كَلِمٌ: کلام کی جمع۔ جَوَامِعُ الْكَلِمِ: کُھلی کُھلی باتیں، کلام اللہ، معقول باتیں۔ خُتِمَ بِيْ: مجھ پر ختم ہے، خاتمہ ہے۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا، بے شک رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے مجھے سارے انبیاء پر چھ چیزوں سے فضیلت دی۔

(۱) مجھے مختصر احکام دیئے گئے ہیں۔ (۲) اور صرف "رعب" سے مجھے نصرت ہو جاتی ہے۔ (۳) اور میرے لئے مالِ غنیمت حلال (جائز) کیا گیا۔ (۴) اور میرے لئے ساری زمین مسجد (قابلِ ادائی نماز) اور پاک بنائی گئی۔ (۵) اور میں ساری مخلوق کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (۶) اور مجھ پر تمام پیغمبروں کی پیغمبری ختم ہوتی ہے۔

صاحبو! خاتم النبیین محمد رسول اللہ (ﷺ) کے بعد جو پیغمبری کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے، دجّال ہے۔

صاحبو! آج کل پیغمبروں کی بھرمار ہے۔ گھر گھر ایک ایک آدمی پیغمبری کا دعویٰ کر رہا ہے۔ اس وقت بھی ہمارے سامنے ایک کالے ریش دار شخص ہیں جو پیغمبری کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ میں نے ان سے چند سوال کئے۔ سب کا جواب صفر۔ ایک صاحب نے مجھے لکھ کر بھیجا کہ "میں پیغمبر ہوں۔ تم صدیق اکبر کی اولاد ہو، اگر تم مجھ پر ایمان لاؤ گے تو تم کو صدیق اکبر کا درجہ ملے گا۔ میری اور بہت سے مدعیانِ نبوت سے ملاقات ہوئی دیکھا تو جہالت نقطۂ کمال پر پہنچی ہوئی ہے۔ میں "عثمانیہ" میں (یعنی عثمانیہ یونیورسٹی میں) پروفیسر تھا۔ ایک طالب علم آیا جو مدعیِ نبوت تھا۔ میں نے ان سے کہا تم کس چیز کی تبلیغ کرتے ہو؟ مجدد دینِ محمدی ہوں۔ لوگ احکامِ اسلام سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ میں اسلام کی بھولی ہوئی چیزوں کو یاد دلاتا ہوں۔ اس نے کہا مجھے نماز، روزہ کی پابندی کرنے کے لئے "وحی ہوتی ہے"۔ میں نے کہا "وحی مت کہو، الہام کہو"۔ اس نے اقرار کر لیا کہ "آئندہ میں اپنے آپ کو پیغمبر نہیں کہوں گا"۔

عَنْ ثَوْبَانَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ "إِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَإِنَّ أُمَّتِيْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِيْ مِنْهَا وَأُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْيَضَ وَإِنِّيْ سَأَلْتُ رَبِّيْ اَنْ لَا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَاَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوٰى اَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيْحَ بَيْضَتَهُمْ ۔ وَإِنَّ رَبِّيْ قَالَ "يَا مُحَمَّدُ إِنِّيْ إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً لَا يُرَدُّ وَإِنِّيْ اَعْطَيْتُكَ لِاُمَّتِكَ اَنْ لَا اُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَاَنْ لَا اُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوٰى اَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيْحَ بَيْضَتَهُمْ وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَنْ بِاَقْطَارِهَا حَتّٰى يَكُوْنَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا وَيَسْبِيْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔

(رواہ مسلم)

لغات: زَوٰى يَزْوِيْ زَوْيًا، زِيًّا: موڑا، سمیٹا۔ واو مشدّد سے بھی مستعمل ہے۔ كَنْزَيْنِ: دو خزانے۔ اَحْمَرُ: سرخ۔ یہاں سونا مراد ہے۔ اَبْيَض: سفید چاندی مراد ہے۔ سَنَةٌ: سال۔ سَنَةٌ عَامَّةٌ: عام قحط سالی۔ بَيْضَةٌ: مملکت، ملک۔ يَسْتَبِيْحَ: مباح کرلیں، جائز کرلیں۔ سَبْيٌ: قید کرنا۔

ترجمہ:- حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ، کہا انھوں نے، فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لئے سمیٹ دیا۔ پھر میں نے مشرقی مقامات بھی دیکھے اور مغربی مقامات بھی اور یہ بھی کہ

میری اُمت کی مملکت کہاں تک پہنچے گی اور کہاں تک زمین میرے لئے سمیٹ دی گئی اور مجھے دو خزانے دیئے گئے ۔ لال اور سفید یعنی سونا اور چاندی اور میں نے اللہ سے دُعا کی کہ میری اُمت کے لوگ ایک عام قحط میں سب کے سب ہلاک نہ ہوجائیں اور نہ ان پر دشمنوں میں خود ان کے سوا کوئی اور ان کا دشمن رہے کہ ان کی حکومت اور عزت کو مباح سمجھے اور میرے رَب نے مجھ سے فرمایا" اے محمد! جب میں کوئی چیز مقرر کردیتا ہوں تو وہ رَد نہیں ہوسکتی ۔ اور میں نے تمہیں تمہاری اُمت کے لئے دے دیا کہ میں انہیں عام قحط میں ہلاک نہیں کروں گا اور ان پر مسلط نہیں کردوں گا کسی دشمن کو جو خود ان کے سوا ہو کہ وہ ان کی حکومت کو اور عزت کو مباح سمجھے ۔ کوئی بڑے سے بڑا دشمن بھی ساری اُمتِ محمدیہ کو بہ یک وقت مار ڈالے، تباہ و تاراج کردے ۔ اگرچہ ان کے خلاف دنیا کے تمام حصّوں سے انہیں تباہ کرنے کے لئے تیار ہوجائیں ۔ ہاں، مگر انہیں میں کے بعض لوگ بعضوں کو ہلاک کریں گے اور قید کریں گے ۔

(اس حدیث کو مسلم نے بیان کیا)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ : قَالَ جَلَسَ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ حَتّٰی اِذَا دَنَا مِنْھُمْ سَمِعَھُمْ یَتَذَاکَرُوْنَ قَالَ بَعْضُھُمْ اِنَّ اللّٰہَ اتَّخَذَ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا وَقَالَ آخَرُ وَمُوْسٰی کَلَّمَہٗ تَکْلِیْمًا وَقَالَ آخَرُ فَعِیْسٰی کَلِمَۃُ اللّٰہِ وَرُوْحُہٗ وَقَالَ آخَرُ آدَمُ اصْطَفَاہُ اللّٰہُ ۔ فَخَرَجَ عَلَیْھِمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ کَلَامَکُمْ وَعَجَبَکُمْ ۔ اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلُ اللّٰہِ وَھُوَ کَذٰلِکَ وَمُوْسٰی نَجِیُّ اللّٰہِ وَھُوَ کَذٰلِکَ وَعِیْسٰی رُوْحُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ وَھُوَ کَذٰلِکَ وَآدَمُ اصْطَفَاہُ اللّٰہُ وَھُوَ کَذٰلِکَ ۔ اَلَا وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا حَامِلُ لِوَآءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تَحْتَہٗ آدَمُ وَمَنْ دُوْنَہٗ وَلَا فَخْرَ ۔ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّاَوَّلُ مُشَفَّعٍ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّحَرِّکُ حِلَقَ الْجَنَّۃِ فَیَفْتَحُ اللّٰہُ لِیْ فَیُدْخِلُنِیْھَا وَمَعِیَ فُقَرَآءُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَی اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ ۔ (رواہ الترمذی والدارمی ۔ مشکوٰۃ)

لغات :۔ جَلَسَ : بیٹھا ۔ نَاسٌ : لوگ ۔ فَخَرَجَ : پس نکلا، برآمد ہوا ۔ دَنٰی : قریب ہوا ۔ مَنْ دُوْنَہٗ : جو اُس کے سوا ہوں ۔ حَرَّکَ یُحَرِّکُ : حرکت دینا، ہلانا، کھٹکھٹانا ۔ حِلَقٌ : حلقہ، گھیرا ۔

ترجمہ :۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہا اُنہوں نے کہ چند لوگ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے جمع تھے ۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ برآمد ہوئے اور ان سے اتنے قریب کہ وہ جو کچھ کہیں سن لیں ۔ ان لوگوں میں سے بعض نے کہا ۔ " اللہ نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا" ایک دوسرے صاحب نے

کہا" اور موسیٰ سے کلام کیا"۔ ایک صاحب نے کہا۔" پس عیسیٰ کلمۃ اللہ ہیں اور اُس کی روح ہیں"۔ اور ایک صاحب نے کہا۔" اللہ تعالیٰ نے آدم کو برگزیدہ کیا، یعنی آدم صفی اللہ ہیں"۔ پھر حضرتؐ اُن کے پاس برآمد ہوئے اور فرمایا،" میں نے تمہارا کلام سنا اور تمہارے تعجب کرنے کو بھی دیکھا۔ بے شک ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور اور موسیٰ نجی اللہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور عیسیٰ اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں اور آدم صفی اللہ ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں۔ ہاں! میں" حبیب اللہ" ہوں اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں اور قیامت کے دن" لِوَاءُ الْحَمْد " میرے ہاتھ میں رہے گا۔ اس جھنڈے کے نیچے آدمؑ اور ان کے سوا جتنے ہیں سب ہوں گے۔ یہ بھی کوئی فخر کی بات نہیں۔ میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور قیامت میں سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی اور یہ بھی کوئی فخر کی بات نہیں اور میں پہلا شخص ہوں گا جو جنت کے حلقے کو حرکت دے گا۔ یعنی داخل ہونے کے لئے دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ پس اللہ اُسے میرے لئے کھولے گا اور مجھے اس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ مسلمانوں میں سے غریب لوگ ہوں گے (فقراء المومنین ہوں گے) اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں اور میں اگلے پچھلے لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے پاس مکرم ومحترم ہوں اور یہ بھی میں فخر سے نہیں کہہ رہا ہوں"۔ (اس حدیث کو ترمذی اور دارمی دونوں نے لکھا ہے اور مشکوٰۃ میں بھی ہے)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ قَالَ "سَلُوا اللّٰهَ لِیَ الْوَسِیْلَةَ"۔ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَسِیْلَةُ؟ قَالَ اَعْلٰی دَرَجَةٍ فِی الْجَنَّةِ لَا یَنَالُهَا اِلَّا رَجُلٌ وَّاحِدٌ وَاَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ هُوَ"۔
(الترمذی)

لغات: وَسِیْلَةٌ: سبب، ذریعہ، تعلق۔ مَا: نہیں۔ مَا: جو کچھ، جسے۔ نَالَ یَنَالُ نَیْلًا: پہنچنا، قریب ہونا۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" تم سب میرے لئے مقام" وسیلہ" طلب کرو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ وسیلہ کیا ہے؟ (وسیلہ کا کیا مطلب ہے؟) حضرتؐ نے فرمایا۔" جنت میں ایک اعلیٰ درجہ ہے اُسے کوئی نہیں پائے گا بجز ایک شخص کے اور اُمید رکھتا ہوں کہ وہ شخص میں ہوں گا۔
(یہ حدیث ترمذی شریف میں ہے)

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِیْ لِتَمَامِ مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَ کَمَالِ مَحَاسِنِ الْاَفْعَالِ۔ (رواہ فی شرح السنۃ)

لغات:- مَکَارِمُ: مکرمت کی جمع، بزرگی، نوازش۔ مَحَاسِنُ: حُسن کی جمع، نیکیاں، خوبیاں۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انہوں نے، فرمایا رسول خدا ﷺ نے "بے شک مجھے اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھیجا ہے کہ مکارم اخلاق اور محاسن افعال کی تکمیل کروں (پاکیزہ اخلاق اور نیک کاموں کو پورا کروں)"۔

بَابٌ : فِیْ کَوْنِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَاَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ

باب: اس بیان میں کہ رسولِ خدا ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ۔
(آیت ۴۰۔ الاحزاب)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (اے لوگو) محمد تم لوگوں میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں مگر اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے ختم پر (خاتم نبوت و رسالت) ہیں۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ ۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا انہوں نے، رسولِ خدا ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ "تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ مگر یہ یاد رکھو کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔

(اس حدیث کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ دونوں نے بالاتفاق لیا ہے اور مشکوٰۃ میں بھی ہے)

صاحبو! ایک دفعہ رسولِ خدا ﷺ جنگ کو جا رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھر کے انتظام و نگرانی کرنے کے لئے مدینہ میں چھوڑ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک ہونا چاہتے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "یا علی! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ جس طرح موسیٰ جنگ پر جانے لگے تو اپنے بھائی ہارون کو اپنی جگہ خلافت کے لئے چھوڑ گئے۔ اسی طرح میں نے بھی تمہیں اپنی جگہ چھوڑا ہے۔ ہاں یہ بات البتہ ضروری ہے کہ ہارون کو پیغمبری مل دی ہوئے تھے اور تم نبی نہیں ہوں گے کیوں کہ مجھ پر نبوت ختم ہو چکی۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث سے سیدنا علیؓ کی خلافت ثابت نہیں ہوتی بلکہ ایک وقتی ضرورت اور حضرت علیؓ کی آزردگی کو رفع کرنا مقصود تھا۔ عرب کے خون میں جرأت اور مردانگی کا جذبہ فطری طور پر ودیعت کیا گیا ہے۔ آج اتنا عرصہ گزر جانے اور دنیا اس جنگی دور سے تہذیب اور اس کی معراج پر پہنچ جانے کے باوجود شجاعانہ مثال کے لئے عرب ہی کا نام لیا جاتا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ عرب نے، اپنے مقابل اپنے سے کم حیثیت والا اگر آ گیا تو اس سے لڑنا اپنی حمیت کے خلاف سمجھا۔ جب عام قبائلیوں کا یہ حال تھا تو قریش اور ان میں بھی بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب بہت ہی ممتاز تھے۔ چنانچہ جب ابوجہل جنگ بدر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ہاتھوں مارا گیا تو وہ مرنے

سے قبل دشمنوں سے چور ہو کر زمین پر گرا ہوا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ اس کا سر کاٹنے اس کی طرف جھپٹ کر تلوار اس کے سر پر جھکاتے ہیں۔ اس حالت میں وہ حضرت ابن مسعودؓ سے پوچھتا ہے۔" ارے میرا سر اتارنے کے لئے تیری تلوار قابل نہیں۔ لے میری کمر سے میری تلوار نکال اور میرا گلا کاٹ لے۔ مگر ہاں یاد رکھنا ذرا نیچے سے کاٹنا۔ حضرت ابن مسعود وجہ پوچھتے ہیں تو وہ بتاتا ہے کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں بھی سردار قبیلہ ہوں جب میرا سر رکھا جائے تو دوسرے سروں سے ذرا نمایاں رہے"۔ یہ تھا جذبۂ شجاعت۔ پس حضرت علیؓ کو بھی حضورؐ کے ساتھ جنگ پر نہ جانے کا سبب آزردگی یہی تھا کہ کہیں لوگ یہ سمجھیں کہ" ابھی علی بچہ ہیں جنگ کے قابل نہیں"۔ اسی لئے انہوں نے جنگ میں شریک ہونے کی خواہش کی اور آنحضرتؐ نے بھی حضرت علی کے اس جذبۂ شجاعت کا لحاظ فرماتے ہوئے حضرت ہارون کی مثال دی تاکہ ان کا ملال دور ہو جائے۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْكَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنِ الْخَطَّابِ۔ (رواه الترمذی)

ترجمہ:- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ" میرے بعد کوئی نبی اگر ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتے"۔ (یہ حدیث ترمذی شریف میں ہے)

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ" قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ ؟ قَالَ "اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ"۔ (رواه البخاری۔ مشکوٰۃ)

لغات:- لَمْ يَبْقَ: ہرگز باقی نہیں رہا۔ مُبَشِّرَاتُ: خوش خبریاں، بشارتیں۔ رُؤْيَا: نیند، خواب۔

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔" اب نبوت سے صرف "مبشرات" کے سوا کچھ نہیں باقی رہا"۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضور! یہ "مبشرات" کیا ہیں؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔"سچے خواب"۔

صاحبو! پیغمبروں کے صفات یا لوازمات میں سے یہ بھی ہے کہ ہر نبی کو خواب سچے نظر آتے ہیں۔ چونکہ آنحضرتؐ پر نبوت ختم ہوگئی اس نبوت کے صفات بھی ختم ہوگئے۔ صرف ان میں سے سچے خواب کا نظر آنا باقی رہ گیا۔ یعنی نیک لوگوں کے خواب عموماً سچے ہوتے ہیں۔ اور عامۃ المسلمین، جنہیں اطمینانِ قلب نصیب نہیں وہ" خواب پریشان" دیکھتے ہیں، جنہیں "اضغاث احلام" کہا جاتا ہے۔ مگر حضورؐ کے صدقہ میں اب بھی نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ سچے خواب بھی دکھاتا ہے۔ اور خواب کی تعبیر دینا بھی ایک فن اور خداداد ذہانت ہے اس لئے ہر کس وناکس کے سامنے اپنے خواب کو بیان کرنا درست نہیں۔ اور تعبیر دینے میں بھی احتیاط کی ضرورت ہے۔ خواب کی تعبیر دینا بھی پیغمبری ورثہ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیر دینے میں قدرت نے خاص امتیاز عطا فرمایا تھا۔

واضح ہو کہ خیال، کشف، خواب تینوں ایک خاندان کے ہیں۔ خیال میں انسان پورا آزاد رہتا ہے، اور کشف میں نیم

بے ہوشی ۔ اس کو "مَابَیْنَ النَّوْمِ وَالْیَقْظَةِ" کہتے ہیں اور خواب میں پوری بے ہوشی رہتی ہے ۔ خیال ہو، کشف ہو، خواب ہو، آتے کہاں سے ہیں ۔ یہ تحقیق طلب ہے ۔ اگر خیال خدا کے پاس سے آیا ہے تو وہ "الہام" ہے ۔ "کشف" اگر خدا کے پاس سے آیا ہے تو وہ "کشفِ صحیح" ہے ۔ خواب اگر خدا کے پاس سے آیا ہے تو وہ "رویائے صادقہ" ہے ۔

بعض دفعہ بیمار انسان پر اس کے اندرونی حالات، خیالات بن کے نمایاں ہوتے ہیں ۔ اسی طرح کشف میں بھی ہوتا ہے اور بالکل اسی طرح خواب میں بھی ہوتا ہے ۔ کبھی انسان واہی تباہی خیالات پکاتا ہے جن کا کوئی مرکز نہیں ۔ اسی طرح سے کشف میں بھی ہوتا ہے اور وہ بھی واہی تباہی خیالات میں سے ہے ۔ بعض دفعہ ایسے خواب بھی پڑتے ہیں جن کا ٹھکانہ ہے نہ ٹھکانہ، ان کو "اضغاثِ احلام" کہتے ہیں ۔ میرے خیال میں صحیح خیال، صحیح کشف، صحیح خواب ہونا قابلِ تعریف ہے نہ کہ واہی تباہی خیالات یا کشف یا خواب !

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِیْ بِالْمُشْرِکِیْنَ وَحَتّٰی تَعْبُدُوْا الْاَوْثَانَ وَاِنَّهٗ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلٰثُوْنَ کَذَّابًا ۔ کُلُّهُمْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ ۔ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ ، لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ "۔

(عن ثوبان ۔ کش)

لغات :- تَلْحَقُ : ملحق ہوں گے، مل جائیں گے، الحاق کرلیں گے ۔ قَبَائِلُ : قَبِیْلَةٌ کی جمع، خاندان ۔ اَوْثَانٌ : "وَثَنٌ" کی جمع ۔ بُت، مورت ۔ سَیَکُوْنُ : جلد ہو جائیں گے، عنقریب ہوں گے ۔ ثَلٰثُوْنَ : تیس (۳۰) ۔ کَذَّابٌ : جھوٹے "کاذب" کی جمع ۔

ترجمہ :- قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ میری اُمت کے بعض قبیلے مشرکوں سے جا نہ ملیں گے اور یہاں تک کہ بُت پرستی بھی کریں گے اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ عنقریب میری اُمت میں تیس (۳۰) جھوٹے مدعیانِ نبوت ہوں گے ان میں سے ہر ایک زعم کرے گا کہ وہ پیغمبر ہے اور میں تو خاتمِ نبوت ہوں، میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں" ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ "مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَآءِ کَمَثَلِ الْقَصْرِ اَحْسَنَ بُنْیَانَهٗ تَرَکَ مِنْهُ مَوْضِعَ لَبِنَةٍ ۔ فَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ یَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بُنْیَانِهٖ اِلَّا مَوْضِعَ تِلْکَ اللَّبِنَةِ ۔ فَکُنْتُ اَنَا سَدَدْتُّ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ ۔ خُتِمَ بِیَ الْبُنْیَانُ وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ" وَفِیْ رِوَایَةٍ ۔ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ "۔ (متفق علیہ)

لغات :- مَثَلِیْ : میری مثال ۔ قَصْرٌ : محل ۔ اَحْسَنَ بُنْیَانَهٗ : اس کی اچھی بنا کی، اس کی بنیاد اچھی رکھی ۔ تِلْکَ : یہ (مونث کے لئے) ۔ لَبِنَةٌ : اینٹ (اس کی جمع لَبِنٌ یا لَبَنٌ ہے ۔ سَدَدْتُ : برابر کیا، ہموار کیا، ٹھیک کیا میں نے ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "میری مثال اور دوسرے انبیاء

کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے محل بنایا اور اچھا بنایا، اس کی بنیاد اچھی رکھی اور ایک اینٹ باقی رکھی۔ دیکھنے والے اس گھر کی اچھی بناوٹ پر خوش ہوئے۔ مگر یہ کہ ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے۔ میں نے اس اینٹ کی جگہ کو پوری کیا، اور اللہ نے مجھ سے پیغمبروں کی عمارت پوری کرادی اور پیغمبروں کا سلسلہ مجھ پر ختم ہوگیا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ۔ " وہ اینٹ میں ہوں، اور میں " خاتم نبوت "، سارے انبیاء کو پورا کرنے والا ہوں۔

(یہ حدیث بخاری اور مسلم دونوں میں ہے)

لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبًا مِنْ ثَلَاثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ (حم م خ د ت عن ابی هريرة كنز پ ٧)

لغات:- لَاتَقُوْمُ: نہیں قائم ہوگی۔ اَلسَّاعَةُ: قیامت، گھڑی۔ یَزْعَمُ: زعم کرنا، گھمنڈ کرنا، دعویٰ کرنا ہے۔

ترجمہ:- قیامت نہ ہوگی جب تک کہ تقریباً تیس جھوٹے دجال نہ پیدا ہوجائیں گے اور ان میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا، زعم کرے گا کہ " میں پیغمبر ہوں "۔

(حم: امام احمد کی مسند۔ بعض دفعہ امام احمد کے فرزند عبداللہ کے لئے بھی یہ اشارہ استعمال ہوتا ہے۔ م: مسلم۔ خ: بخاری۔ د: ابوداؤد۔ ت: ترمذی شریف۔۔۔ یہ حدیث بخاری، مسلم، سنن ابوداؤد کے علاوہ ترمذی میں بھی ہے۔ اور کنز العمال کے ساتویں پارے کے صفحہ ۱۷۱ پر بھی موجود ہے اور اس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں)

فِىْ اُمَّتِىْ كَذَّابُوْنَ وَدَجَّالُوْنَ سَبْعَةٌ وَعِشْرُوْنَ مِنْهُمْ اَرْبَعَةٌ نِسْوَةٌ۔ وَاِنِّىْ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِىَّ بَعْدِىْ۔ (حم طب و الضياء عن حذيفة كنز)

لغات:- سَبْعٌ: سات۔ سَبْعَةٌ و عِشْرُوْنَ: ستائیس (۲۷)۔ اَرْبَعَةٌ: چار۔ نِسْوَةٌ: عورتیں (اس کا واحد اِمْرَاَةٌ ہے)۔

ترجمہ:- (فرمایا نبی کریم ﷺ نے) میری اُمت میں ستائیس دجال کذاب ہوں گے۔ ان کے منجملہ چار عورتیں بھی نبوت کی دعویدار ہوں گی اور میں تو خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(حم: مسند امام احمد۔ طب: طبرانی کی معجم الکبیر۔ اصل حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے معجم الکبیر میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور کنز العمال کے ساتویں پارے میں بھی ہے)

صاحبو! ستائیس (۲۷) یا تیس (۳۰) سے مُراد بہت سے ہوتے ہیں۔ جس طرح ہم اُردو میں کہتے ہیں کہ " زید چار پیسے والا ہے "۔ " خالد کے دسترخوان پر ہمیشہ پانچ پچیس آدمی رہتے ہیں "۔ اسی طرح عربی میں ۲۷ یا ۳۰ سے مُراد بڑی تعداد ہے۔ آج کل آپ دیکھ رہے ہیں کہ گھر گھر پیغمبری کے دعویدار پیدا ہورہے ہیں۔ ایسے بعض جھوٹے پیغمبروں کے زمانے کو ہم نے بھی پایا اور بعضوں سے ملاقات بھی ہوئی۔ ایک صاحب نے تو یہاں تک مجھے لکھ دیا کہ " تم صدیق اکبر کی اولاد ہو، اگر میرے ہاتھ پر ایمان لاؤ گے تو تمہیں صدیق اکبر کا مرتبہ ملے گا "۔ غرض ایسے دجالوں کی کیا کمی پڑی ہے؟ بعض بعض تو ایسے بھی

ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مثل، کرشن جی کے مثل اور مہدی بھی کہلانے کی کوشش کی۔

یہ بات یاد رکھو! سنن ابوداؤد میں ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام حضرت امام حسن مجتبٰی علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں گے۔ آپ کی والدہ کا نام آمنہ اور والد کا نام عبداللہ ہوگا۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی علامتیں بتائی گئی ہیں۔

اس وقت بھی ایک شخص میرے پاس آتا ہے اور دعویٰ نبوت کرتا ہے۔ نہ علم ہے نہ تقویٰ۔ البتہ داڑھی تو دیکھنے میں لمبی اور جسم پر جھولی۔ ایک جہالت کا مجسمہ ہے۔ چند سوالات جو کئے تو معلوم ہوا کہ۔ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ (یعنی جو اندر بھرم تھا باہر ڈال دیا اور خالی جاہل رہ گیا) لیکن وہ اپنی بولی جو بولا تو کھل گیا کہ ع ہے شیر کے لباس میں پوشیدہ اک حمار

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ۔

(آمین)

بَابٌ : فِي تَعْظِيْمِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَاَنَّ التَّعْظِيْمَ غَيْرُ الْعِبَادَةِ

باب : آنحضرت ﷺ کی تعظیم کے بارے میں اور یہ بھی واضح رہے کہ تعظیم، عبادت نہیں ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۔ (آیت ۳۲۔ الحج)

لغات:۔ یُعَظِّمْ: عظمت، تعظیم، عزت کرے، احترام کرے۔ شعائر: شعیرہ کی جمع۔ عبادت، قربانی، نشانیاں، یادگاریں۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نشانیوں، یادگاروں کی تعظیم کرتا ہے وہ اس کے دلی تقویٰ پر دلالت کرتا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ○ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ○ (آیت ۸، ۹۔ الفتح)

لغات:۔ شَاهِدًا: شہادت دینے والا، گواہی دینے والا، مشاہدہ کرنے والا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت رسول خدا ﷺ ہم سبھوں کے شاہد یعنی ہمارے اعمال کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ تب ہی تو گواہی دیں گے۔ گواہی اسی کی قابل اعتبار ہوتی ہے جو اپنی آنکھوں سے کسی واقعہ کو دیکھے ورنہ، ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ مُبَشِّرًا: بشارت، خوش خبری دینے والا۔ جانتے ہو کہ خوش خبری دینے والا جس چیز کی خوش خبری دے اس سے واقف بھی ہو، دیکھا ہوا ہو۔ ورنہ انجان آدمی کیا بشارت دے گا؟ اس لئے حضور کو اللہ تعالیٰ نے اس ظاہری جسم و اعتبار سے بھی جنت و دوزخ کی سیر معراج میں کرائی۔ اس لئے حضرت رسول خدا ﷺ نیکوں کو خوش خبری دیں گے، ان کے اعمال کے سبب جنت کی، دیدار خدا کی اور بُروں کو ان کی بداعمالی سے ڈرائیں گے اور عذاب دوزخ کا ڈر دلائیں گے۔ پس سرکار نیکوں کے لئے بشیر، بُروں کے لئے نذیر ہیں۔

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ یوں بھی فرماتا ہے۔ "اے پیغمبر! ہم نے بے شک تمہیں شاہد اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تاکہ اے لوگو! تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اُن کی (رسول کی) عزت کرو، ادب کرو اور توقیر کرو۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ (آیت ۶۳۔ النور)

لغات:- لَا تَجْعَلُوْا: نہ کرو، نہ بناؤ، نہ سمجھو۔ دُعَآءَ: بلانا، پکارنا۔ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا: جس طرح تمہارے میں سے بعض بعض کو بلاتے ہیں، ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں۔

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (اے لوگو!) تم رسول سے اس طرح مخاطبت نہ کرو جیسے تم آپس میں بعض بعض سے کرتے اور ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (آیت ۴، ۵۔ الحجرات)

لغات:- حُجُرٰت: کمرے (حجرہ کی جمع) وَرَآء: پیچھے۔

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے۔ "اے پیغمبر! جو لوگ حجرے کے باہر سے تم کو پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ اگر وہ ٹھیرتے، صبر کرتے، یہاں تک کہ ان کی طرف تم خود نکل آتے تو یہ بات اُن کے لئے بھلی ہوتی اور اللہ تو غفور اور رحیم ہے"۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔ (آیت ۲۔ الحجرات)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ یوں بھی فرماتا ہے۔ "اے ایمان والو! اپنی آواز کو پیغمبر کی آواز سے بلند نہ کرو"۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ○ (آیت ۱۴، ۱۵۔ النور)

لغات:- لَمَسَّكُمْ: البتہ تمہیں لگتا، تم پر پڑتا، تم پر نازل ہوتا، تمہیں چھو جاتا۔ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ: اس چرچے میں کہ تم کرتے ہو، اس بکواس میں، اس یاوہ سرائی میں کہ تم کرتے ہو۔ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ: جب تم اس افواہ کو پاتے تھے یعنی ایک دوسرے سے نقل کرتے تھے۔ تَحْسَبُوْنَ: تم گمان کرتے، خیال کرتے۔ هَيِّنًا: سہل، آسان، معمولی۔

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ بھی ہے: "اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی رحمت دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو اس چرچا کرنے کے صلہ میں تم پر عذاب نازل ہو جاتا (کیونکہ) جب تم لوگ اس طوفان کو اپنی زبان پر لاتے اور منہوں سے کہتے، ایسی باتوں کو جس کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں۔ تم اسے آسان سمجھتے ہو، معمولی

سمجھتے ہو۔ اور وہ اللہ کے پاس بہت بڑی چیز ہے"۔

فِیْ حَدِیْثِ الْحُدَیْبِیَۃِ عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ فَقَامَ عُرْوَۃُ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَخَرَجَ حَتّٰی جَاءَ اِلٰی قَوْمِہٖ فَقَالَ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اِنِّیْ قَدْ وَفَدْتُ عَلَی الْمُلُوْکِ عَلٰی قَیْصَرَ فِیْ مُلْکِہٖ بِالشَّامِ وَعَلَی النَّجَاشِیِّ بِاَرْضِ الْحَبْشَۃِ وَعَلٰی کِسْرٰی بِالْعِرَاقِ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا رَاَیْتُ مَلِکًا ھُوَ اَعْظَمُ مِمَّنْ ھُوَ بَیْنَ ظَھْرَانَیْہِ مِنْ مُحَمَّدٍ فِیْ اَصْحَابِہٖ ۔ وَاللّٰہِ مَا یَشُدُّوْنَ اِلَیْہِ النَّظَرَ وَمَا یَرْفَعُوْنَ عِنْدَہُ الصَّوْتَ وَمَا یَتَوَضَّاُ بِوَضُوْءٍ اِلَّا ازْدَحَمُوْا عَلَیْہِ اَیُّھُمْ یَظْفَرُ مِنْہُ بِشَیْءٍ (وَفِیْ رِوَایَۃِ الْبُخَارِیْ) ثُمَّ اِنَّ عُرْوَۃَ بْنَ مَسْعُوْدٍ جَعَلَ یَرْمُقُ اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَیْنَیْہِ قَالَ فَوَاللّٰہِ اِنَّہٗ لَا یَتَوَضَّاُ اِلَّا اِبْتَدَرُوْا وَضُوْءَہٗ وَکَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلَیْہِ ۔ وَلَا یَبْصُقُ بُصَاقًا وَلَا یَتَنَخَّمُ نُخَامَۃً اِلَّا تَلَقَّوْھَا فَدَلَکُوْا بِھَا وُجُوْھَھُمْ وَاَجْسَادَھُمْ ۔ وَلَا تَسْقُطُ مِنْہُ شَعْرَۃٌ اِلَّا ابْتَدَرُوْھَا ۔ وَاِذَا اَمَرَھُمْ بِاَمْرٍ اِبْتَدَرُوْا اَمْرَہٗ ۔ وَاِذَا تَکَلَّمُوْا اِخْفَضُوْا اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَہٗ ، وَمَا یُحِدُّوْنَ اِلَیْہِ نَظَرًا ۔ (شفا ص ٦٦ ب ١)

ترجمہ :- حدیبیہ والی ایک لانبی حدیث میں حضرت عروۃ بن زبیرؓ (تابعی) سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عروۃ ابن مسعودؓ کھڑا ہوا پھر وہاں سے نکلا یہاں تک اپنی قوم کے پاس آ گیا۔ پھر کہنے لگا "اے معشر قریش! میں بادشاہوں کے پاس جا چکا ہوں۔ قیصر کے پاس اس کے ملک یعنی شام میں اور نجاشی کے پاس حبشہ کی سرزمین میں، کسریٰ کے پاس عراق میں۔ پھر خدا کی قسم ہے کہ میں نے کسی بادشاہ کو اس سے بزرگ تر نہیں دیکھا جو تمہارے درمیان ہیں، محمد (ﷺ) سے ان کے اصحاب میں۔ واللہ، یہ لوگ ان کی (یعنی محمد ﷺ کی) طرف نظر جما کر نہیں دیکھتے اور ان کے پاس آواز بلند نہیں کرتے۔ محمد (ﷺ) وضو نہیں کرتے مگر ان کے پانی کے لئے لوگ اژدہام کرتے ہیں کہ ان میں کون تھوڑے سے پانی کے حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا ہے؟" (اور صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ) پھر عروہ بن مسعود اصحاب نبی کو کن انکھیوں سے دیکھنے لگا۔ کہا واللہ، وہ وضو نہیں کرتے مگر وضو کے پانی کے لئے لوگ دوڑ پڑتے ہیں اور قریب ہے کہ اس میں لڑ پڑیں اور وہ تھوکتے نہیں ہیں اور ناک نہیں جھاڑتے مگر لوگ اسے لے لیتے ہیں اور اپنے منھوں اور جسموں پر مل لیتے ہیں۔ ان کا کوئی بال نہیں گرتا مگر یہ لوگ اسے جھپٹ لیتے ہیں۔ وہ جب کوئی حکم انہیں دیتے ہیں تو یہ (یعنی صحابہ) جھٹ پٹ اس پر عمل کرتے ہیں۔ لوگ بات کرتے ہیں تو اپنی آوازوں کو ان کے پاس پست رکھتے ہیں اور انہیں گھور کر نہیں دیکھتے۔

(یہ حدیث بخاری میں بھی ہے اور "شفا" کے پہلے پارہ میں بھی ہے)

عَنِ الْوَازِعِ بْنِ عَامِرٍؓ قَالَ : قَدِمْنَا فَقِيْلَ ذَاکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاَخَذْنَا بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ نُقَبِّلُهَا ۔

(رواہ البخاری فی الادب المفرد)

لغات :- قَدِمْنَا : ہم آگے ہوئے ، ہم پہنچے ۔ ذَاکَ : یہ (ضمیر اشارہ) اَخَذْنَا : ہم نے لیا ۔ يَدٌ : ہاتھ ۔ رَجُلٌ : مرد (جمع رِجَالٌ) رِجْلٌ : پاؤں (اس کی جمع اَرْجُل ۔ رَجْلٌ : سیدھی لٹ ۔ رَجُلٌ : پیدل فوج ۔ پیادہ ۔

ترجمہ :- حضرت وازع بن عامر رضی اللہ عنہ ، سے مروی ہے ۔ انھوں نے کہا کہ ہم پہنچے پس کہا گیا کہ یہ رسول اللہؐ ہیں ۔ تو ہم نے ان کے دونوں ہاتھ اور پیر پکڑے اور بوسہ دینے لگے ۔

(اس حدیث کو " ادب المفرد " میں امام بخاریؒ نے درج کیا ہے)

عَنْ صُهَيْبٍؓ قَالَ : رَاَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُقَبِّلُ يَدَيِ الْعَبَّاسِ وَرِجْلَيْهِ ۔

(البخاری فی الادب المفرد)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، انہوں نے کہا میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیروں کو بوسہ دیتے تھے ۔ (یہ حدیث بھی ادب المفرد میں امام بخاری نے لکھی ہے)

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ يَهُوْدِيٌّ لِصَاحِبِهٖ اِذْهَبْ بِنَا اِلٰى هٰذَا النَّبِيِّ فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ لَا تَقُلْ نَبِيٌّ اِنَّهٗ لَوْسَمِعَکَ لَکَانَ لَهٗ اَرْبَعُ اَعْيُنٍ ۔ فَاَتَيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَاهُ عَنْ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُشْرِکُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَمْشُوْا بِبَرِيْءٍ اِلٰى ذِيْ سُلْطَانٍ لِيَقْتُلَهٗ ۔ وَلَا تَسْحَرُوْا وَلَا تَاْکُلُوْا الرِّبٰوا ۔ وَلَا تَقْذِفُوْا مُحْصَنَةً ۔ وَلَا تَوَلَّوْا الْفِرَارَ يَوْمَ الزَّحْفِ وعليکم خَاصَّةً الْيَهُوْدُ اَنْ لَا تَعْتَدُوْا فِي السَّبْتِ ۔ قَالَ فَقَبَّلَا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ ۔ وَقَالَا نَشْهَدُ اِنَّکَ نَبِيٌّ قَالَ مَا يَمْنَعُکُمْ اَنْ تَتَّبِعُوْنِيْ ۔ قَالَا اِنَّ دَاؤُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَعَا رَبَّهٗ اَنْ لَا يَزَالَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ نَبِيٌّ ۔ وَاِنَّا نَخَافُ اِنْ تَبِعْنَاکَ اَنْ يَقْتُلَنَا الْيَهُوْدُ ۔ (رواہ الترمذی و ابوداؤد و نسائی ۔ مشکوٰۃ)

لغات :- اِذْهَبْ : چل ۔ اِذْهَبْ بِنَا : ہمیں لے چلو ۔ صَاحِبٌ : دوست ، ساتھی ۔ اَرْبَعُ اَعْيُنٍ : چار آنکھیں ہونا ۔ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ : کھلی نشانیاں ، احکام ۔ لَا تُشْرِکُوْا : شرک نہ کرو ۔ لَا تَسْرِقُوْا : سرقہ نہ کرو ، چوری نہ کرو ۔ لَا تَزْنُوْا : زنا مت کرو ۔ لَا تَمْشُوْا بِبَرِيْءٍ : بے گناہ کو نہ لے جاؤ ۔ لَا تَسْحَرُوْا : سحر ، جادو نہ کرو ۔ لَا تَاْکُلُوْا : مت کھاؤ ۔ الرِّبٰو : سود ۔ لَا تَقْذِفُوْا : تہمت مارو ، تہمت نہ لگاؤ ۔ لَا تَوَلَّوْا : مت بھاگو ، منہ مت پھیرو ۔ يَوْمَ الزَّحْفِ : بروز جنگ ۔ لَا تَعْتَدُوْا : زیادتی نہ کرو ، احکام سے آگے نہ بڑھو ، شکار نہ کرو ۔ السَّبْتُ : ہفتہ کا دن ۔ مَا يَمْنَعُکُمْ : تمھیں کس بات (چیز) نے منع کیا ۔ روکا ۔ اَنْ لَا يَزَالَ : کہ وہ ہمیشہ ۔ اَنْ کا مخفف ہے اس لئے يَزَالُ کے لام پر ضمہ ہے ۔

ترجمہ:- حضرت صفوان بن عسالؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا، ایک یہودی نے اپنے دوست سے کہا کہ ہمیں اس نبی کے پاس لے چلو۔ تو اس کے دوست نے کہا "نبی مت کہو! وہ سن لیں گے تو ان کی چار آنکھیں ہو جائیں گی۔ پھر وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، اور آپ سے آیات بینات یعنی احکام اور نشانیاں دریافت کئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور چوری نہ کرو، اور زنا نہ کرو، اور جس کی جان کو اللہ تعالیٰ نے باحرمت بنایا ہو اُسے قتل نہ کرو مگر حق پر (یعنی اگر وہ کسی کو قتل کرے تو اس کا قصاص ضروری ہے) اور کسی قوت والے کے پاس کسی بے گناہ کو نہ لے جاؤ کہ وہ اُسے قتل کر دے گا اور جادو نہ کرو اور سود نہ کھاؤ اور کسی پاک دامن عورت پر بہتان نہ لگاؤ اور جنگ کے دن بھاگ کر پیٹھ نہ دکھاؤ اور تم پر اے یہودیو! خاص حکم ہے کہ ہفتہ میں یا ہفتہ کے دن بے اعتدالی (شکار) نہ کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ ان دونوں یہودیوں نے حضرت کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیروں کو بوسہ دیا اور کہا "ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں"۔ حضرتؐ نے فرمایا "پھر میری اتباع کرنے سے تمہیں کون روکتا ہے؟ اور کیا چیز منع کرتی ہے؟ انہوں نے کہا، داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ ہمیشہ ان کی ذریت میں نبی ہو اور ہمیں خوف ہے کہ ہم آپ کی اتباع کریں گے تو یہودی ہمیں قتل کر دیں گے۔ (اس حدیث کی ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی اور مشکوٰۃ میں بھی ہے)

صاحبو! ذرا ان احادیث پر غور کرو۔ پیروں کو بوسہ دینے کے وقت آدمی کو جھکنا پڑتا ہے۔ جو کام رسولِ خدا ﷺ کے سامنے کیا گیا ہو اور حضرت نے منع نہیں فرمایا تو وہ کام سنت ہے۔ لہذا کسی کی تعظیم کے لئے جھکنا سجدہ نہیں ہے اس لئے اس کی ممانعت نہیں ہے۔ ورنہ حضورؐ اس کی اجازت نہیں دیتے اور فوری منع فرما دیتے۔ سجدہ کے لئے نیت سجدہ ہونا اور سات (۷) اعضاء، دونوں پاؤں، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور پیشانی کا زمین یعنی مقام سجدہ پر ٹکنا ضروری ہے۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین رکھو۔ جو لوگ اس قسم کی تعظیم کو سجدہ کا نام دے کر منع کرتے ہیں وہ دراصل دشمن اسلام ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی تعظیم سے جلتے ہیں اور "فی النار و السقر" جلتے ہیں۔ جو منہ کو آئے کہہ دیتے ہیں۔

فِی حَدِیْثِ فَتْحِ مَکَّۃَ: ثُمَّ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْبَیْتَ فَصَلّٰی فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ فَرَاٰی فِیْہِ تِمْثَالَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحٰقَ قَدْ جَعَلُوْا فِیْ یَدِ اِبْرَاھِیْمَ الْاَزْلَامَ یَسْتَقْسِمُ بِھَا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "قَاتَلَھُمُ اللّٰہُ۔ مَا کَانَ اِبْرَاھِیْمُ یَسْتَقْسِمُ بِالْاَزْلَامِ" ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِزَعْفَرَانٍ فَلَطَخَہٗ بِتِلْکَ التَّمَاثِیْلَ۔ (عن جابر من مسند)

لغات:- تِمْثَال: تصویر، شبیہ۔ اَلْاَزْلَامُ — زَلَمٌ کی جمع: پانسے، جوا کھیلنے کے تیر۔ یَسْتَقْسِمُ: قسمت آزمائی کرتے۔

یَسْتَقْسِمُ بِالْاَزْلَام : پانسوں کے لحاظ سے قسمت آزمائی کرتے تھے ۔ لَطَخَ وَ لَطَّخَ : آلودہ کرنا، تھیڑنا ۔

ترجمہ :۔ فتح مکہ والی حدیث میں ہے کہ پھر داخل ہوئے رسولِ خداﷺ بیت اللہ شریف (حرم) میں ، وہاں دو رکعتیں پڑھیں ۔ اس میں دیکھا کہ حضرت ابراہیم ، اسماعیل و اسحاق علیہم السلام کی تصویریں ہیں اور ابراہیمؑ کے ہاتھ میں جوے کے پانسے ، جن کے مطابق تقسیم کرتے بتائے گئے تھے ۔ رسولِ خداﷺ نے فرمایا خدا اُن کو (جنھوں نے اس طرح دکھایا ہے) قتل کرے ۔ ابراہیمؑ جوے کے پانسوں کے ذریعہ تقسیم نہیں کرتے تھے ۔ پھر رسولِ خداؐ نے زعفران منگوائی اور ان تصویروں کو لگادیا، مَل دیا ۔ (کنز العمال)

صاحبو! باوجودیکہ حضرتؐ نے تصویریں مٹوادیں مگر کس عزت کے ساتھ؟ کہ زعفران لگا کر انہیں صاف کردیا ۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ لَمَّا وُلِّيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَطَبَ النَّاسَ عَلٰى مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّكُمْ تُؤْنِسُوْنَ مِنِّيْ غِلْظَةً وَ ذالک اِنِّيْ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ عَبْدَهٗ وَخَادِمَهٗ وَكَانَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : "بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا" فَكُنْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالسَّيْفِ الْمَسْلُوْلِ اِلَّا اَنْ يُغْمِدَنِيْ اَوْ يَنْهَانِيْ عَنْ اَمْرٍ فَاَكُفُّ وَ اِلَّا اَقْدَمْتُ عَلَى النَّاسِ لِمَكَانِ لِيْنِهٖ ۔

(اخرجه الحاكم في المستدرك و قال هذا حديث صحيح الاسناد)

لغات :۔ وُلِّيَ : والی ، خلیفہ ہوئے ۔ خَطَبَ النَّاسَ : خطبہ دیا ، تقریر کی ۔ اَثْنٰى : ثناء ، تعریف ، حمد بیان کی ۔ تُؤْنِسُوْنَ : تم پاتے تھے ۔ مِنِّيْ : مجھ سے ۔ سَيْف : تلوار ۔ غِلْظَة : موٹا کرنا ۔ مَسْلُوْل : کھینچی ہوئی ۔ بے نیام ۔ يُغْمِدَنِيْ : مجھے نیام کردیں ۔

ترجمہ :۔" حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔ کہا انھوں نے ، جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ والی (خلیفہ) بنائے گئے تو منبر رسولِ خداﷺ پر جا کر لوگوں کو خطبہ دیا ۔ پس انھوں نے پہلے اللہ کی حمد و ثنا کی ۔ پھر فرمایا "اے لوگو! بے شک میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے سختی پاتے تھے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں رسول اللہﷺ کے ساتھ رہتا تھا ۔ پس میں آنحضرتؐ کا عبد اور خادم تھا اور آنحضرتؐ تو ایسے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا " مسلمانوں پر رحم کرنے والے "۔ تو میں ان کے سامنے تیغ برہنہ کی طرح تھا ، مگر یہ کہ رسولِ خدا مجھے نیام کریں یا کسی کام سے منع کریں تو رُک جاتا تھا ۔ ورنہ میں لوگوں کے پاس پہنچتا اور پیش قدمی کرتا آنحضرتؐ کی نرمی کی وجہ سے "۔

(اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں درج کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث بلحاظ اسناد و راویان صحیح ہے)

بَابٌ فِي وُجُوبِ طَاعَتِهٖ وَاَنَّهٗ مَبْعُوْثٌ اِلٰى كَآفَّةِ النَّاسِ

باب: اس بیان میں کہ آنحضرت ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری واجب ہے اور یہ کہ آپؐ کافۃ الناس (ساری مخلوق) کے لئے مبعوث کئے گئے (نبی بنا کر بھیجے گئے)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔ (آیت ۷۔ الحشر)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "(اے مسلمانو!) تمہیں جو کچھ رسول دیں پس اُسے لے لو۔ اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز رہو"۔

صاحبو! اس آیت میں اللہ تعالیٰ "ما" سے ساری چیزوں کو جامع فرمادیا۔ یعنی "اٰتٰكُمْ" میں صرف مال و دولت ہی نہیں بلکہ ہر وہ شئے جس کی تمہیں ضرورت ہو بلکہ تمہاری ضرورت دینی و دنیوی میں اس کا خیال رکھو کہ جو چیز نبیؐ نے تمہیں دی ہے وہی کام کی ہے۔ اور نبی کی دین قیامت تک جاری ہے اور رہے گی۔ آج بھی ہمیں جو کچھ مل رہا ہے وہ حضور رحمت للعالمین کے ہاتھوں مل رہا ہے۔ یاد رکھو! قرآن قیامت تک اپنے احکام میں اس طرح نافذ العمل ہے جس طرح حضورؐ کے زمانہ میں تھا۔ البتہ قلب حقیقت آشنا کی ضرورت ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۔ (آیت ۱۱۵۔ النساء)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور جو رسول سے الگ ہوجائے (مخالفت کرے) بعد اس کے کہ اُسے ہدایت ہوگئی ہو اور وہ مسلمانوں کے راستہ سے ہٹ کر کوئی اور راستہ اختیار کرے تو ہم اُسے پھیر دیں گے جدھر وہ پھرے (اُسے اُس کی ڈگر پر ڈال دیں گے تاکہ وہیں وہ غلطاں و پیچاں رہے) اور بالآخر اُسے ہم جہنم میں ڈال دیں گے اور کیا ہی بُرا یہ انجام ہے؟ (وہ کتنی بُری جگہ پہنچ گیا؟)

صاحبو! آج کل چند ایسے لوگ بھی نکلے ہیں جو کہتے ہیں "یہ سب لوگ (یعنی بدھی، ہندو ہوں کہ یہود و نصاریٰ) پیغمبروں کے تابع ہیں۔ جس پیغمبر کی اطاعت کرو نجات ہے"۔ بعض نادان اس آیت سے استدلال کرتے ہیں "اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝"۔ (ترجمہ:- بے شک مسلمان، یہودی اور نصرانی اور صابئی (ان میں سے جو بھی) اللہ اور روز قیامت پر ایمان لائے اور جنھوں نے بھی اچھے کام کئے تو اُن کا اجر اور ثواب ان کے رب کے پاس ہے۔ نہ اُن پر کچھ خوف ہے نہ اُن کو کچھ حزن و ملال)۔

وہ کہتے ہیں ، اس سے تو یہ نکل رہا ہے کہ مسلمان ہو یا یہودی یا نصرانی ہو ان میں سے جو بھی ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور روز قیامت پر اور اچھے کام کرتا ہے ، اس کو نجات ہے ۔ مگر ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ " الذین امنوا " سے مراد " منافقین " ہیں ۔ ایمان تو ظاہر کرتے ہیں مگر دل میں یقین نہیں ہے ۔ یہ سب اگر ایمان لائیں اور عمل صالح کریں تو ان کو نجات ہے ، سرفرازیاں ہیں ۔ میرے اس خیال کی تائید یہ آیت کرتی ہے ۔ ومن یشاقق الرسول من بعد ۔ ۔ ۔ الخ ۔ جو صاف اور واضح ہے (یعنی رسول اللہ ﷺ سے الگ ہو جائے اور مسلمانوں کے راستہ سے ہٹ کر کوئی اور راستہ چلنے والے کے لئے تو سخت وعید ہے) ۔

صاحبو ! " ویتبع غیر سبیل المومنین " کے لئے کیا حکم دیا گیا ہے ؟ " نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا " (اس کو ہم جہنم رسید کر دیں گے ہم اور وہ بُرا ٹھکانا ہے) ع محبوب خدا سے پھیر کے منہ اللہ کو شکل دکھانا کیا ! ۔ اصل میں یہ لوگ (سب کو درست کہنے والے لوگ) کافروں سے ڈر گئے ہیں ، ان کی خوشامد پر اتر آئے ہیں ۔ غیر ان کو جتنا ڈراتے ہیں اس سے زیادہ یہ خود ڈرتے ہیں ۔ اپنی جان کی محبت ، اس کی حفاظت کی فکر اللہ رسول کی اطاعت و محبت سے بھی زیادہ ہے ۔ جب مرنا ہی ہے تو نامردوں کی طرح کیوں نہ مرو ؟ ؎

نا مرد مرتا روز ہے نامردوں کی موت اک بار ہے
ہرگز نہیں مرتا ہے وہ مرنے کو جو تیار ہے (حسرت)

ہر شخص کو مرنا ہے ۔ یقیناً ! دو دفعہ کوئی نہیں مرتا ۔ یقیناً ! ابدالآباد کوئی نہیں جئے گا یقیناً ! دنیا مسلمان کا قید خانہ ہے یقیناً ! پھر مرنے سے کیوں ڈرتے ہو ؟ صلح و آشتی اچھی چیز ہے ، مگر عزت نفس اور خودداری اس سے زیادہ بہتر چیز ہے ۔ عزت دار (یعنی ذات پات ماننے والے) کی ناک تو ذلت کے خنجر سے کٹ جاتی ہے ۔ تم تو مسلمان ہو ، تمہارے لئے تو بہت بڑے بڑے سامان ہیں ۔ جو بے دین ہیں ، خدا سے آشنا نہیں ، وہ بھی تو کہتے ہیں ، " جان جائے مگر آن نہ جائے " ۔ (کہا جاتا ہے کہ) " صبر کرو " مگر صبر کی بھی ایک انتہا ہے ۔ جب عقل سلیم کہے کہ اب جینا بیکار ہے ، تو تم بھی مرنے کو تیار ہو جاؤ ۔ مگر ایسا مرو کہ تمہارا مرنا شایان شان مسلمان ہو ۔ ہنستے ہنستے ، مسکراتے مسکراتے ، جان جہاں آفریں کے حوالے کر دو ۔

وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوْسٰى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۔ وَلَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا وَاَدْرَكَ نُبُوَّتِيْ لَاتَّبَعَنِيْ ۔ (الدارمی عن جابر ۔ کنز)

لغات :- وَالَّذِيْ : قسم ہے اس ذات کی جس نے کہ ۔ یہاں واو قسمیہ ہے ۔ بَدَا : ظاہر ہوا ۔ لَضَلَلْتُمْ : البتہ تم گمراہ ہو جاتے ۔ حَيًّا : زندہ ۔ اَدْرَكَ نُبُوَّتِيْ : میری نبوت کو پاتے ۔

ترجمہ :- فرمایا نبی کریم ﷺ نے " اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے ۔ اگر موسیٰ ظاہر ہوتے اور تم لوگ ان کی پیروی کرتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو تم سیدھے راستہ سے گمراہ ہو جاتے اور (یاد رکھو) اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میری نبوت کے زمانہ کو پاتے تو یقیناً وہ میری اتباع کرتے ۔

(اس حدیث کو حضرت دارمی متوفی ۲۵۵ ھ نے جابرؓ سے لیا ہے اور کنز میں بھی ہے)

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ اَتَاکُمْ یُوْسُفُ بَیْنَکُمْ فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَکْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ ۔

(عن هب ۔ من الزهری کنز)

لغات :- هب : مخفف ہے "بیہقی" کی اس حدیث کا جو شعبۂ ایمان میں ہے ۔ یعنی اس حدیث کے راوی حضرت امام حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ ہیں ۔ کنز میں بھی زہری سے ہے ۔

ترجمہ :- فرمایا نبی کریم ﷺ نے "اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ۔ اگر تمہارے پاس یوسف آتے پھر تم اُن کی پیروی کرتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو البتہ تم گمراہ ہو جاتے ۔

لَا تَحْمِلُوْا دِیْنَکُمْ عَلٰی مَسْاَلَةِ اَهْلِ الْکِتَابِ فَاِنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ ضَلَالًا مُبِیْنًا ۔ (ابن عساکر عن ابی اسلم الجمحی عن مالک عن الزهری عن انس رضی اللّٰه عنه ۔ کنز

ترجمہ :- اور فرمایا حضور نبی کریم ﷺ نے "تم اپنے دین کو اہلِ کتاب سے سوالات کرنے پر مت ڈالو ۔ (یعنی ان کی روایتوں کی بنیاد پر قائم نہ کرو) کیوں کہ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا جو تم سے پہلے تھے اور وہ کھلی گمراہی میں ہیں ۔

لَا تَسْئَلُوْا اَهْلَ الْکِتَابِ عَنْ شَیْءٍ فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یُخْبِرُوْکُمْ بِالصِّدْقِ فَتُکَذِّبُوْهُمْ اَوْ یُخْبِرُوْکُمْ بِالْکِذْبِ فَتُصَدِّقُوْهُمْ ۔ عَلَیْکُمْ بِالْقُرْاٰنِ فَاِنَّ فِیْهِ نَبَاَ مَنْ قَبْلَکُمْ وَخَبَرَ مَابَعْدَکُمْ وَفَصْلَ مَابَیْنَکُمْ ۔ (ابن عساکر عن ابن مسعود ۔ کنز

لغات :- اَن : اگر ۔ اَنْ یُخْبِرُوْکُمْ : تمہیں اگر وہ خبر دیں ۔

ترجمہ :- فرمایا نبی کریم ﷺ نے "تم لوگ اہلِ کتاب سے کچھ (دینی معاملات میں) نہ پوچھو ۔ کیوں کہ مجھے خوف ہے کہ اگر وہ کوئی سچی خبر سنائیں اور تم اُسے جھٹلادو ۔ یا وہ تمہیں کوئی جھوٹی خبر سنائیں اور تم اس کی تصدیق کردو ۔ تم پر قرآن کی اتباع واجب ہے ۔ اس میں اگلے لوگوں کی بھی خبریں ہیں اور تمہارے بعد آنے والوں کی بھی ۔ یہ قرآن تمہارے درمیان فیصلہ کُن ہے"۔

(اس حدیث کی ابن عساکرؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے اور یہ کنز میں ہے)

عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اَتَاهُ عُمَرُؓ فَقَالَ اِنَّا نَسْمَعُ اَحَادِیْثَ مِنْ یَهُوْدٍ تُعْجِبُنَا اَفَتَرٰی اَنْ نَکْتُبَ بَعْضَهَا ۔ فَقَالَ "اَمُتَهَوِّکُوْنَ اَنْتُمْ کَمَا تَهَوَّکَتِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی ۔ لَقَدْ جِئْتُکُمْ بِهَا بَیْضَآءَ نَقِیَّةً ۔ وَلَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا مَا وَسِعَهٗ اِلَّا اِتِّبَاعِیْ ○

(رواه احمد والبیهقی فی شعب الایمان ۔ مشکوٰة)

لغات :- اَفَتَرٰی : کیا آپ کی رائے ہے ؟ کیا آپ اجازت دیتے ہیں ؟ مُتَهَوِّکُوْنَ : تمہیں ہوکا ہو گیا ہے ۔ بَیْضَآءَ : روشن ۔ نَقِیَّةً : پاک و ستھرا ۔

ترجمہ:- حضرت جابرؓ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ جب حضرت عمرؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے عرض کیا "ہم یہودیوں سے بعض باتیں سنتے ہیں اور وہ ہمیں اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ کیا آپ کی رائے ہے کہ اس میں سے ہم کچھ لکھ لیں"۔ (یہ سن کر) پس فرمایا نبی کریم ﷺ نے "کیا تمہیں "ہوکا" ہوگیا ہے، جیسے یہود و نصاریٰ کو "ہوکا" ہوگیا تھا؟ میں تمہارے پاس قرآن لایا ہوں جو روشن اور صاف ہے۔ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ان سے ہو نہیں سکتا بجز میری اتباع کرنے کے (یعنی موسیٰ بھی میری شریعت پر چلتے)۔

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِنُسْخَۃٍ مِنَ التَّوْرٰۃِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! ھٰذِہٖ نُسْخَۃٌ مِنَ التَّوْرٰۃِ فَسَکَتَ فَجَعَلَ یَقْرَأُ وَوَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَغَیَّرُ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ ثَکِلَتْکَ الثَّوَاکِلُ مَاتَرٰی بِوَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ عُمَرُ اِلٰی وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ وَغَضَبِ رَسُوْلِہٖ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْبَدَا لَکُمْ مُوْسٰی فَاتَّبَعْتُمُوْہُ وَتَرَکْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ وَلَوْکَانَ حَیًّا وَاَدْرَکَ نُبُوَّتِیْ لَاتَّبَعَنِیْ۔ (رواہ الدارمی۔ مشکوٰۃ)

لغات:- نُسْخَۃٌ: نوشتہ، لکھی ہوئی چیز، علاج کی دوائیں، لکھا ہوا کاغذ۔ سَکَتَ: سکوت کیا، خاموش ہوا۔ وَجْہٌ: چہرہ، صورت۔ یَتَغَیَّرُ: متغیر ہوا، بدل گیا۔ ثَکِلَ، یَثْکَلُ، ثَکَلًا: ماتم کیا۔ ثَکِلَتْکَ: تجھ پر روئے، تیرا غم و ماتم کرے۔ ثَوَاکِلُ جمع ہے ثَکْلٰی کی: مادرِ غم زدہ جس کا بیٹا مرگیا ہو۔

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ﷺ کی خدمت میں تورات کا ایک نسخہ لئے ہوئے حاضر ہوئے۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تورات کا ایک نسخہ ہے۔ پس (یہ سن کر) سرکارؐ خاموش ہوگئے تو حضرت عمرؓ اسے پڑھنے لگے اور رسولِ خدا ﷺ کا چہرۂ مبارک متغیر ہونے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا "عمر! تجھ پر ماتم کرنے والیاں ماتم کریں۔ (تیری ماں تجھ پر روئے) کیا رسولِ خدا ﷺ کے چہرہ کو نہیں دیکھتا؟"۔ پس حضرت عمر نے رسولِ خدا ﷺ کے چہرۂ مبارک کو دیکھا۔ پھر کہنے لگے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس کے غضب سے اور اس کے رسول کے غضب سے۔ ہم راضی ہیں اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمدؐ کے نبی ہونے پر۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، اگر تمہارے پاس موسیٰ

ہوتے اور تم اُن کی اتباع کرتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو بے شک سیدھے راستہ سے تم بھٹک جاتے۔ اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میری نبوت کو پاتے تو لامحالہ میری اتباع کرتے۔

(اس حدیث کو دارمی نے روایت کیا اور مشکوٰۃ میں بھی ہے)

أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطِهِنَّ نَبِيٌّ قَبْلِيْ بُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِنَبِيٍّ قَبْلِيْ وَأُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ وَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ سَأَلَ شَفَاعَةً وَإِنِّيْ أَخَّرْتُ شَفَاعَتِيْ ثُمَّ جَعَلْتُهَا لِمَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِيْ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا۔ (حم طب عن ابی موسیٰ ۔ کنز العمال ج ۱)

لغات:- أُعْطِيْتُ: میں دیا گیا ہوں، مجھے عطا ہوئی ہے۔ أُعْطِيَتْ: عطا کی گئی۔ أَحْمَرُ: سرخ۔ أَسْوَدُ: کالا۔ مَسِيْرَةٌ: مسافت، دوری۔ غَنَائِمُ: غنیمت کی جمع۔ جنگ کے موقع پر لوٹ کا مال۔ أَخَّرْتُ: میں نے جمع کر رکھا، ذخیرہ کیا، اٹھا رکھا ہے۔

ترجمہ:- فرمایا نبی کریم ﷺ نے "مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ (۱) میں ہر کالے گورے سب کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، مبعوث ہوا ہوں۔ (۲) ایک مہینہ کی راہ کے فاصلہ پر ہی سے دشمن پر رعب چھا کر مجھے اس پر فتح حاصل ہو جاتی ہے۔ (۳) اور میرے لئے ساری زمین مسجد بنادی گئی اور پاک کردی گئی۔ میری اُمت زمین پر جہاں چاہے نماز پڑھ لے اور پاک مٹی پر عذر کی حالت میں تیمم کرے جو قائم مقام ہے وضو اور غسل کا۔ (۴) اور میرے لئے مالِ غنیمت جائز ہوگیا۔ جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہ تھا۔ (۵) مجھے دربارِ الٰہی میں شفاعت کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ کوئی پیغمبر ایسا نہیں ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے ایک سفارش نہ کرلی ہو اور میں نے دربارِ الٰہی میں اپنی سفارش اُٹھا رکھی ہے۔ پھر میں سفارش کروں گا میرے اس اُمتی کے لئے جو مرجائے اور خدا کے ساتھ کبھی شرک نہ کرے (شرک نہ کیا ہو)۔

(اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے معجم الکبریٰ میں حضرت ابی موسیٰ اشعریؓ سے روایت کیا اور کنز العمال کی پہلی جلد میں ہے)

صاحبو! ان ارشاداتِ الٰہیہ اور فرامینِ مصطفویہ سے یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ صرف مکہ یا عرب کے مخصوص خطہ کے لئے نبی نہیں بنائے گئے تھے بلکہ آپ سارے عالم علمیان کے لئے پیغمبر آخر الزماں ہیں۔ آپ کے بعد سلسلہ نبوت ختم اور دنیا کے ہر حصہ کے لئے آپ نبی ہیں خواہ انسان ہوں کہ جنات۔ جانوروں اور کنکریوں نے تک آپ کی رسالت کی گواہی دی۔ جھاڑ نے تک آپ کی صحبت پر فخر اور آپ سے جدائی پر گریہ کیا۔ وائے ہے اس انسان پر جو اشرف المخلوقات ہونے کا دعویٰ کرے اور اس سراج منیر کی ٹھنڈی اور نورانی روشنی سے آنکھیں بند کرکے ضلالت و کفر کے گڑھے میں گرے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

صاحبو! بہت سے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں شفاعت کی اجازت دینا خدا کے رحم کا تقاضا ہے نہ کہ کسی پیغمبر کی آبرو اور خاطر کی وجہ سے؟ ان ظالموں کو قرآن شریف پڑھنے کی ضرورت ہے۔ ایسا پڑھنے سے کیا فائدہ؟ نہ قرآن کے الفاظ سے غرض نہ اس کے معنی سے مطلب۔ ظالمو! دیکھو! پھر دیکھو!! کئی بار دیکھو!!! ممکن ہے خدا کے فضل کی تجلی ہو اور تم کو قرآن شریف میں نظر آجائے۔ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۔ (احزاب ۔ آیت ۶۹) "موسیٰ اللہ کے پاس صاحب وجاہت و آبرو تھے"۔ ایسے شخص کی اللہ کے پاس کیا عزت ہے اور کیا اس کی آبرو ہے جو اللہ کے پیغمبروں کو وجیہ نہیں سمجھتا، با آبرو نہیں سمجھتا؟ دوستو! ان ظالموں سے کہو تم جل جل کے مرجاؤ تم کو کسی قسم کی بھلائی نہ ملے گی۔ ان کا تو تم کچھ بگاڑ نہیں سکتے، تم اپنی مٹی خراب کر رہے ہو۔ ایک اور جگہ ہے۔ اِذْقَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ (سورۂ آل عمران ۔ آیت ۴۵)

"(اس واقعہ کو یاد کرو) جب کہ فرشتوں نے کہا۔ اے مریم! تم کو اللہ اپنے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے ان کا نام عیسیٰ ابن مریم ہے۔ وہ دنیا اور آخرت میں باوجاہت ہوں گے اور خدا کے مقربین میں سے ہوں گے"۔ بعض نادانوں کا خیال ہے کہ خدا کے سامنے پیغمبروں کی کوئی وجاہت نہیں۔ خدائے تعالیٰ اس آیت سے ان کی تردید فرماتا ہے کہ وہ دنیا میں باوجاہت تھے اور آخرت میں بھی اور مقربین میں سے ہیں۔

بابٌ : فِيْ وُجُوْبِ مَحَبَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ باب اس امر پر ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ کی محبت واجب ہے

صاحبو! ترک واجب گناہ ہے اور واجب کا جواز قرآن شریف سے بالکل نکل جاتا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَايَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۔ (آیت ۲۴ ۔ التوبہ)

ترجمہ:۔ اے پیغمبر! تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ اے لوگو! اگر تمھیں تمہارے باپ دادا اور بیٹے اور بھائی بند اور بی بیاں اور تمہارا قبیلہ، کنبہ اور مال و منال جو تم نے کمایا اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری کا تمھیں خوف ہو اور وہ کام جنھیں تم پسند کرتے ہو (یہ ساری چیزیں) اگر تمھیں اللہ اور اس کے رسول سے اور راہ خدا میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے اور عزیز ہوں تو پھر تم کچھ انتظار کرلو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ وہ حکم (جو سزا ترک جہاد اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو ترجیح نہ دینے کے باعث نازل ہورہی ہو) صادر فرمادے اور (اچھی طرح یاد

رکھو) اللہ تعالیٰ فاسق (علانیہ گناہ کرنے والے) کو کبھی راہ پر نہیں لاتا۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ)

ترجمہ:- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے۔ تم میں کا کوئی مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اس کے پاس اس کے باپ دادا، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ عزیز اور محبوب تر نہ ہوجاؤں۔

(اس حدیث سے حضرت امام مسلمؒ اور امام بخاریؒ دونوں متفق ہیں اور مشکوٰۃ میں بھی درج ہے)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ عَبْدًا لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ كَرِهَ اَنْ يَّعُوْدَ فِی الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّلْقٰى فِی النَّارِ۔ (متفق علیہ)

لغات:- حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ: ایمان کی لذت۔ سِوَاهُمَا: ان دونوں کے علاوہ، دونوں کے ماسوا۔ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ: اللہ نے اس سے نجات دلائی۔ يُلْقٰى: ڈالا جائے۔

ترجمہ:- اور یہ حدیث بھی انہی (یعنی حضرت انس بن مالکؓ) سے مروی ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے "یہ تین باتیں جس میں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت (شیرینی) پائے گا۔ (۱) اللہ اور اس کا رسول اس شخص کے نزدیک تمام ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔ (۲) اور جس کسی بندۂ خدا سے وہ محبت کرے تو اللہ ہی کے لئے اس سے محبت کرے۔ (۳) اور کفر سے جب اللہ تعالیٰ اُسے بچائے، نجات دے دے تو اس کے بعد کفر میں عود کرنے، واپس ہوجانے سے اس طرح کراہت کرے جس طرح سے کہ آگ میں ڈالے جانے سے کراہت کرتا ہے۔

(اس حدیث کی حضرت امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت کی ہے اور تجرید البخاری میں بھی ہے)

صاحبو! تکملہ ایمان یا حلاوت ایمان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی محبت اپنی جان و مال اور ہر متاع عزیز سے زیادہ ہونا ضروری ہے۔ افسوس آج ہم زبان سے بڑے بڑے دعوے اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے کرتے ہیں مگر جب موقع آتا ہے تو چمڑی جائے لیکن دمڑی نہ جائے۔ زبانی جمع خرچ تو ہزاروں کی مگر ضرورت پر اس راستہ میں ایک پیسہ بھی خرچ کرنے تیار نہیں۔ اس کا نتیجہ بھی سامنے ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کے ناموں کو بٹہ لگا رہے ہیں۔ دنیا میں ہمارا کوئی وقار نہیں رہا۔ اپنے ہاتھوں ذلیل و رسوا ہوتے جارہے ہیں۔ کاش مسلمان اب بھی سنبھل جائیں اور ان اشارات کی روشنی میں دل و ضمیر کا جائزہ لیں۔

مسلمانو! تم اللہ کے راستہ میں ایک قدم بڑھ کر تو دیکھو، کہ رحمتِ الٰہی کس شدت اور تیزی سے تمہیں بڑھ کر اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔

رحمتِ حق "بہا" نہ می جوید ✦ رحمتِ حق "بہانہ" می جوید

(اللہ کی رحمت قیمت یا معاوضہ نہیں چاہتی۔ اللہ کی رحمت "بہانہ" ڈھونڈتی ہے (عطا و بخشش کا)

بَابٌ : فِی ثَوَابِ مَحَبَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ باب حضرت رسولِ خدا ﷺ کی محبت کے ثواب کے بارے میں ہے

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَتَی السَّاعَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُ مِنْ كَثِيْرِ صَلٰوةٍ وَّلَا صَوْمٍ وَّلَا صَدَقَةٍ وَلٰكِنِّی اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ ۔

(البخاری فی الادب المفرد و اخرجه مسلم فی الادب، شرح الشفا)

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا اس کے لئے تو نے کیا تیاری کی ہے؟ عرض کیا، میں نے اس کے لئے نہ تو بہت سی نمازیں تیار کی ہیں اور نہ بہت سے روزے اور نہ بہت سے صدقات۔ لیکن میں اللہ اور اس کے رسول کو بہت دوست رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تو اس کے ساتھ رہے گا جسے تو محبت کرتا ہے۔

(یہ حدیث حضرت امام بخاری نے اپنی کتاب ادب المفرد میں لکھی ہے اور امام مسلم نے اسے ادب کے عنوان میں "شرح شفا" میں بھی ہے)

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ قُدَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ هَاجَرْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (ﷺ) نَاوِلْنِی يَدَكَ اُبَايِعْكَ ، فَنَاوَلَنِی يَدَهٗ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُحِبُّكَ قَالَ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ۔ (رواه الترمذی و النسائی)

لغات:۔ هَاجَرْتُ: میں نے ہجرت کی۔ اَتَيْتُهٗ: میں آپ کے پاس گیا۔ فَنَاوَلَنِی: پس مجھے دیا۔ مَرْءٌ: مرد۔ اِمْرَأَةٌ: عورت۔

ترجمہ:۔ حضرت صفوان بن قدامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا انہوں نے، میں نے حضرت نبی کریم ﷺ کی طرف ہجرت کی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اپنا ہاتھ دیجئے تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں تو حضرتؐ نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ پھر میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ

علیہ السلام میں آپ سے بہت محبت رکھتا ہوں"۔ حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا۔ " جو جسے چاہے اُسی کے ساتھ ہے"۔

سچ ہے ۔

ہاتھ میں اُن کے ہاتھ اب ڈر کا ہے کا　　اللہ نبی ہیں ساتھ اب ڈر کا ہے کا

دونوں جگت میں ساتھ اب ڈر کا ہے کا

عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَهْلِيْ وَمَالِيْ وَاِنِّيْ لَاَذْكُرُكَ فَمَا اَصْبِرُ حَتّٰى اَجِيْئَ فَاَنْظُرَ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ ذَكَرْتُ مَوْتِيْ وَمَوْتَكَ فَعَرَفْتُ اَنَّكَ اِذَا دَخَلْتَ الْجَنَّةَ رُفِعْتَ مَعَ النَّبِيِّيْنَ فَاَنَا اِنْ دَخَلْتُهَا لَا اَرَاكَ " فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا " ۔

(رواہ الطبرانی و ابن مردویۃ شرح شفا ۔ ج نمبر ۱ ۔ النساء ۔ آیت ۶۹)

لغات :- لَاَنْتَ : البتہ یقیناً آپ ۔ اَحَبُّ اِلَيَّ : مجھے زیادہ محبوب ہے ۔ اَجِيْئُ : میں آتا ہوں ۔ فَعَرَفْتُ : پس میں نے جان لیا ۔ رُفِعْتَ : تو بلند کیا گیا ۔ آپ رفیع المرتبت کئے گئے ۔ لَا اَرٰی : میں نہیں دیکھوں گا ۔ اَنْعَمَ : انعام کیا ۔ اُولٰئِكَ : وہ لوگ ۔ حَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقًا : وہ لوگ بہترین ساتھی ہیں ، رفیق ہیں ۔

ترجمہ :- سیدہ عائشہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما (اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہے) سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا پھر عرض کیا ۔ اے اللہ کے پیغمبر ! آپ میرے پاس میرے اہل و عیال اور مال سے بھی زیادہ محبوب ہیں اور میں آپ کو یاد کرتا ہوں تو پھر مجھے صبر نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں آؤں اور آپؐ کو دیکھوں ۔ اور میں نے یہ بھی یاد رکھا ہے کہ میری موت اور آپ کی موت ہونے والی ہے ۔ پھر میں نے سمجھا کہ آپ جنت میں داخل ہوں گے ۔ پیغمبروں کے ساتھ بلند مرتبہ پائیں گے ۔ اور میں اگر جنت میں جاؤں گا تو آپ کو نہ دیکھوں گا ۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری " جو اللہ رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ ان کے ساتھ رہے گا جن پر خدا نے انعام و اکرام کیا ہے ۔ (وہ کون ہیں ؟) نبی ہیں ، صدیق (سچے لوگ) ہیں ۔ شہید ہیں ۔ اور نیک عمل کرنے والے ہیں اور یہ بہترین رفیق ہیں "۔

(اس کی طبرانی اور ابن مردویہ نے روایت کی ۔ شرح شفا کی پہلی جلد میں ہے ۔ اس حدیث میں آخر میں آیت قرآنی ہے وہ سورۃ النساء کی آیت ۶۹ ہے)

صاحبو ! رسولِ خدا علیہ السلام کے عاشقوں کے حال پر غور کرو کہ حضرت کو دیکھے بغیر انہیں چین نہیں آتا تھا ۔ الحمد للہ ہمارے سینہ میں بھی حضورؐ کی محبت کی جو چنگاری ہے وہ سلگتی ہی جا رہی ہے ۔ ہمیں بھی ان کے خیال کے بغیر چین نہیں آتا ۔

صاحبو! رفیق کسے کہتے ہیں؟ جو سفر میں ساتھ ہو اور مدد دے۔ ہم زندگی کا سفر طے کر رہے ہیں لہذا ہمارے رفیق طریق کون ہیں؟ پیغمبر ہیں، صدیق ہیں، شہدا ہیں اور دیگر اولیاء ہیں، جو ہمارے کام آتے ہیں۔ ہماری غلطیوں پر متنبہ کرتے رہتے ہیں۔

صاحبو! محبت کا دعویٰ سب کرتے ہیں، مگر اس پر کوئی دلیل بھی تو ہو۔ وہ دلائل کیا ہیں؟ نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور اس کی یاد میں رہنا۔ یہ کیا؟ کہ جب منہ میں لگام دینے کا وقت آیا تو پیچھے ہٹتے ہیں (گھوڑا گھاس چنے وغیرہ کھاتا رہتا ہے اور پھر وقت پڑنے پر اس کے منہ میں لگام دی جاتی ہے تو پھر حکم کی تعمیل کے لئے بھی تیار ہوجاتا ہے) محبت ایسی چیز ہے کہ چاہنے والے کی صورت غیروں سے ممتاز ہوجاتی ہے۔ دھن باندھنا، ایک خیال پر قائم ہوجانا، محبوب کی صورت کے سوائے کسی کا خیال نہ رہنا، اس سے کیا ہوتا ہے؟ اس سے یہ ہوتا ہے کہ اس کی صورت محبوب کی صورت سے ملتی جلتی ہوجاتی ہے۔ دیکھنے والا اور سننے والا کہتا ہے "اس وقت آپ جو آئے تو آپ کے دوست کی جھلک نظر آئی۔ اس وقت آپ نے جو کچھ کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا فلاں آپ کے دوست نے کہا"۔ یہ ہمارے تجربہ ہیں۔ خیال کرتے کرتے محبوب کی صورت ہوجاتی ہے، سیرت ہوجاتی ہے، حرکات وسکنات ہوجاتے ہیں اور بالآخر محبوب کی تصویر بن جاتا ہے۔ صاحبو! کوئی اپنے محبوب کی تصویر کو جلاتا بھی ہے؟ یا اس کو آنکھوں سے، دل سے لگاتا ہے۔ صاحبو! محمد رسول اللہ ﷺ کی تصویر بنو۔ یہ بات یاد رکھو کہ اچھے کام کروگے تو اس کے بدلہ میں جنت ملے گی، حوریں ملیں گی، اچھا کھاؤگے، اچھا پہنوگے۔ محبت باطنی چیز ہے۔ اس کا مطلوب بھی باطنی ہوگا۔ کیا ہوگا؟ محبوب ملے گا۔ ساری دنیا مل جائے تو کیا فائدہ؟ ہم جس کو چاہتے ہیں وہ ملے۔

منظور منظور اے اہل دنیا اللہ میرا باقی تمہارا

بَابٌ : فِي الْفَرْحِ بِمِيْلَادِهٖ وَمَبْعَثِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

یہ باب ہے آنحضرت ﷺ کی ولادت اور بعثت کی خوشی منانے کے بیان میں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ○ وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ○ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ○

(احزاب۔ آیت ۴۵ تا ۴۷)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے نبی ہم نے تو بے شک تم کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ تم گواہ ہوں گے اور تم (مومنین کے لئے) بشارت دینے والے اور (کفار کے لئے) ڈرانے والے ہیں اور ان کو اللہ کی طرف اسی کے حکم سے بلانے والے ہیں اور تم ایک روشن چراغ ہو اور اے پیغمبر تم ایمانداروں کو بشارت دو کہ ان پر اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ (آیت ۱۰۷۔ الانبیاء)

ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور اے پیغمبر ہم نے تم کو سارے عالموں پر رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔ (آیت ۵۸۔یونس)

ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ یوں بھی فرماتا ہے "اے پیغمبر تم مسلمانوں سے کہہ دو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ملنے پر خوشیاں مناؤ"۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

(آیت ۱۶۴۔ال عمران)

لغات :- مَنَّ : احسان کیا، ممنون بنایا۔ مَنَّ يَمُنُّ مَنًّا : زیر بار احسان کرنا۔ بَعَثَ : بنایا، بھیجا۔ يَتْلُوْا : پڑھتے ہیں۔

ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ کا یوں بھی ارشاد ہے " واقعی اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں، ایمان داروں پر احسان ہے کہ ان میں ان ہی کی قوم کا ایک پیغمبر بنا کر بھیجا جو اس کی آیتیں، احکام سناتا ہے اور انھیں گناہوں سے پاک صاف کرتا اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے گو وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : اُذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ ۔ (آیت ۲۰۔المائدہ)

ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو یاد کرو جب کہ اُس نے تم ہی میں سے نبیوں کو مبعوث فرمایا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ (والضحٰی)

ترجمہ :- اور ارشاد خداوندی یہ بھی ہے کہ " اور اے نبی اپنے رب کے انعامات کا (جو تمہارے شامل حال ہیں) تذکرہ کرتے رہو"۔ (یعنی زبان سے بھی اقرار شکر واحسان ضروری ہے)۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۔ (آیت ۲۳۱۔البقرۃ)

ترجمہ :- اور فرمانِ الٰہی یہ بھی ہے کہ " اور تم پر جو انعام واحسان اللہ تعالیٰ کا ہے اسے یاد کرو، بیان کرو، تذکرہ کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۔ (آیت ۱۶۔مریم)

ترجمہ :- اور یوں بھی ارشاد خداوندی ہے کہ " اور اے پیغمبر! اس کتاب میں مریم کا بھی ذکر کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰی ۔ (آیت ۵۱۔مریم)

ترجمہ :- اور یوں بھی حکم الٰہی ہے کہ " اے پیغمبر! اس کتاب میں موسیٰ کا بھی ذکر کرو"۔

صاحبو! رسول مقبول ﷺ کے پیدا ہونے اور منصب نبوت پر فائز ہونے سے زیادہ ہم پر اور کیا فضل خدا ہوگا!

اس سے بڑھ کر کونسی نعمت ہمارے لئے ہوسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ تو ہمیں حکم دے رہا ہے کہ اس کی نعمت اور عنایتوں کا ذکر کریں، خوشی منائیں۔ اس لئے ہم اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی پیدائش کی خوشی منائیں گے اور بعثت نبوی کا ذکر کرکے محظوظ ہوں گے اور یقیناً ہوں گے۔ بہ قول امجد "اب جلے آگ میں میری سوکن"

صاحبو! یہاں ایک "قیاس" پیدا ہو رہا ہے (قیاس منطقی اصطلاح ہے) پیغمبر کا وجود خدا کی نعمت ہے (جو نص قرآنی سے ثابت ہے) اور خدا کی نعمت کا ذکر کرنا "نص قرآن"، امر الٰہی ہے۔ ایک اور قیاس یہ بھی ہے کہ رسول مقبول ﷺ کی پیغمبری اللہ کا فضل اور رحمت ہے اور اللہ کے فضل بے پایاں اور رحمت بے کراں کی خوشی منانا بھی امر الٰہی ہے۔ صاحبو! دو قیاس بتا دیئے گئے، نتیجہ نکالنا آپ کا کام ہے۔

پیغمبر کی آمد اور نبوت کی خوشی مناؤ اور آپس میں ایک دوسرے کو بشارت دو۔ یوں کہو "عید الاعیاد مبارک"، "عید میلاد النبی ﷺ مبارک"۔ دشمنان رسول مقبول جلیں گے، تم اپنا کام کرو۔ خوش ہو اور اپنے دوست احباب، عزیز و اقارب کو خوش کرو۔ میلاد النبی ﷺ کے جلسے کرو، مگر اس احترام سے جو حضور ﷺ کی شان کے شایان ہو۔ ع

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

یہ بات بھی یاد رکھو! جب بھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آپ کی صاحبزادی سیدۃ النساء بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حاضر ہوتیں تو سرکارؐ نامدار خوشی سے کھڑے ہو جاتے۔ اسی طرح سیدہ بتولؓ کے گھر سرکارؐ تشریف لے جاتے تو سیدہؓ کھڑی ہو جاتیں اور سرکار کا استقبال کر کے لے جاتیں۔ پس ہم بھی ذکرِ ولادت مصطفوی سُن کر کھڑے ہو جائیں گے، اپنا تن من قربان کردیں گے اور خوشی میں جھوم جھوم کر کہیں گے۔

ہم کو مبارک آقا ہمارا ÷ سرور عالم حق کا پیارا

ایک دوسرے کے گلے ملیں گے اور اظہار مسرت کریں گے۔ جو اس خوشی میں شریک ہونا چاہتے ہیں آئیں اور لطف اُٹھائیں۔

چشم ما روشن دل ما شاد۔ یہ محفل میلاد ہے ÷ ہر اک یہاں سرشار ہے

تم دشمنان رسول کی طرف توجہ نہ کرو۔ وہ اپنا کام کرتے ہیں تم اپنا کام کرو۔

مجھ کو کیا کام سارے جہاں سے ÷ تم رہو اور تمہارا ورثن

صاحبو! قرآن شریف میں جابجا حکم الٰہی ہو رہا ہے، فلاں پیغمبر کا ذکر کرو، فلاں کے واقعہ کو یاد دلاؤ، بی بی مریم کا ذکر کرو، حضرت موسیٰ کا ذکر کرو۔ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کا ذکر کرو، حضرت یحییٰ کی ولادت کا قصہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا قصہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ جا بہ جا "اُذْكُرْ، اُذْكُرُوْا" کا حکم ہے۔ "امر" وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ پس اے عاشقان مصطفوی! تم اپنے پیغمبر کی پیدائش کا ذکر کرو۔ یہ یاد رکھو! جتنی بڑی نعمت ہوگی اس کا شکر اتنا ہی بڑا تم پر واجب ہوگا۔ ع شکرِ نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو

اور یہ بھی یاد رکھو! تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا جس انداز سے شکر کرو گے اللہ تعالیٰ بھی اس انداز سے اپنی نعمتوں کا نزول فرمائے گا۔

"لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ" (تم اگر شکر کرو تو میں تم کو اور زیادہ دوں گا) اللہ تعالیٰ کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے یہ (یعنی حضورؐ کی آمد) وہ خود فرماتا ہے کہ "ہم نے تمہارے لئے تم ہی میں سے پیغمبر جو بھیجا ہے یہ ہمارا واقعی احسان ہے"۔ اسی لئے ہم اللہ تعالیٰ کا احسان مانتے ہیں اور اسے بار بار بیان کرتے ہیں۔ مجلسیں کرتے ہیں ہم اس محبت الٰہی کے تذکرہ سے اپنی مجلسوں کو رونق دیں گے اپنے قلوب کو گرمائیں گے۔

جن لوگوں کے ذہنوں میں بدعت کا بھوت مسلط ہے وہ بیچارے مجبور ہیں، انھیں میلاد کی محفلیں بدعت نظر آتی ہیں۔ ہم جوش محبت میں کھڑے ہوجاتے ہیں۔ یہ بھی ان کے ہاں بدعت ہے۔ ان کا خیال انھیں مبارک، ہمیں ہمارے جذبات الفت ہی مبارک۔ محبت کی دنیا الگ ہے۔ یہاں عقل کو دخل نہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ محبت ہوتی ہے، کی نہیں جاتی۔

بعض عاشقانِ نبیؐ یہ بھی کہتے ہیں کہ ذکر میلاد کے وقت حضورؐ سرکار رحمت دو عالم کی بھی توجہ ہوتی ہے۔ بے شک ہوتی ہے۔ اس میں شک آخر کیوں؟ ع ادھر خیال بندھا اور ادھر چلی لیلیٰ

اے جذبۂ عشق تیری کیا بات + لیلیٰ باہر نکل ہی آئی

چلے آئیں گے دل کو تھامے ہوئے + یہ نالے کہیں بے اثر جائیں گے

ہاں! مگر اس جمال جہاں آرا کے دیکھنے کے لئے آنکھیں چاہئیں۔ ع دیدۂ کور کو کیا آئے نظر، کیا دیکھے؟ ع لیلیٰ را بچشم مجنون باید دید۔ اور جو یہاں کا اندھا ہے وہاں بھی اندھا ہی رہے گا۔ خدا ان آنکھوں کو اس قابل بنائے کہ وہ جمال جہاں آرا کا ایک جلوہ دیکھ لیں۔ اور اس کے بعد بے ساختہ یہ زبان پر جاری ہوجائے۔ "یک بار دیدم دوبارہ ہوس"۔ ایک بار دیکھا دوبارہ کی ہوس ہے۔

بَابٌ : ذِکْرُ الْاَنْبِیَآءِ مِنَ الْعِبَادَةِ وَ ذِکْرُ الصَّالِحِیْنَ کَفَّارَةٌ وَ ذِکْرُ الْمَوْتِ صَدَقَةٌ وَذِکْرُ الْقَبْرِ یُقَرِّبُکُمْ مِنَ الْجَنَّةِ

(فر عن معاذ ۔ کنز ۔ ج ۶)

انبیاء کا ذکر عبادت ہے اور صالحین (نیک لوگوں) کا ذکر کفارہ ہے
موت کو یاد کرنا صدقہ ہے اور قبر کا ذکر تمہیں جنت سے قریب کرتا ہے

(اس حدیث کو دیلمی نے مسند فردوس میں لیا ہے جسے حضرت معاذؓ سے روایت کیا گیا ہے۔ اور کنز العمال میں ہے)

لغات:۔ فر: دیلمی کی وہ حدیث جو مسند فردوس میں ہے۔

عن عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ: اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْیَهُوْدِ قَالَ لَهٗ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اٰیَةٌ فِیْ کِتَابِکُمْ تَقْرَؤُنَهَا لَوْ عَلَیْنَا مَعْشَرَ الْیَهُوْدِ نَزَلَتْ لَاتَّخَذْنَا ذَالِکَ الْیَوْمَ عِیْدًا ۔ قَالَ اَیُّ اٰیَةٍ هِیَ؟ قَالَ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ

الْاِسْلَامَ دِیْنًا"۔ فَقَالَ عُمَرُ قَدْعَرَفْنَا ذٰلِکَ الْیَوْمَ وَالْمَکَانَ الَّذِیْ نَزَلَتْ فِیْهِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ۔ (البخاری تجرید ۳۶ ج ۱)

ترجمہ:- حضرت عمر بن الخطاب (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے) سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے ان سے کہا کہ اے امیر المومنین! تمہاری کتاب (یعنی قرآن) میں ایک ایسی آیت ہے جسے تم پڑھتے ہو۔ اگر ہم یہودیوں پر وہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن کو (جس دن کہ وہ آیت نازل ہوئی تھی) عید بنا لیتے۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے؟ یہودی نے جواب دیا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (یعنی آج کے دن ہم نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے دینِ اسلام پسند کیا۔) یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا کہ بے شک ہم نے اس دن کو اور اس مقام کو یاد رکھا ہے جہاں یہ آیت نبی ﷺ پر نازل ہوئی تھی۔ آپ اس وقت "عرفہ" میں مقیم تھے اور وہ جمعہ کا دن تھا (یعنی نئی عید قائم کرنے کی کیا ضرورت؟ جب کہ وہ خود دوہری عید تھی۔ ایک تو جمعہ (عید المومنین) دوسرے عرفہ۔

صاحبو! اس حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اس آیت کے نزول پر حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی خوشی میں عید منانے سے انکار نہیں کیا، بلکہ یہ فرمایا کہ اس روز دوہری عید قدرتی طور پر تھی۔ جمعہ مسلمانوں کا عید کا دن، عید المومنین ہے اور عرفہ ۹ / ذی الحجہ بھی یوم الحج میں سے ہے۔ ہمارے پاس پیغمبر کا پیدا ہونا بھی یوم العید ہے۔ اور ان پر عنایاتِ الٰہی کا نزول بھی عید کا دن ہے۔ اس لئے ایسے موقعوں پر ہم عید مناتے ہیں۔ الحمد للہ۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ فَرَاٰی الْیَهُوْدَ تَصُوْمُ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا یَوْمٌ صَالِحٌ هٰذَا یَوْمٌ نَجَّی اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَصَامَهٗ مُوْسٰی۔ قَالَ فَاَنَا اَحَقُّ بِمُوْسٰی مِنْکُمْ فَصَامَهٗ وَاَمَرَ بِصِیَامِهٖ۔
(تجرید البخاری جلد ۱)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس (ان دونوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہے) کہتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے یہود کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے دیکھ کر ان سے دریافت فرمایا۔ یہ کیا وجہ ہے کہ تم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہو؟ ان لوگوں (یہودیوں) نے کہا یہ ایک عمدہ دن ہے۔ یعنی یہ وہ دن ہے جس میں اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی۔ لہٰذا حضرت موسیٰ اس دن روزہ رکھتے تھے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا "میں تو تم سے زیادہ موسیٰ کا حقدار ہوں" چنانچہ آپ نے اس دن روزہ

رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم دیا (یہ حکم آپ کا قبل فرضیت رمضان تھا) (تجرید البخاری جلد اول)

صاحبو! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون سے نجات پانے کی خوشی میں موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا اور ان کی خوشی میں حضرتؐ نے روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی رکھنے کا حکم دیا۔ کیا ہم رسول اللہ ﷺ کی ولادت پر خوشی منانے کے زیادہ حقدار نہیں ہیں؟ بے شک ہیں۔ رسول اللہ ﷺ پیدا نہ ہوتے تو ساری دنیا کفرستان بنی رہتی۔ بعض لوگ ایک یہ بھی مغالطہ دینا چاہتے ہیں کہ میلاد مبارک کی خوشی منانا اہل ہنود کی رام نومی کی تقلید ہے۔ ہم مسلمان ہیں، ہم حضرت موسیٰؑ اور آنحضرت رسول خدا کی تقلید کرتے ہیں۔ ہمیں دوسروں سے مطلب نہیں۔ اس قسم کے گمراہ خیالات ان دلوں میں پیدا ہوتے ہیں جن کی طبیعت میں فطری طور پر کجی ہو۔

خدا گر محمد کو پیدا نہ کرتا ÷ قسم ہے خدا کی خدائی نہ ہوتی۔۔۔ لولاک لما خلقت الافلاک (حدیث قدسی)

بَابٌ : فِيمَا يَلْحَقُ بِمَحَبَّتِهٖ وَ تَعْظِيْمِهٖ

یہ باب حضور نبی کریم ﷺ کی محبت اور آپ کی تعظیم کے حق ولوازم کے متعلق ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا (۸) ۔ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۔ (آیت ۹،۸ ۔ فتح)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے پیغمبر! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے دین کی مدد کرو اور ان کی عزت وتوقیر کرو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ (آیت ۳۲ ۔ احزاب)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "اے نبی کریم کی بی بیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم نے تقویٰ، پرہیزگاری کی۔ پس تم عام لوگوں سے عاجزی سے اور دب کر بات نہ کرو کہ وہ شخص جس کے دل میں فساد اور روگ ہے وہ خواہ مخواہ فاسد خیالات نہ پیدا کرے اور تم بات کرو تو سیدھی سادہ دستور کے مطابق ہی گفتگو کرو۔

صاحبو! ان آیات میں اللہ تعالیٰ آنحضرتؐ کی ازواج مطہرات کو متنبہ کررہا ہے کہ تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو یعنی تمہارا مقام دوسری عورتوں سے بڑھا ہوا ہے۔ تم سارے مسلمانوں کی مائیں ہو۔ اور آگے ارشاد ہورہا ہے:

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ

الزَّکٰوۃَ وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَالْحِکْمَۃِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا۔

(آیت ۳۳'۳۴۔ احزاب)

ترجمہ:۔ اور یہ بھی ارشاد الٰہی ہے کہ "اے پیغمبر کی بی بیو! تم اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور جاہلیت کے رسم و رواج کے مطابق بن سنور کے نہ پھرو اور پابندی، درستی اور خلوص سے نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم گھر کے لوگوں سے یعنی اہل بیت نبوت سے پلیدی کو دور کرے اور یاد رکھو! جو کچھ تمہارے گھر میں اللہ کی آیتوں اور حکمت کی تلاوت کی جاتی ہے (اس سے اللہ تعالیٰ واقف ہے کیونکہ) اللہ بے شک لطف کرنے والا، پاکیزہ، رازداں اور خبردار ہے۔

صاحبو! غور کرو! ان آیات میں اللہ تعالیٰ پیغمبر کی بیویوں کو گھر میں بیٹھنے کا حکم دے رہا ہے۔ بن سنور کر باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔ جو حکم پیغمبر کو دیا جاتا ہے وہی حکم تمام اُمت کو دیا جاتا ہے۔ اور جو حکم پیغمبر کی بیویوں کو دیا جاتا ہے وہی حکم تمام عورتوں کو پہنچتا ہے۔ مگر افسوس مسلمان عورتیں بے پردہ ماری ماری پھرتی ہیں۔ وہ بھی خوب بن سنور کر۔ اب تو باولیوں اور تالاب میں بھی عورتیں تیر رہی ہیں اور مردوں سے کشتی کا، سیکل رانی اور کشتی رانی کا مقابلہ کرنے لگی ہیں۔ ان کے نتائج ناگفتہ بہ ہیں۔ (یعنی ناقابل بیان ہیں) ایک دفعہ ایک نمائش گاہ میں مردوں سے زیادہ عورتوں پر شراب کا صرفہ ہوا۔ العیاذ باللہ۔ پناہ بخدا۔

خیر! یہ آیت تطہیر کس کے لئے اتری؟ اہل بیت کے لئے۔ اہل بیت کون ہیں؟ یہ آیت تو رسول خدا ﷺ کی بیویوں کے لئے اتری ہے۔ قرآن شریف میں کئی جگہ اہل بیت کا ذکر آیا ہے اور اس سے پیغمبر کی بی بیاں مراد ہے۔ یہ بات بھی ظاہر ہے کہ رسول خدا ﷺ سے جس قدر ربط زیادہ ہوگا، تعلق قوی ہوگا اسی قدر "اہل بیت" کا لفظ اس پر زیادہ صادق آئے گا۔ سب سے زیادہ تعلق بیوی کو اپنے شوہر سے ہوتا ہے۔ بیوی کی اولاد خاوند کی بھی جاتی ہے۔

ازواج مطہرات کے سوائے پیغمبر ﷺ کے دوسرے قرابت دار بھی حضرت کے گھر والے ہیں۔ ان میں بی بی فاطمہ زہرا، حضرت علیؓ، امام حسن، امام حسین علیہم السلام سب سے قریبی قرابت والے ہیں۔ ان کے بعد بنی ہاشم کا درجہ ہے۔ چونکہ حضرت علیؓ کا گھر رسول خدا ﷺ کے گھر سے جدا تھا۔ اس واسطے آپؐ نے ان چاروں بزرگوں کو اپنی عبا میں لے کر فرمایا کہ "خدایا! یہ بھی میرے گھر والے ہیں"۔ "ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ"۔ حضرت ام المؤمنین بی بی ام سلمہؓ نے اس عبا میں داخل ہونا چاہا تو آپؐ نے فرمایا کہ "تم تو اس خیر میں شریک ہو ہی، اَنْتِ عَلَی الْخَیْرِ۔ اَنْتِ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ"۔ یعنی تم تو پیغمبر کی بیویوں میں سے ہو"۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَاَزْوَاجُہٗۤ اُمَّھٰتُھُمْ۔ (آیت ٦۔ احزاب)

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ پیغمبر کی بی بیاں اُمت کی مائیں ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۔ (آیت ۵۳ ۔ احزاب)

ترجمہ :- اور اے مسلمانو! پیغمبر کی بی بیوں سے پیغمبر کی وفات کے بعد بھی کبھی نکاح نہ کرو (کیوں کہ وہ مائیں ہیں اور ماں سے کسی حالت میں نکاح جائز نہیں)۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ بِهٖ مِنْ نِعْمَةٍ وَّ اَحِبُّوْنِيْ لِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوْا اَهْلَ بَيْتِيْ لِحُبِّيْ ۔

(اخرجه الترمذی ۔ تیسیر ۔ کنز العمال ۲)

لغات :- اَحِبُّوْا : محبت کرو (صیغہ جمع امر ہے) یَغْذُوْکُمْ مِنْ نِعْمَةٍ : تمہیں صبح سویرے نعمت سے سرفراز کرتا ہے۔

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عباس (اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہے) سے روایت ہے۔ "فرمایا نبی کریم ﷺ نے تم لوگ اللہ سے محبت کرو۔ اُسے محبوب سمجھو جو تمہیں روز صبح سویرے نعمتوں سے سرفراز کرتا ہے اور مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت کی وجہ سے اور میرے گھر والوں (یعنی حضورؐ کی بیویوں) سے محبت کرو میری محبت کی وجہ سے"۔

صاحبو! اہل بیت کے معنی اہل خانہ، گھر کے لوگ۔ گھر والی بیوی ہی کو عموماً اہل خانہ کہا جاتا ہے۔ زید کے گھر میں اس کی ماں، بہن، بیٹی اور بیوی رہتے ہیں۔ اور اگر گھر خالی کرنا ہو تو اس گھر سے ماں چلی جائے تو گھر خالی نہیں سمجھا جائے گا۔ اسی طرح بہن یا بیٹی، حتیٰ کہ بیوی کے سوائے ساری عورتیں چلی جائیں اور صرف بیوی گھر میں موجود رہے تو قانوناً ابھی گھر خالی کیا گیا نہیں سمجھا جائے گا۔ ہاں بیوی چلی جائے تو پھر قانوناً وہ گھر خالی سمجھا جائے گا۔ پس اہل بیت النبی سے مراد حضورؐ کی بی بیاں مگر سرکارؐ نے سیدہ فاطمہ زہراؓ حضرت علیؓ مولیٰ مشکل کشا اور شہزادے حسنینؓ کو بھی اپنی چادر میں لے کر فرمایا کہ "یہ بھی میرے اہل بیت ہیں"۔ اس لئے ان بزرگواروں اور حضرات حسنینؓ کی اولاد کو بھی "اہل بیت" کہیں گے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنِسَآئِهٖ اِنَّ اَمْرَكُنَّ مِمَّا يُهِمُّنِيْ مِنْ بَعْدِيْ وَلَيْسَ يَصْبِرُ عَلَيْكُنَّ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ الصِّدِّيْقُوْنَ ۔ (الترمذی ۔ تیسیر)

لغات :- اَمْرُكُنَّ : تم عورتوں کا کام۔ یُهِمُّنِیْ : میرے پاس اہم ہے۔ الصَّابِرُوْنَ : صبر کرنے والے۔ الصِّدِّیْقُوْنَ : سارے سچے لوگ، یا صرف سچے لوگ۔

ترجمہ :- سیدہ عائشہ صدیقہ (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے) سے روایت ہے کہا بی بی عائشہؓ نے کہ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں سے کہ تمہارا کام میرے پاس بہت اہم ہے (اس کی بڑی اہمیت ہے میرے پاس) اور تم پر صبر نہیں کریں گے (یعنی تمہاری خدمت کا بار نہ اٹھائیں گے) مگر صابرین، صبر کرنے والے اور سچے لوگ۔

(یہ حدیث ترمذی شریف میں بھی ہے اور تیسیر میں بھی)

إِنَّ الَّذِيْ يَحْنُوْ عَلَيْكُنَّ بَعْدِيْ لَهُوَ الصَّادِقُ الْبَارُّ قَالَهُ لِأَزْوَاجِهٖ ۔

(احمد و ابن سعد والحكم والطبرانی وابونعیم فی فضائل الصحابه عن امّ سلمةؓ ۔ کنز ج ٦)

لغات :- يَحْنُوْ : لطف و مہربانی کرتا ہے یا کرے گا ۔ عَلَيْكُنَّ : تم عورتوں پر ۔ بَارٌّ : نیکوکار ۔ اس کی جمع ابرار بھی آتی ہے ، اور بَرَرَةٌ بھی ۔

ترجمہ :- فرمایا نبی کریم ﷺ نے ، جو شخص تم پر مہربانی کرے گا میرے بعد وہ صادق ہے ، نیکوکار ہے ۔ حضورؐ نے یہ ارشاد اپنی بیویوں سے فرمایا ۔

(اس حدیث کو مسند احمد میں احمد نے اور ابن سعد نے ، حاکم نے ، طبرانی نے اور ابونعیم نے حضرت ام سلمہؓ سے فضیلت کے ضمن میں روایت کیا ہے اور کنز العمال کی چھٹی جلد میں بھی ہے)

لَا يَعْطِفُ عَلَيْكُنَّ بَعْدِيْ إِلَّا الصّٰبِرُوْنَ الصَّادِقُوْنَ ۔ قَالَهُ لِأَزْوَاجِهٖ ۔

(ابن عساكر عن ابی سلمة عن عبدالرحمٰن عن أبيه ۔ (كنز ج ٦)

لغات :- لَا يَعْطِفُ : عطوفت و مہربانی نہیں کرے گا ۔ عَطْفٌ : مہربانی ، دوستی ، میل ، پاک موڑنا ۔

ترجمہ :- فرمایا حضورؐ نے "میرے بعد تم پر عطوفت و مہربانی نہ کریں گے مگر صابر اور صدیق لوگ ۔ یہ آپ نے اپنی بی بیوں سے فرمایا ۔

(اس حدیث کو ابن عساکر نے حضرت ابو سلمہؓ سے اور انھوں نے عبدالرحمٰنؓ سے اور عبدالرحمٰنؓ نے اپنے والد سے روایت کیا اور یہ حدیث کنز العمال کی چھٹی جلد میں بھی ہے)

خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَآئِيْ ۔ (ابن عساكر عن ابی هريرة ۔ كنز ح ١)

لغات :- خِيَارٌ : خیر والا ، صاحب خیر ، نیکوکار ، پسندیدہ لوگ ، نیک لوگ ۔

ترجمہ :- فرمایا حضور نبی اکرم ﷺ نے ، تم میں سے بہترین آدمی وہی ہیں جو میری بی بیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں ۔

(اس حدیث کو ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث کنز العمال کی چھٹی جلد میں بھی ہے)

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَأَنَا جَالِسَةٌ عَلٰى بَابِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ "إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا" ٥ وَفِي الْبَيْتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ فَجَلَّلَهُمْ بِكِسَآءٍ وَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِيْ فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا ۔ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَسْتُ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ ؟ فَقَالَ إِنَّكِ عَلَى الْخَيْرِ ، أَنْتِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ۔ (اخرجه الترمذی ، تيسير ج ٣)

لغات :- نَزَلَتْ : نازل ہوئی، اتری۔ جَالِسَةٌ : بیٹھی ہوئی۔ باب : دروازہ۔ بَيْتُ النَّبِيِّ : نبی کا گھر۔ يُرِيدُ : چاہتا ہے، ارادہ کرتا ہے۔ عَنْكُمْ : تم سب سے۔ اَلرِّجْسُ : ناپاکی۔ يُطَهِّرَكُمْ : کہ تمہیں طاہر بناتا ہے، پاک وصاف کرتا ہے۔ جَلَّلَهُمْ : ڈھانپ لیا اُن کو۔ اڑھا دیا ان پر۔ كِسَاءٌ : چادر، کمبل۔ اَلَسْتُ : کیا میں نہیں ہوں؟۔ اِنَّكِ : بے شک تو ہے۔

ترجمہ :- ام المومنین بی بی ام سلمہؓ (اللہ ان سے راضی ہے) سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ یہ آیت جس وقت نازل ہوئی میں بیت النبیؐ کے دروازہ کے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) "سوائے اس کے نہیں اللہ تعالیٰ تم سے اے نبی کے گھر والو! ناپاکی دُور کرکے تمہیں پاک صاف اور طاہر بنانا چاہتا ہے"۔ اس وقت گھر میں رسول اللہ! بی بی فاطمہؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ تھے۔ آپؐ نے اُن پر اپنی کمبل اڑھا دی اور فرمایا۔ خدایا یہ میرے گھر والے ہیں۔ ان سے پلیدی کو دُور کر اور انھیں پاک وصاف رکھ۔ ام سلمہؓ فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا میں اہلِ بیت سے نہیں ہوں؟ "آپؐ نے فرمایا۔ تم خیر پر ہو تم تو پیغمبر کی بی بیوں میں سے ہو"۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ اَسْوَدُ فَجَاءَ الْحَسَنُ فَاَدْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَاَدْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَاَدْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَاَدْخَلَهُ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ (اخرجه الترمذی۔ تیسیر ج ۲)

لغات :- مِرْطٌ : چادر، اونی کمبل اس کی جمع مروط۔ مُرَحَّلٌ : منقش، نقش والا۔ اَسْوَدُ : کالا۔

ترجمہ :- حضرت عائشہ صدیقہ (اللہ ان سے راضی رہے) راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ برآمد ہوئے اور آپؐ سیاہ منقش (لکیروں والی) چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ پھر حسنؓ آئے اور انھیں حضورؐ نے اپنی چادر میں لے لیا۔ پھر حسینؓ آئے پھر انھیں بھی حضورؐ نے داخل کرلیا۔ پھر بی بی فاطمہؓ آئیں انھیں بھی داخل فرمایا۔ پھر علیؓ آئے پس آپؐ نے انھیں داخل فرمالیا اور یوں فرمایا۔ **اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا** ۔ (اللہ یہی چاہتا ہے اے گھر والو! کہ ناپاکی کو تم سے دُور رکھے اور تمہیں خوب پاک صاف رکھے)۔

(یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور تیسیر کی دوسری جلد میں بھی ہے)

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ اَهْلِ بَيْتِكَ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ "اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ"، وَكَانَ يَضُمُّهُمَا وَيَشُمُّهُمَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

(اخرجه الترمذی۔ تیسیر ج ۲)

لغات :- سُئِلَ : سوال کیا گیا، پوچھا گیا۔ اَیُّ : کون، کونسا۔ اَحَبُّ : زیادہ محبوب، زیادہ عزیز۔ شَمَّ یَشُمُّ : سونگھنا۔
ضَمَّ یَضُمُّ : ملا لینا، چمٹا لینا۔

ترجمہ :- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا انھوں نے، حضرت نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کے گھر والوں میں سے کون آپ کو زیادہ عزیز ہے؟ فرمایا "حسنؑ اور حسینؑ۔ اور حضرت ﷺ ان دونوں صاحبزادوں کو اپنے سینے سے لگا لیتے اور اُن کی بو سونگھا کرتے۔

(یہ حدیث بھی ترمذی اور تیسیر کی دوسری جلد میں ہے)

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْشِدُكُمُ اللّٰهَ اَهْلَ بَيْتِي ثَلٰثًا۔ قُلْنَا مَنْ اَهْلُ بَيْتِهٖ قَالَ اٰلُ عَلِيٍّ وَّاٰلُ جَعْفَرٍ وَّاٰلُ عَقِيْلٍ وَّاٰلُ عَبَّاسٍ ۔ (شفا)

لغات :- اُنْشِدُكُمُ اللّٰهَ : میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں۔

ترجمہ :- حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ حضور رسول کریم ﷺ نے فرمایا "لوگو! میں تمھیں میرے گھر والوں کے متعلق خدا کی قسم دیتا ہوں"۔ یہ آپ نے تین دفعہ فرمایا۔ ہم نے زید سے پوچھا کہ حضرت کے گھر والوں میں کون ہیں؟ تو انھوں (زیدؓ) نے کہا کہ حضرت علیؓ کی اولاد، حضرت جعفرؓ کی اولاد، حضرت عقیلؓ کی اولاد اور حضرت عباسؓ کی اولاد"۔ (یہ حدیث "شفا" قاضی عیاض میں ہے)

صاحبو! حضرت جعفرؓ، حضرت عقیلؓ، حضرتؐ کے چچیرے بھائی ہیں اور حضرت عباسؓ چچا ہیں۔ حضرت علیؓ کے والد بھی رسول خدا ﷺ کے چچا ہیں۔ ان حضرات کی اولاد "بنی اعمام پیغمبر" ہے۔ انھی کو بنی ہاشم یا سادات بنی ہاشم کہتے ہیں۔ البتہ حضرت علیؓ چونکہ بی بی فاطمہ زہراؓ کے شوہر ہیں اور آپ کے دونوں صاحبزادے حضرت حسن و حسین علیہما السلام حضور کو بہت عزیز تھے۔ سرکارؐ نے ان دونوں کو اپنی اولاد پر ترجیح دی۔ اس لئے ان کی اولاد کو سادات بنی فاطمہ بھی کہا جاتا ہے اور انھیں حضورؐ سے زیادہ قربت ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِيْ اَوْرَاٰى مَنْ رَاٰنِيْ ۔ (اَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ تيسير ۔ ج ۲)

لغات :- مَسَّ يَمَسُّ مَسًّا : چھونا، مَس کرنا۔ لَا يَمَسُّ : نہیں چھوئے گی۔ رَاٰى : دیکھا۔ رَاٰنِيْ : مجھے دیکھا۔

ترجمہ :- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے "اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا ہے یا ایسے شخص کو دیکھا ہو کہ جس نے مجھے دیکھا ہے"۔

(ترمذی۔ تیسیر جلد دوم ص ۱۴۱)

عَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِيْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ۔ فَسَاَلْتُ اَيُّ النَّسَاءِ

كَانَ اَحَبَّ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاطِمَةُ، قِيْلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ زَوْجُهَا اَنْ كَانَ صَوَّامًا وَقَوَّامًا ۔ (اخرجه الترمذیؒ ۔ تیسیر)

لغات:۔ مَعَ: ہمراہ، ساتھ ۔ عَمٌّ: چچا، پھوپھا ۔ عَمَّةٌ: چچی، پھوپھی ۔ صَوَّامٌ: بہت زیادہ روزے رکھنے والا ۔ قَوَّامٌ: دیر تک کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا ۔

ترجمہ:۔ حضرت جُمیع بن عمیر سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں'' میں اپنی پھوپھی کے ساتھ اُم المومنین عائشہؓ کے ہاں گیا ۔ پھر میں نے پوچھا رسولِ خداﷺ کو عورتوں میں سب سے زیادہ کون محبوب تھے ۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا'' فاطمہؓ '' ۔ پھر کہا گیا اور مردوں میں کون ؟ فرمایا: اُن کے شوہر کہ وہ بڑے روزہ رکھنے والے اور شب بیداری و قیام کرنے والے'' ۔ (یہ حدیث ترمذی میں اور تیسیر میں ہے)

اِنِّی لَاَرْجُوْ لِاُمَّتِیْ بِحُبِّ اَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ كَمَا اَرْجُوْلَهُمْ بِقَوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

(الدیلمی عن انسؓ ۔ کنز ج ۶)

لغات:۔ لَاَرْجُوْ: البتہ میں اُمید رکھتا ہوں ۔ اگر لا میں الف ساکن پڑھیں تو اس کے معنی'' نفی'' یعنی نہیں کے ہوتے ہیں ۔ اسی طرح'' اَرْجُوْ'' واحد متکلم کا صیغہ ہے ۔ اس کے معنی ہیں' میں اُمید رکھتا ہوں ۔'' اَرْجُوْ'' نہیں ہے ۔ یعنی الف اس میں نہیں ہے ۔ جیسا کہ'' نَرْجُوْا'' ہم اُمید رکھتے ہیں ۔ یہ الف جمع کا ہے ۔ اس لئے لکھتے اور پڑھتے وقت ان چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے ورنہ معنی بدل جائیں گے ۔

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا نبی اکرمﷺ نے'' اپنی اُمت سے میں محبت کی اُمید رکھتا ہوں ابوبکر و عمر کے لئے ۔ جس طرح میں ان سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے کی اُمید رکھتا ہوں ۔

(اس حدیث کو دیلمی نے حضرت انسؓ سے لیا اور کنز العمال کی چھٹی جلد میں ہے)

صاحبو! جب تک آدمی کلمہ'' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' نہیں پڑھتا اُسے نجات نہیں ہو سکتی ۔ اس طرح کسی کو اس وقت تک نجات نہیں ہوگی جب تک کہ حضرت ابوبکر و عمر کو دوست نہ رکھے ۔

لَا تَسُبُّوْا اَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ فَاِنَّهُمَا سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَلَا تَسُبُّوا الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَاِنَّهُمَا سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَلَا تَسُبُّوْا عَلِيًّا فَاِنَّهُ مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِيْ وَمَنْ سَبَّنِيْ فَقَدْ سَبَّ اللّٰهَ وَمَنْ سَبَّ اللّٰهَ عَذَّبَهُ اللّٰهُ ۔

(ابن عساکر وابن النجار عن الحسین بن علی ۔ کنز ج ۶)

لغات:۔ لَا تَسُبُّوْا: تم لوگ گالی نہ دو، برا بھلا نہ کہو ۔ سَيِّدَا: دو سردار (تثنیہ کا صیغہ ہے) ۔ كُهُوْلٌ: ادھیڑ عمر لوگ ۔ شَبَابٌ: جوانی ۔ شَابٌّ: جوان، اس کی جمع شَبَابٌ ہے ۔

ترجمہ:- فرمایا نبی کریم ﷺ نے "لوگو! ابوبکر اور عمر کو گالی نہ دو، بُرا بھلا نہ کہو کیونکہ وہ جنت کے معمر لوگوں کے سردار ہیں۔ ان سے پہلے جو لوگ ہوئے ان کے بھی اور اُن کے بعد والوں کے بھی، سوائے انبیاء و مرسلین کے اور حسن و حسین کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ یہ دونوں اہلِ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں خواہ وہ پہلے والے ہوں کہ بعد والے اور علی کو بُرا بھلا نہ کہو کیوں کہ جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی بس حقیقت میں اس نے اللہ کو گالی دی اور جس نے اللہ کو گالی دی اللہ تعالیٰ اُسے عذاب کرے گا۔

(یہ حدیث ابن عساکر، ابن النجار کی حضرت امام حسین ابن علی سے مروی ہے۔ اور کنز العمال کی چھٹی جلد میں ہے)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِيْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ أَنَّ أَحَدًا أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ۔

(رواه مسلم۔ تيسير ج ۲)

لغات:- فَوَالَّذِيْ: پس قسم ہے اس ذات کی۔ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ: میری جان جس کے قبضہ میں ہے۔ اَحَدًا: کوئی۔ اُحُدٍ: کوہِ احد، مدینہ کا مشہور پہاڑ ہے۔ اَنْفَقَ: خرچ کیا۔ ذَهَبًا: سونا۔ ذَهَبَ: گیا۔ مَا بَلَغَ: نہیں پہنچا۔ مُدّ: عربستان کا اناج وغیرہ ناپنے کا پیمانہ ہے جس کا وزن کم و بیش ایک سیر کا ہوتا ہے۔ مُدّ: ۱/۲ ۱۵ چھٹانک (حیدرآباد کے لحاظ سے یہ وزن ہے۔ موجودہ زمانہ کا لحاظ کرتے مُدّ آدھا سیر کا ہوتا ہے (پونڈ کے برابر)۔

ترجمہ:- حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا "لوگو! میرے اصحاب کو بُرا بھلا نہ کہو۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر کوئی شخص اُحد کے پہاڑ کے برابر بھی سونا راہِ خدا میں صرف کیا تو ان کے (صحابہ کے) ایک مُد کے بھاروں بھار اور نہ اس کے نصف وزن کی برابری کر سکے گا۔

(یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے اور تیسیر کی دوسری جلد میں ہے)

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "أَبُوْبَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَأَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ وَسَكَتَ عَنِ الْعَاشِرِ وَقَالُوْا مَنِ الْعَاشِرُ فَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ يَعْنِيْ نَفْسَهٗ۔

(اخرجه ابوداؤد هذا لفظه و الترمذی)

لغات:- سَكَتَ: سکوت کیا، خاموش رہا۔ عاشر: دسواں۔

ترجمہ:- حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انھوں نے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا ہے

کہ ابوبکر جنت میں اور عمر جنت میں اور عثمان جنت میں اور علی جنت میں اور طلحہ جنت میں اور زبیر جنت میں اور سعد بن مالک جنت میں اور عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں اور ابوعبیدۃ ابن الجراح جنت میں اور دسویں کی نسبت بیان کرنے میں خاموش ہوگئے۔ لوگوں نے کہا "دسویں صاحب کون ہیں؟" تو سعید نے کہا "سعید بن زید" یعنی وہ خود۔ (عشرۂ مبشرہ سے یہی مراد ہیں)۔

(یہ حدیث ابوداؤد سے انہی الفاظ میں مروی ہے اور ترمذی میں بھی ہے)

اَرْاَفُ اُمَّتِی بِاُمَّتِی اَبُوْبَکْرٍ وَاَشَدُّهُمْ فِی دِیْنِ عُمَرُ وَاَصْدَقُهُمْ حَیَاۃً عُثْمَانُ وَاَقْضَاهُمْ عَلِیٌّ وَاَفْرَضُهُمْ زَیْدُبْنُ ثَابِتٍ وَاَقْرَئُهُمْ لِکِتَابِ اللّٰہِ اُبَیٌّ وَاَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُبْنُ جَبَلٍ۔ وَاِنَّ لِکُلِّ اُمَّۃٍ اَمِیْنًا وَاَمِیْنُ هٰذِهِ الْاُمَّۃِ اَبُوْعُبَیْدَۃَ ابْنُ الْجَرَّاحِ۔ (عن ابن عمر۔ کنز ج ۶)

لغات: اَرْاَفُ: بہت مہربان، بڑا رؤوف۔ اَصْدَقُ: بڑے راست باز، سچے۔ اَقْضٰی: اچھے قاضی، بہترین فیصلہ کرنے والے۔ اَفْرَضُ: علم فرائض سے خوب واقف۔ وراثت کے حصے بخرے کرنے کے علم کو علم فرائض کہتے ہیں۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر (اللہ ان دونوں سے راضی ہے) راوی ہیں، فرمایا حضور نبی کریم ﷺ نے کہ "میری امت میں کے، میری اُمت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر ہیں اور دینی معاملات میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں اور حیا میں سب سے زیادہ راست باز عثمان ہیں اور معاملات کا بہترین فیصلہ کرنے والے علی ہیں اور سب سے زیادہ ترکے کی تقسیم کا علم رکھنے والے زید بن ثابت ہیں اور کتاب اللہ کو سب سے اچھا پڑھنے والے (علم تجوید سے واقف) اُبی بن کعب ہیں اور حلال وحرام بہتر طریقے سے جاننے والے معاذ بن جبل ہیں اور بے شک ہر اُمت میں ایک امانت دار ہوتا ہے اور اس اُمت کے امانت دار ابوعبیدۃ ابن الجراح ہیں۔ (یہ حدیث کنز العمال کی چھٹی جلد میں ہے)

عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عُمَیْرَۃَ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لِمُعَاوِیَۃَ "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِیًا مَهْدِیًّا وَاهْدِ بِهٖ۔ (اخرجہ الترمذی)

لغات:۔ هَادِیْ: ہدایت کرنے والا۔ مَهْدِیْ: ہدایت یافتہ۔ اِهْدِبِهٖ: اُس سے دوسروں کو ہدایت۔

ترجمہ:۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ جو صحابی نبی کریم ﷺ ہیں حضرت نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے حضرت معاویہ کے لئے "یا اللہ اُسے ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا اور اُس سے دوسروں کو ہدایت فرما۔ (یہ حدیث ترمذی شریف میں ہے)

عَنْ اَبِی اِدْرِیْسَ الْخَوْلَانِیِّ قَالَ لَمَّا عَزَلَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ عُمَیْرَ بْنَ سَعْدٍ

عَنْ حِمْصَ وَلّٰی مُعَاوِيَةَ فَقَالَ النَّاسُ عَزَلَ عُمَيْرًا وَّوَلّٰی مُعَاوِيَةَ فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لَاتَذْكُرُوْا مُعٰوِيَةَ اِلَّا بِخَيْرٍ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَللّٰهُمَّ اهْدِبِهٖ۔

(اخرجه الترمذی)

لغات :- لَمَّا : جب۔ عَزَلَ : معزول کیا، خدمت سے علٰحدہ کیا۔ وَلّٰی : والی بنایا، گورنری کی خدمت پر مامور کیا۔

ترجمہ :- حضرت ابو ادریس خولانی سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عمیر بن سعدؓ کو حمص کی گورنری سے معزول کر کے حضرت معاویہ کو مقرر کیا تو لوگوں نے کہا کہ عمیر کو معزول کردیا اور معاویہ کو گورنر بنادیا۔ یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا "معاویہ کو بھلائی کے سوا برائی سے یاد نہ کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سُنا ہے کہ" خدایا اس سے لوگوں کو ہدایت کر"۔

(یہ حدیث ترمذی میں ہے)

صاحبو! رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی کو ایسی فضیلت نہیں ہے کہ بن جمیع الوجوہ وہ سب سے افضل ہو۔ ہر ایک صحابی کو حضرت سے ایک خصوصی تعلق ہے۔ پھر فضیلت اعظم کس کو ہے؟ حضرت کے صحابہ کو "شیخین" کے افضل ہونے پر کبھی اختلاف نہ ہوا (شیخین سے مُراد حضرت ابوبکر وعمر ہیں)۔ رسول اللہ ﷺ نے مختلف اوقات میں اُن کے افضل ہونے کو بیان کیا فرمایا۔ ان دونوں صاحبوں کی خلافت کے متعلق بھی اشارہ فرمایا " آپ کے بعد کس کو زکوۃ دیں؟ " ابوبکر کو۔ " وہ نہ رہیں تو؟ " عمر کو۔ سنگِ بنیاد رکھنے کے وقت پہلے حضرت نے پتھر رکھا پھر ابوبکر نے پھر عمر نے، پھر فرمایا یہ میرے خلیفے ہیں۔ انتقال کے وقت بصراحت خلافت کا لفظ نہیں فرمایا، نماز پڑھانے کا وقت آیا تو ابوبکر کو حکم دیا کہ نماز پڑھائیں۔ بہرحال "شیخین" کے افضل ہونے کے متعلق صحابہ کو اختلاف نہ تھا۔ یہ عبداللہ بن سبا کی کارروائی ہے اہلِ بیت کی تعریف اور اس میں سے ازواج النبی کو نکال دیا۔ حالانکہ قرآن شریف کی آیت کو دیکھو، سب مسلسل ہیں اور ازواج النبی ﷺ پر صادق آتے ہیں۔ پھر جھوٹی جھوٹی روایتیں بنائیں جن سے ثابت کر رہے ہیں کہ اہلِ بیت اور صحابہ میں نااتفاقی تھی۔ پھر صحابہ کے اختلافِ آراء کو اُچھالا، جن کی شان "رُحَمَاۤءُ بَيْنَهُمْ" ہے (یعنی آپس میں ہمدرد، ایک دوسرے کو چاہنے والے) پھر "عصمت" کا مسئلہ اُٹھایا کہ اہلِ بیت ایسے حق پر ہیں کہ اُن کی مخالفت کرنے والا ظالم تھا اور اس سے بے خبر کہ خدائے تعالیٰ صحابہ کو "رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" فرماتا ہے (یعنی اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی) تمہارے راضی رہنے سے کیا ہوتا ہے؟ دیکھو! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے صحابہ کے متعلق کہ "لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ" (فتح۔ آیت ۲۹) صحابہ سے کافر جلتے ہیں۔ اب تم سمجھو یہ صحابہ سے جلنے والے کیا ہوئے؟ یہ فتنہ بہت زور سے اُٹھا ہے اور تیرہ سو برس ہوگئے اب تک اس کا قلع قمع نہیں ہوا۔ اصل یہ ہے کہ بعض لوگ چاہتے ہیں ہر چھوٹی بڑی بات دُرست ہو، شرع شریف کے حکمِ خدا و رسول کے موافق ہو اور بعض لوگوں کا خیال یہ ہے، مرکز کو سنبھالنا سب سے زیادہ اہم ہے۔ یہ لوگ جس کو مرکز کا مخالف دیکھتے ہیں اس کو قتل کرتے، فنا کردیتے۔ یہ مسئلہ نیتوں کا ہے۔ نیتوں کا علم صرف خدا کو ہے۔ وہ جانیں خدا جانے۔ فیصلہ ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

یہ بات یاد رکھو! جتنی باتیں اچھالی جاتی ہیں وہ کمزور سے کمزور حدیثوں سے بھی ثابت نہیں ہو سکتیں۔ یہ روایات مذہب بنانے کے قابل نہیں۔ مذہب متواترات اور یقینیات پر قائم ہوتا ہے، نہ کہ "اکاذیب باطلہ" پر (یعنی غلط اور جھوٹ باتوں پر)
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ۔

بَابٌ: فِي التَّوَسُّلِ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنِّدَآءِ اِيَّاهُ

یہ باب رسولِ خدا ﷺ کا وسیلہ لینے، توسل کرنے اور آپ کو پکارنے کے بیان میں ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (آیت ۳۵۔ المائدۃ)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے ایمان والو! اللہ کے غضب سے بچو اور اُس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور راہِ خدا میں جدوجہد (کوشش بلیغ) کرو تاکہ تم فلاح پاؤ، کامیاب ہو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔
(آیت ۸۹۔ البقرۃ)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ یوں بھی فرماتا ہے: اور جب اُن کے ہاں خدا کے پاس کی کتاب (قرآن) پہنچی جو تصدیق کررہی تھی اُس آسمانی کتاب (تورات) کی جو اُن کے پاس تھی۔ حالانکہ اُن لوگوں کی عادت تھی کہ اس سے پہلے کافروں پر فتح پانے کی دعا کیا کرتے تھے (یعنی کہا کرتے تھے کہ خدایا پیغمبر آخر الزماں کے طفیل سے ہمیں فتح عطا کر) پھر جب اُن کے پاس وہ دین آ گیا جسے وہ خوب جانتے اور پہچانتے تھے تو لگے اس کا انکار کرنے۔ پس (ان کے اس کفر کی سزا میں) کافروں پر خدا کی لعنت ہے۔

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا ضَرِيْرَ الْبَصَرِ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّعَافِيَنِيْ قَالَ اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قَالَ فَادْعُهُ قَالَ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّتَوَضَّاَ فَيُحْسِنَ وُضُوْءَهٗ وَيَدْعُوَ بِهٰذَا الدُّعَاءِ "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِيْ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ"۔ (رواہ الترمذی و صححہ)

لغات:- رَجُلًا: ایک شخص۔ اَتٰى: آیا۔ ضَرِيْرٌ: اندھا۔ الْبَصَرُ: بینائی۔ اَنْ يُّعَافِيَنِيْ: کہ مجھے عافیت و آرام دے۔ اِنْ شِئْتَ: اگر تُو چاہے، اگر تیری مرضی ہو۔ اَسْئَلُكَ: تجھ سے مانگتا ہوں، تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ شَفِّعْهُ: ان کی شفاعت

قبول کر۔

ترجمہ:۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا کہ ایک اندھا آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت و شفا عطا کرے (یعنی بینائی درست ہوجائے) حضرت نے فرمایا "تم چاہو تو میں دعا کردیتا ہوں اور اگر تم چاہو اور صبر کرو تو یہ تمہارے لئے دعا سے بھی بہتر ہے"۔ اس شخص نے کہا "جی دُعا فرما دیجئے"۔ راوی کہتے ہیں، آپؐ نے انہیں حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کریں اور پھر یہ دُعا کریں۔ "خدایا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے پیغمبر محمدؐ سراپا رحمت کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں جو یہ میری حاجت ہے اُسے تو پورا کردے۔ خدایا! میرے متعلق میرے پیغمبر کی شفاعت قبول فرما"۔

(یہ حدیث ترمذی میں ہے اور اس حدیث کو بہتر اور صحیح کہا گیا ہے)

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُزَاحِمٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ اسْتَعْمَلَ بَعْدَ مَوْتِ اَبِي عُبَيْدَةَ ابْنِ الْجَرَّاحِ عَلٰى حِمْصَ عُمَيْرَ بْنَ سَعْدِ الْاَنْصَارِيِّ فَاَقَامَ بِهَا سَنَةً فَكَتَبَ اِلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِنَّا بَعَثْنَاكَ عَلٰى عَمَلٍ مِنْ اَعْمَالِنَا فَمَا نَدْرِيْ اَوْفَيْتَ بِعَهْدِنَا اَمْ خُنْتَ فَاِذَا جَاءَكَ كِتَابِي هٰذَا فَانْظُرْ مَا اجْتَمَعَ عِنْدَكَ مِنَ الْفَيْءِ فَاحْمِلْهُ اِلَيْنَا ـ وَالسَّلَامُ ـ فَقَامَ عُمَيْرٌ حِيْنَ انْتَهٰى اِلَيْهِ الْكِتَابُ فَحَمَلَ عُكَّازَتَهُ وَعَلَّقَ فِيْهَا اَدَوَاتِهِ وَجِرَابَهُ فِيْهِ طَعَامُهُ وَقَصْعَتَهُ فَوَضَعَهَا عَلٰى عَاتِقِهِ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى عُمَرَ فَسَلَّمَ فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ ـ (اَلْحَدِيْثُ بِطُوْلِهِ) ـ وَفِيْهِ فَقَامَ عُمَرُ وَعُمَيْرٌ اِلٰى قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَيْرٌ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ـ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَابَكْرٍ مَاذَا لَقِيْتُ بَعْدَكُمَا ـ اَللّٰهُمَّ اَلْحِقْنِيْ بِصَاحِبَيَّ لَمْ اُغَيِّرْ وَلَمْ اُبَدِّلْ ـ وَجَعَلَ يَبْكِيْ عُمَرُ وَعُمَيْرٌ طَوِيْلًا ـ (مسند عمر ـ کنز ج ۷)

لغات:۔ اِسْتَعْمَلَ: عامل مقرر کیا، گورنر بنایا۔ بَعَثْنَاكَ: ہم نے تمہیں بھیجا، مقرر کیا۔ فَمَا نَدْرِيْ: ہمیں علم نہیں، معلوم نہیں۔ اَوْفَيْتَ: تم نے وفا کی، پورا کیا۔ اَمْ خُنْتَ: یا خیانت کی تم نے۔ فَيْءٌ: سرکاری مال۔ عُكَّازٌ، عُكَّازَةٌ: عصا، لاٹھی۔ عَلَّقَ: لٹکایا۔ اَدَوَاتٌ: سامان، آلات۔ جِرَابٌ: تھیلا۔ قَصْعَةٌ: بڑا پیالہ۔ عَاتِقٌ: کندھا، آزاد شدہ، نوجوان عورت۔ اس کی جمع۔ عُتُقٌ۔ مَاذَا لَقِيْتُ: میں نے کیا کیا مصیبتیں اٹھائیں۔ بَعْدَكُمَا: تم دونوں کے بعد۔ اَلْحِقْنِيْ: مجھے ملا دے۔ صَاحِبَيَّ: میرے دونوں دوست۔ جَعَلَ يَبْكِيْ: رونا شروع کیا۔

ترجمہ:۔ حضرت محمد بن مزاحمؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی موت کے بعد شہر حمص پر عمیر بن سعد انصاریؓ کو عامل مقرر کیا اور وہ کامل ایک سال تک وہاں رہے۔

پھر حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت عُمیر کو لکھا کہ "ہم نے تمہیں ہمارے صوبوں میں سے ایک صوبہ پر عامل مقرر کیا تھا۔ معلوم نہیں کہ تم نے اس عہد کو پورا کیا یا نہیں۔ تمہارے پاس میرا خط پہنچ جائے تو دیکھو جو کچھ تمہارے پاس "فَــیْ" (سرکاری مال) جمع ہے اُسے ہمارے پاس بھیج دو۔ والسلام۔ (راوی کہتے ہیں) حضرت عُمیرؓ کھڑے ہوگئے، جونہی اُن کے پاس خط پہنچا۔ اپنی لاٹھی لے لی اور جو کچھ اُن کے پاس سامان تھا اور توشہ دان (تھیلا) جس میں کھانا تھا اور لکڑی کا پیالہ، یہ سب لٹکالیا اور پھر اسی لاٹھی کو اپنے کندھے پر رکھ لیا اور حضرت عمرؓ کے پاس داخل ہوگئے۔ انھیں سلام کیا تو حضرت عمر نے جواب سلام دیا۔ (یہ ایک طویل حدیث ہے۔ اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ) پھر حضرت عمرؓ اور حضرت عُمیرؓ دونوں نبی اکرم ﷺ کی قبر شریف کے پاس کھڑے ہوگئے اور حضرت عمیرؓ نے کہا "السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابا بکر" (اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو، سلامتی ہو اور اے ابوبکر آپ پر سلام اور سلامتی ہو۔ آپ دونوں کے بعد میں نے کیا کیا مصیبتیں اٹھائیں۔ خدایا مجھے اپنے ان دونوں دوستوں سے ملادے۔ میں نے کچھ ادل بدل نہیں کیا اور نہ کسی قسم کا تغیر وتبدل کیا۔ یہ کہنے کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت عمیرؓ دونوں دیر تک کھڑے روتے رہے۔

(یہ حدیث مسند عمر میں ہے اور کنز العمال کی ساتویں جلد میں بھی یہی حدیث درج ہے)

إِذَا شَجَاکَ شَيْطَانٌ أَوْ سُلْطَانٌ فَقُلْ يَا مَنْ يَكْفِيْ مِنْ كُلِّ أَحَدٍ يَا أَحَدُ مَنْ لَا أَحَدَ لَهُ يَا سَنَدَ مَنْ لَا سَنَدَ لَهُ ۔ إِنْقَطَعَ الرَّجَاءُ إِلَّا مِنْكَ ۔ نَجِّنِيْ مِمَّا أَنَا فِيْهِ وَأَعِنِّيْ عَلٰى مَا أَنَا عَلَيْهِ مِمَّا قَدْ نَزَلَ بِيْ ۔ بِجَاهِ وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَبِحَقِّ مُحَمَّدٍ عَلَيْكَ ۔ اٰمِيْن ۔

(الديلمي عن عمرؓ و عليؓ معا) كنز ج ١

ترجمہ:۔ جب کبھی تمہیں شیطان یا سلطان پریشان کرے تو تم کہو "اے ذاتِ پاک جو ہر ایک کو کافی ہے اور ذاتِ پاک جس کا کوئی نہیں اُس کا تو ہے۔ جس کا کوئی بھروسہ نہیں اُس کا بھروسہ تو ہے۔ بجز تیرے سب سے اُمید کٹ گئی ہے۔ میں جس حال میں ہوں اُس میں میری مدد فرما۔ صدقہ تیرے وجہ کریم کا اور صدقہ محمدؐ کے حق کا جو تجھ پر ہے۔ آمین (ایسا ہی ہو)

(دیلمی میں حضرت عمر اور حضرت علی دونوں سے یہ روایت درج ہے اور کنز العمال جلد ۲ میں بھی ہے)

رَوَى الطَّبْرَانِيُّ فِي الْمُعْجَمِ الْكَبِيْرِ ۔ إِنَّهُ كَانَ رَجُلٌ لَهُ حَاجَةٌ عِنْدَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ يَخْتَلِفُ إِلَيْهِ وَعُثْمَانُ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهِ فَلَقِيَ عُثْمَانَ بْنَ حُنَيْفٍ فَشَكٰى إِلَيْهِ ذَالِكَ

فَقَالَ تَوَضَّأْ ثُمَّ ایتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ فِیْهِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ قُلْ "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ لِیَقْضِیَ حَاجَتِیْ ۔ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ" فَفَعَلَ ذٰلِکَ الرَّجُلُ کَذٰلِکَ ثُمَّ اَتٰی بَابَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ ۔ فَجَاءَهُ الْبَوَّابُ وَاَخَذَ بِیَدِهٖ وَاَدْخَلَهٗ عَلٰی عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَاَجْلَسَهٗ عُثْمَانُ عَلٰی بِسَاطِهٖ وَسَأَلَ مِنْهُ الْحَاجَةَ وَقَضٰی لَهٗ بِحَاجَتِهٖ وَقَالَ مَا کَانَتْ لَکَ مِنْ حَاجَةٍ فَاذْکُرْهَا فَسُرَّ ذٰلِکَ الرَّجُلُ وَخَرَجَ مِنْ عِنْدِهٖ لَقِیَ عُثْمَانَ بْنَ حُنَیْفٍ وَقَالَ جَزَاکَ اللّٰهُ خَیْرًا ۔ لَعَلَّکَ قُلْتَ لِعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فِیْ حَاجَتِیْ ۔ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا کَلَّمْتُهٗ اِلَّا اِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْجَاءَهٗ رَجُلٌ ضَرِیْرٌ وَّ اسْتَمَدَّ بِهٖ بِضَارَةِ بَصَرِهٖ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ مَا قُلْتُ لَکَ فَعَلِمْتُ اَنَّ التَّوَسُّلَ بِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْجِبُ قَضَاءَ الْحَاجَاتِ ۔ وَفِیْ دَلَائِلِ الْخَیْرَاتِ : اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِحَبِیْبِکَ الْمُصْطَفٰی عِنْدَکَ یَا حَبِیْبَنَا یَا مُحَمَّدُ اِنَّا نَتَوَسَّلُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ الْمَوْلَی الْعَظِیْمِ ۔ یَا نِعْمَ الرَّسُوْلُ الطَّاهِرُ ! اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیْنَا بِجَاهِهٖ عِنْدَکَ ۔

لغات: کَانَ یَخْتَلِفُ اِلَیْهِ : وہ اُن کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ یَلْتَفِتُ : اِلتفات کرتا ہے، توجہ کرتا ہے۔ لَا یَلْتَفِتُ : توجہ نہیں کرتا، دھیان نہیں دیتا۔ لَقِیَ : ملاقات کیا۔ شَکٰی : شکایت کی۔ بِسَاطٌ : فرش۔ سُرَّ : مسرور ہوا، خوش ہوا۔ لَعَلَّکَ : شاید تو نے۔ لَعَلَّ : کاش۔ اِسْتَمَدَّ : مدد چاہا۔

ترجمہ:- کتاب معجم الکبیر میں طبرانی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کا کوئی کام حضرت عثمانؓ کے پاس رُکا ہوا تھا اور وہ شخص اُن کے پاس آتا جاتا تھا۔ مگر حضرت عثمان نے اُس پر التفات نہیں کی۔ پس وہ شخص حضرت عثمان بن حنیفؓ (صحابی) سے ملا اور اس بات (حضرت عثمان غنیؓ کی بے توجہی) کی اُن سے شکایت کی۔ عثمان بن حنیفؓ نے اس سے کہا کہ وضو کر پھر مسجد کو جا اور دو رکعتیں پڑھ۔ پھر یوں کہہ "خدایا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی حضرت محمد ﷺ رحمت والے نبی کے واسطہ سے متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت پوری کردے۔ یا اللہ میرے بارے میں اُن کی شفاعت، سفارش قبول فرما"۔ پس اُس شخص نے ایسا ہی کیا۔ پھر حضرت عثمانؓ کے دروازے پر پہنچا۔ دربان نے آکر اُس کا ہاتھ پکڑلیا اور عثمان بن عفانؓ کے پاس داخل کردیا۔ حضرت عثمانؓ نے اُسے اپنے فرش پر بٹھایا اور اُن کی حاجت دریافت کی اور اُسے پورا کردیا اور یہ بھی فرمایا "تمہیں اور حاجت ہو تو اُسے بھی بیان کرو"۔ وہ شخص بہت خوش ہوگیا اور اُن کے پاس سے نکل کر وہ شخص عثمان بن حنیفؓ کے پاس آیا اور کہا "اللہ تعالیٰ آپ کو

اس کی جزائے خیر (نیک بدلہ) دے۔ شاید کہ آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس میری حاجت بیان کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے تمہاری حاجت بیان نہیں کی ہے۔ مگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ کے پاس ایک اندھا آیا اور آپ سے اُس نے مدد چاہی کہ اُسے پھر بصارت مل جائے۔ رسولِ خدا ﷺ نے اُس شخص سے فرمایا جیسا کہ میں نے تم سے کہا۔ اس سے مجھے معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ لینا حاجتیں پوری کرنے کا موجب ہے اور دلائل الخیرات میں ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِحَبِیْبِکَ الْمُصْطَفٰی عِنْدَکَ یَاحَبِیْبَنَا یَا مُحَمَّدُ! اِنَّا نَتَوَسَّلُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ الْمَوْلَی الْعَظِیْمِ۔ یَا نِعْمَ الرَّسُوْلُ الطَّاهِرُ! اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیْنَا بِجَاهِهٖ عِنْدَکَ۔ (اس دُعا کا ترجمہ یہ ہے جو دلائل الخیرات میں) "یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ تیرے حبیبؐ کے وسیلہ سے جو تیرے پاس برگزیدہ ہیں۔ اے ہمارے حبیب! یا محمد! ہم آپ کا وسیلہ لیتے ہیں۔ آپ کے رب کے پاس ہماری سفارش فرمایئے مولائے عظیم کے پاس اے بہترین پاک رسول! خدایا ان کی سفارش ہمارے بارے میں قبول فرما۔ اُن کی آبرو کے وسیلہ سے جو تیرے پاس ہے"۔

قَالَ الْقَاضِیُّ الْمَالِکِیُّ فِیْ شَرْحِهٖ هٰذَا الدُّعَاءُ نَحْوَهٗ اَخْرَجَهُ التِّرْمِذِیُّ۔ قاضی مالکی نے اس کی شرح کے بارے میں کہا ہے کہ "یہ دُعا ایسی ہی ہے"۔ ترمذی نے بھی اُسے بیان کیا ہے۔ وَقَالَ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالطَّبْرَانِیُّ وَابْنُ خُزَیْمَةَ فِیْ صَحِیْحِهٖ وَالْحَاکِمُ وَقَالَ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ وَصَحَّحَهٗ اَیْضًا الْبَیْهَقِیُّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَیْفٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

اور اس حدیث کو حسن، صحیح، غریب کہا اور امام نسائی امام ابن ماجہ اور طبرانی اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح کتب احادیث میں اس کی روایت کی اور حاکم نے کہا کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت عثمان ابن حنیفؓ سے صحیح قرار دی ہے۔

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِؒ قَالَ لَمَّا کَانَ اَیَّامُ الْحَرَّةِ لَمْ یُؤَذَّنْ فِیْ مَسْجِدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثًا وَلَمْ یُقَمْ وَلَمْ یَبْرَحْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ الْمَسْجِدَ وَکَانَ لَایَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلٰوةِ اِلَّا بِهَمْهَمَةٍ یَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ الدارمی)

لغات:۔ لَمَّا: جب، جس وقت۔ اَیَّامُ الْحَرَّةِ: جنگ حرہ کے دن۔ لَمْ یَبْرَحْ: باہر نہیں نکلا۔ لَا یَعْرِفُ: نہیں پہچانا ہے۔ معلوم نہیں ہوا۔ هَمْهَمَة: ہلکی ہلکی آواز، شیر کی دہاڑ کی آواز کے لئے بھی مستعمل ہے۔

ترجمہ:- حضرت سعید بن عبدالعزیزؒ سے روایت ہے کہ جب جنگ حرہ کا زمانہ آیا اور مسجد میں تین دن تک اذاں نہیں ہوئی (کوئی نہ تھا سوائے سعید ابن مسیبؒ کے جو چھپے ہوئے تھے) اور نہ نماز قائم ہوئی۔ سعید بن مسیبؒ مسجد ہی میں بیٹھے رہے اور نماز کا وقت تک انھیں معلوم نہ ہوتا تھا مگر یہ کہ رسول خداﷺ کی قبر مبارک سے (نماز پڑھنے کی) ہلکی ہلکی آواز کو سُن کر (حضرت سعید اپنی وقتیہ نماز ادا کرلیا کرتے تھے)۔

(اس حدیث کو دارمی نے روایت کیا ہے)

اَخرَجَ ابنُ السُّنّیِ فِی عَمَلِ الیَومِ وَاللَّیلَۃِ فِی "فِی بَابِ اِذَا خَدِرَتْ رِجْلُہٗ" عَنْ اَبِی سَعِیدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔ قَالَ کُنْتُ اَمْشِی مَعَ ابنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَخَدِرَتْ رِجْلُہٗ فَجَلَسَ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ فَقَالَ "یَا مُحَمَّدَاہ" فَقَامَ فَمَشٰی۔

لغات:- خَدِرَتْ: چیونٹیاں بھرگئیں، سُن ہوگیا۔ خَدِرَ: مست ہوا، جھنایا۔ کُنْتُ اَمْشِی: میں جارہا تھا۔ رِجْلٌ: پاؤں۔ رَجُلٌ: مرد۔ اس کی جمع رِجَالٌ ہے۔ مَشٰی: چلا۔

ترجمہ:- ابن سُنّیؒ نے کتاب "عملُ الیومِ واللیلۃ" یعنی رات دن پڑھنے کی دُعاؤں کے سلسلہ میں "جب پاؤں میں چیونٹیاں بھر جائیں" کے باب میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں حضرت ابن عمر کے ساتھ چل رہا تھا کہ ان کے پاؤں میں چیونٹیاں بھرگئیں یعنی پاؤں بے حس، سُن ہوگیا تو وہ بیٹھ گئے۔ پس اُن سے ایک شخص نے کہا "آپ کے پاس جو سب سے زیادہ محبوب ہے انھیں یاد کیجئے۔ حضرت ابنِ عمرؓ نے کہا "یا محمداہ"۔ پس وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور چلنے لگے۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ السُّنِّیِّ اَیْضًا عَنِ الْھَیْثَمِ بْنِ حَنَشٍ قَالَ کُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو یعنی ابنَ العَاصِ فَخَدِرَتْ رِجْلُہٗ۔ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ "اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ۔ فَقَالَ "یا محمد" فَقَامَ کَاَنَّمَا اُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ۔

لغات:- اُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ: بندھی رسّی کھل گئی۔

ترجمہ:- ابن السنیؒ ہیثم بن حنشؓ سے روایت کرتے ہیں: اُنھوں نے کہا کہ ہم عبداللہ بن عمرو بن العاص کے پاس تھے اُن کا پاؤں بے حس ہوگیا۔ ایک شخص نے اُن سے کہا "آپ اپنے محبوب شخص کو یاد کیجئے" تو عبداللہ ابن عمرو بن العاص نے نعرہ مارا کہ "یا محمد!" پھر ایسے کھڑے ہوگئے گویا کہ اُن کے پاؤں میں رسّی تھی اور کھل گئی۔

صاحبو! ان احادیث سے کیا ثابت ہورہا ہے؟ حضور رحمت للعالمینؐ سے حضور کی زندگی میں بھی آپ کا وسیلہ لے کر دُعا

مانگی گئی بلکہ خود حضور نے بھی وسیلہ لے کر دعا مانگنے کا طریقہ بتایا اور اللہ نے اس وسیلہ کے طفیل دعا قبول کی۔ سرکارؐ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی صحابہؓ نے اپنی ضرورت اور تکلیف کے وقت سرکار کا وسیلہ لے کر دعا مانگی۔ خواہ اندھے کو بینائی ملی ہو کہ بے حس پاؤں میں تازہ خون دوڑ گیا ہو۔ وسیلہ لے کر دعا مانگنا تو ثابت و محقق ہے۔ جو لوگ استعانت بالانبیاء والاولیاء ناجائز قرار دیتے ہیں وہ دراصل فرق مراتب کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ نبی کریمؐ یا بزرگوں کا وسیلہ لے کر دعا مانگتے وقت سائل کی نظر اللہ ہی پر رہتی ہے۔ ایسا کون ہوگا جو کسی نبی یا بزرگ کو خدا سمجھے گا؟ خواہ مخواہ ایسی بدگمانی، بندگان خدا پر اتہام اور بندوں کو خدا سے دور کرنے کی شیطانی کوششیں ہیں ان سے بچنے کی دعا کرنی چاہیے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ (یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے پیغمبر حضرت محمد نبی سراپا رحمت کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں) جو میری حاجت ہے وہ پورا کر دے۔

بَابٌ : اَلتَّوَسُّلُ بِالصّٰلِحِیْنَ وَالتَّبَرُّکُ بِاٰثَارِهِمْ

یہ باب صالحین کا وسیلہ لینے کے بیان اور اُن کے آثار کو تبرک بنانے کے بیان میں ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ ـ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ـ (آیت ۳۵۔ المائدہ)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ کے غضب سے بچو اور اُس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور راہِ خدا میں جدوجہد (کوشش بلیغ) کرو تا کہ تم فلاح پاؤ، کامیاب ہو۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّی ـ (آیت ۱۲۵۔ بقرہ)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ "اور جہاں ابراہیمؑ کھڑے رہتے تھے اُسے اپنی نمازگاہ (سجدہ گاہ) بناؤ۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اٰیَةَ مُلْکِهٖٓ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَکِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَبَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوْسٰی وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِکَةُ ـ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ـ (آیت ۲۴۸۔ بقرہ)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "اور کہا اُن کے نبی نے اُن سے کہ بے شک اُس کی (طالوت کی) بادشاہی کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس "تابوتِ سکینہ" آئے گا (جو ایک صندوق ہے) اُس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینت اور تسکین ہے اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کے متعلقین نے جو رکھ چھوڑا تھا اُنھیں فرشتے اُٹھا کر لائیں گے۔ اس میں تمہارے لئے خدائے تعالیٰ کی نشانی ہے۔ اگر تم ایماندار ہو۔

صاحبو! بنی اسرائیل کے پاس ایک صندوق چلا آتا تھا، اس میں پیغمبروں کے تبرکات تھے۔ یعنی حضرت موسیٰ، حضرت ہارون علیہما السلام کے تبرکات، عصا، لباس وغیرہ قسم سے بعض چیزیں تھیں، جنھیں یہودی قوم نے ایک صندوق میں محفوظ رکھا تھا۔ لڑائی کے وقت یہودی اس صندوق کو احتیاط سے اپنے سرداروں اور فوج کے آگے آگے لے چلتے اور دشمن سے لڑتے تھے۔ جب بھی یہود اپنے دشمن پر حملہ کرتے تو اس صندوق کو آگے کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ ان آثار مبارک کے طفیل ہر دفعہ یہودیوں کو فتح مند کرتا۔ لیکن جب قوم یہود بدنیت اور سرکش ہو کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے یہ صندوق ان سے چھڑوا دیا اور ایک لڑائی میں دشمن کے ہاتھ لگ گیا۔ اس نے اسے سمندر میں ڈلوا دیا تھا۔ اب پھر اللہ تعالیٰ نے اسی صندوق کو فرشتوں کے ذریعہ طالوت بادشاہ کے پاس بھجوا دیا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى حِكَايَةً : اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۔

(آیت ۹۳ ۔ یوسف)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ حضرت یوسف کی طرف سے فرماتا ہے۔ میرا یہ قمیص لے جاؤ اور میرے والد کے منہ پر اُسے ڈال دو وہ بینا ہو جائیں گے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَا اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ۔ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۔۔۔ (آیت ۸۷، ۸۸ ۔ طٰہٰ)

لغات:۔ حُمِّلْنَا: اٹھوائے گئے ہم۔ اَوْزَارًا: بوجھ (وِزْرٌ کی جمع ہے) قَذْفٌ: پھینکا، جھڑاؤ کیا، زور ڈالا، زور کی منزل۔ عِجْلًا: گوسالہ، گائے کا بچہ۔ خُوَارٌ: گائے بیل کی آواز۔

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ قوم موسیٰ کی طرف سے فرماتا ہے۔ "مگر ہم نے قوم کی زینت کے سامان کو اٹھایا (قوم قبط زیور کا بوجھ لادے ہوئے تھی) سامری کے ورغلانے سے ہم نے اپنا بوجھ (زیور) (آگ میں) ڈال دیا۔ پھر سامری نے بھی اسی طرح ڈال دیا۔ پھر اس (سامری) نے نکالا اُن کے (یعنی قوم قبط کے) لئے ایک گوسالہ کا بُت جو بیل کی سی آواز کرتا تھا"۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى حِكَايَةً عَنِ السَّامِرِيِّ : "فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ۔ (آیت ۹۶ ۔ طٰہٰ)

لغات:۔ قَبَضْتُ: میں نے اٹھائی، میں نے بھر لی، میں نے قبضہ میں لے لی۔ مِنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ: فرستادہ (جبرئیل) کے نشانِ قدم سے۔ نَبَذْتُهَا: میں نے اُسے ڈال دیا۔ سَوَّلَتْ: اچھا دکھایا، ورغلایا۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ بطور حکایت سامری کا قول بیان فرماتا ہے "میں نے رسول (یعنی جبرئیل) کے نشانِ قدم کی مٹی (جو اس وقت لے کر رکھ لی تھی) گوسالہ کے منہ میں ڈال دی اور میرے نفس نے مجھے ویسا ہی ورغلایا اور

میرے جی کو یہی بات پسند آئی ۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۔

(آیت ۸۹ ۔ بقرہ)

لغات :- مُصَدِّقٌ : سچا کر دکھانے والا ، تصدیق کنندہ ۔ یَسْتَفْتِحُوْنَ : فتح طلب کرتے تھے ۔ کامیابی کی دعائیں مانگتے ۔

ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ یوں بھی فرماتا ہے " اور جب اُن کے پاس کتاب آئی خدا کے پاس سے ، جو اُن کے ہاں کے کتابوں کی تصدیق کرتی تھی اور یہ لوگ پہلے کافروں پر فتح طلب کرتے تھے اور جب اُن کے ہاں پیغمبر آ گئے جنھیں وہ جانتے تھے ، تو اُن سے انکار کر بیٹھے ۔ لہٰذا ان کافروں پر خدا کی لعنت ۔

وَفِی التَّحِیَّاتِ : اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ ۔

ترجمہ :- (نماز میں " اَلتَّحِیَّاتُ " یعنی تشہد کی دعا میں ہے) " سلام ہے آپ پر اے نبی ! اللہ کی رحمت اور برکتیں " ۔ " سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر " ۔ (نحو : سامنے ہونا ضروری نہیں)

عَنْ اُمَیَّةَ بْنِ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُسَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ کَانَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکِ الْمُهَاجِرِیْنَ ۔ (رواہ فی شرح السنۃ ۔ مشکوۃ)

لغات :- صَعَالِیْکُ : فقراء ، درویش ۔ اس کا واحد صُعْلُوْکٌ ہے ۔ یَسْتَفْتِحُ : فتح طلب کرتا ہے ۔

ترجمہ :- حضرت اُمیہ بن خالد بن عبداللہ بن اُسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ مہاجرین کے فقیروں کا وسیلہ لے کر فتح طلب کرتے تھے ۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ کَانَ اِذَا قُحِطُوْا اِسْتَسْقٰی بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا فَیُسْقَوْا ۔

(رواہ البخاری ۔ تجرید)

ترجمہ :- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ جب لوگوں پر قحط ہو جاتا تھا تو حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ (حضور نبی کریم کے چچا) کا وسیلہ لے کر پانی برسنے کی دُعا مانگا کرتے تھے اور کہتے کہ " یا اللہ ! (پہلے) ہم نبی کریم ﷺ کا وسیلہ لے کر دُعا مانگا کرتے تھے اور تو پانی برسا دیتا تھا ، اب ہم اپنے نبی ﷺ کے چچا کا وسیلہ لے کر دُعا مانگتے ہیں ۔ پس اب بھی تو رحم کر اور

پانی برسادے (راوی حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ) پانی برسنے لگتا تھا۔

(اس حدیث کے راوی حضرت امام بخاری ہیں۔ یہ حدیث تجرید البخاری میں بھی ہے)

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ قَالَ اِبْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَآءِ کُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ اَوْ تُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَآءِ کُمْ۔ (رواہ ابوداؤد۔ مشکوٰۃ)

لغات:- اِبْغُوْنِیْ: مجھے تلاش کرو، ڈھونڈو۔ تُرْزَقُوْنَ: تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔ اَوْ: یا۔ تُنْصَرُوْنَ: تمہیں نصرت، مدد ملتی ہے۔

ترجمہ:- حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا نبی کریم ﷺ نے "تم مجھے تمہاری قوم کے ضعیفوں (اپاہجوں) میں ڈھونڈو، تلاش کرو۔ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ تمہارے ضعیفوں کے طفیل سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے اور فتح و نصرت دی ہے۔

(اس حدیث کے راوی ابوداؤد ہیں اور یہ مشکوٰۃ میں بھی ہے)

رُئِیَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاضِعًا یَدَیْهِ عَلٰی مَقْعَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ مِنَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ وَضَعَهَا عَلٰی وَجْهِهٖ۔ (شفا ج ۱)

لغات:- وَاضِعًا یَدَیْهِ: اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے۔ مَقْعَدِ: بیٹھنے کی جگہ۔ رُئِیَ: دیکھے گئے۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دیکھے گئے کہ وہ حضور رسول اکرمؐ کے منبر پر حضور کے بیٹھنے کی جگہ اپنے دونوں ہاتھ رکھتے اور پھر اُن ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیر لیتے۔

(یہ حدیث "شفا" قاضی عیاض کی پہلی جلد میں ہے)

صاحبو! قرآن پاک کی آیتوں سے اور احادیث سے (توسل) وسیلہ لینا ثابت ہے۔ حتّٰی کہ سامری نے بھی یہی سوچ کر حضرت جبرئیلؑ کے گھوڑے کے پاؤں تلے کی مٹی اٹھالی تھی، جسے بعد میں زیور گلا کر جو بچھڑے کا بت بنایا تھا اُس کے منہ میں ڈال دیا۔ اس مٹی کے اثر سے اُس دھات کے بنے ہوئے بت میں ایک قسم کی روحانیت آگئی اور وہ لگا پکارنے، بچھڑے کی آواز کرنے۔ کئی حدیثوں سے یہ بھی مروی ہے کہ بعض اصحاب نبی کریم ﷺ اپنے خود، عماموں اور ٹوپیوں میں حضورؐ کے موئے مبارک رکھتے اور اللہ اُنھیں فتح دیتا۔ بعض اصحاب نے یہاں تک وصیت کی کہ حضورؐ کے ناخن اور موئے مبارک اُن کے کفن میں رکھ دیے جائیں۔

ابھی ہم نے بیان کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا جبہ (جو حقیقتاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا اور بطور ورثہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ملا تھا) حضرت یعقوب علیہ السلام کے منہ پر ڈال دینے سے حضرت کی گئی ہوئی بینائی حاصل ہوگئی اور وہ بینا ہوگئے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!

میں یہ کہتا ہوں " دنیا کا ہر کام ظن پر چلتا ہے "۔ ہمارے سامنے جو آثار شریف پیش کرتے ہیں ہمیں بھی " ظن " ہوتا ہے کہ وہ صحیح ہوں گے اور یہی صحیح اور بہترین طریقہ ہے ورنہ اگر کوئی ان معترض صاحب سے یہ پوچھے کہ آپ اپنے والد کے جائز اور صلبی بیٹے ہونے پر کوئی دلیل قطعی رکھتے ہیں ؟ زیادہ سے زیادہ دایہ کی گواہی اور اُن کی تصدیق ۔ باقی واللہ اعلم بالصواب ۔ " ظنو المؤمنین خیرا " ۔ اصل یہ کہ ان لوگوں کے دلوں میں مادہ پرستی کی بیماری ہے جو مختلف طور سے اور مختلف بیانات سے ظاہر ہورہی ہے۔

صاحبو! ذرا غور کرو جہاں ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوکر خانہ کعبہ کی تعمیر کررہے تھے ، وہاں نماز پڑھنے کا حکم اللہ تعالیٰ دے رہا ہے ۔ نص قرآنی واضح دلیل ہے۔

توبہ کرو ، ہٹ دھرمی چھوڑو ، خدا کے دوستوں سے منہ نہ موڑو ۔ تم سے تو سامری بہتر ہے کہ وہ روحانیت کا قائل تھا۔ تم سنگ ہو ، سنگین دل ہو ۔ میں پھر کہتا ہوں کہ خدا کے دوستوں کی تعظیم کرو اور اُن کا وسیلہ مضبوط پکڑو اور " وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ " کے کلی حکم پر عمل کرو۔ ؎ محبوب خدا سے موڑ کے منہ اللہ کو شکل دکھانا کیا!

پیغمبروں کے طفیل میں ہمیں اللہ کا راستہ اور اُس کی تعلیم و عرفان میسر ہوئے ۔ حضورؐ کے بعد سلسلۂ نبوت بے شک ختم ہوچکا ۔ اب سلسلۂ ولایت ہے جو قیامت تک باقی رہے گا ۔ اولیاء اللہ بھی اللہ اور اُس کے رسول کی تعلیم دیتے رہے ۔ تاریخ گواہ ہے کہ محمود غزنوی کی تلوار نے وہ کام نہیں کیا جو سلطان الہند غریب نواز کی مسیحا نفسی کا اثر ہے ۔ آج بھی اس درگاہ سے فیض حاصل کرنے والے برابر حاصل کئے جارہے ہیں ۔ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم + چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

(اگر چمگادڑ کی آنکھ دن میں آفتاب کو نہیں دیکھتی تو آفتاب کے چشمۂ نور کا اس میں کیا قصور)

بَابٌ : اَلدُّعَآءُ لِلْمَیِّتِ وَهِبَةُ الثَّوَابِ لَهٗ

یہ باب میت کے لئے دُعا کرنے اور اُسے ثواب بخشنے کے بیان میں ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ ۔ (آیت ۱۰ ۔ حشر)

لغات :- جَآءُوْ : آئے ، پیچھے ۔ سَبَقُوْنَا : سابقت کی ، آگے گئے ۔

ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ لوگوں کی طرف سے فرماتا ہے ۔ اور وہ لوگ جو اُن کے بعد آئے ہیں وہ کہتے ہیں " خدایا! ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے بھائیوں کے بھی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر گئے ہیں ۔

صاحبو! دوسرے کے لئے دُعا کرنا مفید نہ ہوتا تو یہ حضرات کیوں دُعا کرتے کہ ہمارے بھی گناہ بخش دے اور مسلمان بھائیوں کے بھی ۔ کیا اس عمل سے انکار کیا جاسکتا ہے جس کی تصدیق قرآن سے ہو ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : وَصَلِّ عَلَیْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّهُمْ ۔ (آیت ۱۰۳ ۔ التوبہ)

لغات :- صَلِّ : نماز پڑھ ، دُعا کر ۔ سَکَنٌ : تسکین ، آسودگی ۔

ترجمہ :- اللہ فرماتا ہے : تم اُن لوگوں کیلئے دُعا کرو ۔ بلاشبہ تمہاری دُعا اُن کیلئے موجب تسکین واطمینانِ قلب ہے"۔

صاحبو ! کیا اس آیت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ دوسرے کے لئے دُعائے رحمت باعث تسکین ہے ۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی حِکَایَةً عَنْ سَیِّدِنَا نُوْحٍ : رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۔ (آیت ۲۸ ۔ نوح)

ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کی دُعا کو بطور حکایت بیان فرماتا ہے ۔" خدایا میرے گناہ بخش دے اور میرے ماں باپ کے گناہ بخش دے اور جو میرے گھر میں آئے ایمان رکھ کر اُن کے گناہ بھی اور دوسرے مومن اور مومن عورتوں کے بھی"۔

اس دُعا سے صاف ظاہر ہورہا ہے کہ حضرت نوحؑ نے اپنے والدین کی مغفرت کی دُعا فرمائی جو اس وقت بقید حیات نہیں تھے اور اپنی اُمت کے مردوں اور عورتوں کے لئے بھی ۔ البتہ مومن اور مسلمان ہونے کی شرط ہے اور یہ تو ہونا بھی چاہیئے ۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا : اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّیْ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاَرَاهَا لَوْ تَکَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا مِنْ اَجْرٍ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ ۔

(متفق علیہ ۔ ریاض الصالحین)

لغات :- اُفْتُلِتَتْ نَفْسُهَا : اُس کی جان نکل گئی ۔ لَوْ تَکَلَّمَتْ : اگر وہ بات کرتی ۔ تَصَدَّقَتْ : خیرات کرتی ۔

ترجمہ :- ام المومنین سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں مرگئی ہے اور میں سمجھتا ہوں اگر وہ بات کرسکتی تو ضرور کچھ صدقہ خیرات دیتی ۔ کیا اُسے ثواب ملے گا اگر میں اس کی طرف سے کچھ خیرات دوں ۔ حضورؐ نے فرمایا ۔"ہاں"۔

(اس حدیث سے بخاری ومسلم دونوں متفق ہیں اور ریاض میں بھی ہے)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : قَالَ اَتٰی رَجُلٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُخْتِیْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ وَاِنَّهَا مَاتَتْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَ عَلَیْهَا دَیْنٌ اَکُنْتَ قَاضِیَهٗ ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاقْضِ دَیْنَ اللّٰهِ فَهُوَ اَحَقُّ بِالْقَضَاءِ ۔ (متفق علیہ ۔ مشکوٰۃ)

لغات :- اَتٰی رَجُلٌ : ایک شخص آیا ۔ اُخْتِیْ : میری بہن ۔ نَذَرَتْ : نذر مانی ۔ دَیْنٌ : قرضہ ۔ اَحَقُّ بِالْقَضَاءِ : زیادہ حق دار ہے ادائی کا ۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہا انھوں نے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پھر عرض کیا کہ میری بہن نے نذر کی تھی کہ حج کرے گی اور اُس کا انتقال ہو گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اگر اُس پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتے؟ اس شخص نے عرض کیا "جی ہاں" تو حضرتؐ نے فرمایا کہ بس اللہ کا قرض ادا کرو کیوں کہ وہ زیادہ حق دار ہے کہ اُسے پورا کیا جائے۔

(اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے لیا ہے اس لئے متفق علیہ کہتے ہیں اور یہ حدیث مشکوٰۃ میں بھی ہے)

عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ اَلْمَاءُ قَالَ فَحَفَرَ بِئْرًا وَّ قَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ۔ (رواہ ابوداؤد و النسائی۔ مشکوٰۃ)

لغات:- حفر: کھدوایا، کھودا۔ بئرا: باؤلی۔ کنواں۔

ترجمہ:- حضرت سعد بن عبادہؓ سے روایت ہے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! سعد کی ماں کا انتقال ہو گیا ہے۔ کون سا کارِ خیر (اس کے لئے) بہتر ہے؟ حضرت نے فرمایا "پانی"۔ پس انھوں نے باؤلی کھدوائی۔ حضرت نے فرمایا کہ "یہ ام سعد کی باؤلی ہے"۔

(اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور مشکوٰۃ میں بھی ہے)

وَعَنْ بُرَيْدَةَؓ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اِذْ اَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ تَصَدَّقْتُ عَلٰى اُمِّيْ بِجَارِيَةٍ وَاِنَّهَا مَاتَتْ قَالَ وَجَبَ اَجْرُكِ وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيْرَاثُ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ اَفَاَصُوْمُ عَنْهَا قَالَ صُوْمِيْ عَنْهَا قَالَتْ اِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ اَفَاَحُجُّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ حُجِّيْ عَنْهَا۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا انھوں نے کہ میں نبی ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنی ماں کو ایک لونڈی بطور ثواب دی تھی اب وہ انتقال کر گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تیرا اجر تجھ کو مل گیا اور اس لونڈی کو میراث نے تجھ پر لوٹا دیا۔ پھر اس عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ! کہ ان پر (میری ماں پر) ایک مہینے کے روزے واجب تھے، کیا میں ان کی طرف سے روزہ رکھوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو اس کی طرف سے روزہ رکھ۔ اس عورت نے کہا کہ انھوں نے (یعنی میری ماں نے) کبھی حج نہیں کیا تھا تو کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا اس کی طرف سے حج کر۔

(اس کی روایت مسلم نے کی اور مشکوٰۃ میں بھی درج ہے)

بَابٌ : مَايَتَعَلَّقُ بِالْقُبُوْرِ

اس باب میں قبور سے تعلق رکھنے والے مسائل ہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰی اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا ۔ (آیت ۲۱ ۔ کہف)

ترجمہ: اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: وہ جب اپنے کام میں جھگڑتے اور نزاع کر رہے تھے ۔ پھر لوگوں نے کہا ان (اصحاب کہف) پر ایک عمارت بناؤ ۔ خدا ہی ان کے حال سے خوب واقف ہے ۔ ان میں سے جو قوی اور غالب تھے کہا ہم ان کے پاس ایک مسجد بنائیں گے ۔ (آیت ۲۱ ۔ کہف)

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْاٰخِرَةَ ۔ (اخرجه الخمسة الا البخاري)

لغات: ۔ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ : میں نے تم لوگوں کو منع کیا تھا ۔ زِيَارَة : ملاقات کرنا، زیارت کرنا ۔ زُوْرُوْا : زیارت کرو ۔

ترجمہ: ۔ حضرت بریدہؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا ۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ "میں نے تم لوگوں کو زیارتِ قبور سے منع کر دیا تھا ۔ پس اب تم زیارتِ قبور کرو کیوں کہ وہ تم کو آخرت کی یاد دلاتی ہے ۔

(اس حدیث کو سوائے حضرت بخاری کے باقی پانچوں صحاح ستہ کے محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے)

صحاح ستہ : ستہ چھ کو کہتے ہیں ۔ صحاح بمعنی صحیح ۔ یعنی حدیث کی یہ چھ کتابیں، انھیں علمائے حدیث نے بالاتفاق صحیح مان لیا ہے ۔ ان کی ترتیب بھی حسب ذیل ہے:

(۱) صحیح بخاری (۲) صحیح مسلم (۳) صحیح سنن ابی داؤد (۴) الجامع الصحیح للترمذی (۵) سنن صحیح نسائی (۶) مسند امام مالک ۔ ☆

ترتیب مندرجہ صدر کے لحاظ سے ان کتب میں بھی اوّلیت بخاری شریف کو ہے ۔ اس کے بعد مسلم شریف اسی طرح آخر تک ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُن ائمہ احادیث میں حضرت امام بخاری نے ان باقی بزرگوں سے زیادہ احتیاط اور چھان بین کی ہے ۔ چنانچہ حضرت امام عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (ولادت ۱۹۰ / ۱۹۴ ہجری وفات ۲۵۶ ھ) ۔ ۱۸ سال کی عمر میں آپ نے کتاب قضایائے صحابہ و تابعین تصنیف فرمائی ۔ پھر مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور روضۂ مطہرہ کے پاس بیٹھ کر تاریخ کبیر تیار کی ۔ علم حدیث میں آپ نے اسی (۸۰) ہزار اشخاص سے روایت کی ۔ یہ سب اصحاب حدیث تھے ۔ آپ نے پانچ طبقات کے لوگوں سے احادیث روایت کی ہیں ۔ (۱) تبع تابعین (۲) اتباع تبع تابعین (۳) اقران (۴) صحابہ (۵) تلامذہ ۔ آپ کو تقریباً چھ لاکھ احادیث مع متن و اسناد یاد تھیں ۔ انہی میں سے نو (۹) ہزار احادیث آپ نے منتخب کی ہیں ۔ بخاری شریف کی تمام احادیث مع مکررات (۷۲۷۵) میں سے اگر مکررات کو خارج کر دیا جائے تو (۴۰۰۰) چار ہزار احادیث ہیں ۔ بخاری شریف کو حضرت امام بخاری نے ۱۸ سال کی عمر میں شروع کیا اور ۱۸ سال کی مدت میں اس کی تکمیل کی ۔ وہ اس طرح کہ خود ہی فرماتے

☆ (اور بعض کے پاس سنن ابن ماجہ) ۔ ادارہ

ہیں کہ "میں نے اپنی جامع حدیث میں کوئی حدیث نہیں لکھی مگر غسل کر کے اور دو رکعت دوگانہ ادا کر کے اور چھ لاکھ حدیثوں سے چھانٹ کر لکھی ہیں۔ ۱۸ سال کی مدت میں حرم شریف میں بیٹھ کر۔ الغرض ان بزرگوں نے جو احتیاط کی ہے اس کا ذکر بھی اس وقت ایک تعجب آمیز ہے اور بعض کج فہم اُسے خارج از امکان تصور کر کے سرے سے انکار کرنے لگتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ۔

(اخرجه الترمذی)

لغات:- مَرَّ: گزرا، چلا۔ اَقْبَلَ: آگے ہوئے، توجہ دے۔ سَلَفٌ: گزرا ہوا۔ بِالْاَثَرِ: قدم بہ قدم چلنا۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور رسول اکرم ﷺ جب اہل مدینہ کی قبور پر سے گزرے تو آپ نے اُن کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "اے قبور والو! تم پر سلام ہو، سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو بخشے۔ تم ہم سے پہلے گزر گئے ہو اور ہم تمہارے قدم بہ قدم، بعد میں آنے والے ہیں۔

(اس حدیث کو ترمذی میں بیان کیا گیا ہے)

صاحبو! ذرا دیکھو! اگر مرا ہوا آدمی زندہ آدمی کی بات نہیں سنتا تو اُس کو السلام علیکم کہنا درست ہو سکتا ہے؟ یہ بھی یاد رکھو سلام کرنا سنت ہے لیکن جواب سلام ضروری ہے چونکہ قرآن سے ثابت ہے۔ "وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا۔ آیت ۸۶۔ نساء۔ (اور جب تم پر سلام کیا جائے تو اُس کا جواب تم اُس سے بہتر دو۔ یا کم سے کم اتنا ہی دو۔ بے شک اللہ ہر بات کا محاسبہ کرنے والا ہے) یعنی "السلام علیکم" کا جواب کم سے کم "وعلیکم السلام" تو دینا ضروری ہے۔ اور اگر "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہیں تو اور بہتر بلکہ "وبرکاتہ" کا اضافہ بھی کر دینا احسن ہے۔ کیوں کہ قرآنی حکم حَيُّوْا صیغہ امر ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ پس مُردوں کا سننا ثابت ہو رہا ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَاَنْ يَّجْلِسَ اَحَدُكُمْ عَلٰى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهٗ فَتَخْلُصَ اِلٰى جِلْدِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّجْلِسَ عَلٰى قَبْرٍ۔ (اخرجه مسلم و ابوداؤد و نسائی)

لغات:- جَلَسَ يَجْلِسُ: بیٹھنا۔ جَمْرَةٌ: آگ، انگارہ، آتش پارہ۔ تُحْرِقُ: جلا دیا۔ ثِيَابٌ: ثوب کی جمع، کپڑے۔ جِلْدٌ: چمڑی، کھال۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ سے (اللہ ان سے راضی رہے) روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "اگر کوئی شخص انگاروں پر بیٹھ جائے پھر اُس کے کپڑے جل جائیں اور اُس کی چمڑی (کھال) تک پہنچ جائے۔ یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی قبر پر بیٹھے۔ (اس حدیث کو مسلم ابوداؤد اور نسائی نے لیا ہے) (اس کے معنی یہ بھی ہوتے ہیں کہ قبر پر یا اس کے پاس ہی رفع حاجت کے لئے نہ بیٹھیں۔ اسی لئے پیشاب کرتے وقت اس کا

خیال رہے۔ حضور ﷺ نے بازار یا راستے یا سوراخ میں پیشاب کرنے سے بھی منع فرمایا ہے)۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ کَیْفَ اَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَعْنِیْ فِیْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ ۔ فَقَالَ قُوْلِیْ "اَلسَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَیَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِیْنَ ۔ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ ۔ (رواه مسلم ۔ مشکوٰۃ)

لغات :- کَیْفَ اَقُوْلُ : میں کیسے کہوں؟ اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ : آگے جانے والے، اقدام کرنے والے۔ اَلْمُسْتَاْخِرِیْنَ : تاخیر کرنے والے، پیچھے آنے، دیر سے آنے والے۔ بِکُمْ : تم سے، تمہارے ساتھ۔ لَاحِقُوْنَ : ملحق ہونے والے۔ دِیَار : دار کی جمع، علاقہ، ملک۔

ترجمہ :- حضرت عائشہ صدیقہ (اللہ ان سے راضی رہے) سے روایت ہے۔ رسولِ اکرم سے عرض کرتی ہیں "یا رسول اللہ! میں کیا کہوں، کیا پڑھوں"؟ یعنی زیارتِ قبور کے وقت۔ پس حضورؐ نے فرمایا" یہ کہو سلام ہو، اے مومن اور مسلم اہلِ دیار تم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ ہم میں سے جو پہلے جا چکے ہیں، متقدمین پر بھی رحم فرمائے اور بعد کو آنے والوں پر بھی اور بے شک ہم تمہارے ساتھ ملحق ہونے والے ہیں، تم سے آملنے والے ہیں"۔

(یہ حدیث مسلم میں ہے اور مشکوٰۃ میں بھی ہے)

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ فِیْ بَیْتِهَا فَقُلْتُ یَا اُمَّ اِکْشِفِیْ لِیْ عَنْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَیْهِ ۔ وَکَشَفَتْ لِیْ عَنْ ثَلٰثَةِ قُبُوْرٍ لَامُشْرِفَةٍ وَّلَا لَاطِئَةٍ مَبْطُوْحَةٍ بِبَطْحَاءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ ۔ (اخرجہ ابوداؤد)

لغات :- اِکْشِفِیْ لِیْ : میرے لئے ہٹا دیجئے، کھول دیجئے، دکھا دیجئے۔ اِکْشِفِیْ لِیْ عَنْ قَبْرِ : قبر سے چادر ہٹا کر مجھے دکھا دیجئے۔ مُشْرِفَة : بلند، شرف یافتہ۔ لَاطِئَة : چپٹی ہوئی، پست۔ مَبْطُوْحَة : کنکریلی، کنکروں سے لپٹی ہوئی۔ چھوٹے چھوٹے پتھر بچھے ہوئے۔ حَمْرَاء : سرخ۔ عَرْصَة : میدان۔

ترجمہ :- حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر (اللہ ان سبھوں سے راضی رہے) سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں میں سیدہ عائشہ صدیقہ کے گھر میں داخل ہوا۔ میں نے ان سے کہا" اماں جان! رسول اللہ ﷺ اور اُن کے دونوں ساتھیوں (اصحاب) کی قبر پر سے چادر اٹھاؤ، تو انھوں نے میرے لئے تینوں قبروں پر سے چادر ہٹا دی۔ یہ قبریں بہت اونچی بھی نہ تھیں اور بہت پست بھی نہ تھیں۔ ان پر سرخ پتھر بچھے ہوئے تھے، لگے ہوئے تھے۔

(ابوداؤد میں یہ حدیث ہے)

صاحبو! اس سے تو قبروں پر چادر اُڑھانا بھی مسنون فعل ثابت ہو رہا ہے۔

وَعَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ اَبِیْ وَدَاعَةَ ۔ قَالَ لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ اَوَّلُ

مَنْ مَاتَ بِالْمَدِيْنَةِ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ ۔ فَلَمَّا دُفِنَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا اَنْ يَاْتِيَهُ بِحَجَرٍ فَيُعْلِمَ قَبْرَهُ بِهٖ ۔ فَاَخَذَ حَجَرًا ضَعُفَ عَنْ حَمْلِهٖ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْهِ ثُمَّ حَمَلَهٗ فَوَضَعَهٗ عِنْدَ رَاْسِهٖ وَقَالَ اُعْلِمُ بِهٖ قَبْرَ اَخِيْ ۔ فَاَدْفِنُ عِنْدَهٗ مَنْ مَاتَ مِنْ اَهْلِيْ ۔ (اخرجه ابوداؤد ۔ تیسیر الوصول ج ۲)

لغات :۔ لَمَّا : جب، جس وقت ۔ اَمَرَ : حکم دیا ۔ حَسَرَ : آستین چڑھا لئے ۔ ذِرَاعَيْهِ : ان کے دونوں ہاتھ ۔ ذِرَاع : گز، ہاتھ ۔ ضَعُفَ عَنْ حَمْلِهٖ : اس کے اُٹھانے سے مجبور تھا ۔ اُعْلِمُ بِهٖ : اس سے نشان بناتا ہوں ۔

ترجمہ :۔ حضرت مطلب بن ابی وداعؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا اور وہ پہلے شخص ہیں جو مدینہ میں مہاجرین میں سے انتقال کئے ہیں جب وہ دفن کردیئے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا ایک پتھر لاؤ اور اُن کی قبر کی علامت کے طور پر اس پتھر کو لگادیا جائے۔ ایک شخص نے ایک پتھر کو ہاتھ لگایا مگر اُسے وہ اُٹھا نہ سکا ۔ پھر رسول اللہ ﷺ خود کھڑے ہوگئے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے آستین چڑھا کر خود اس پتھر کو اُٹھالیا اور اُن (عثمان) کے سرہانے لگادیا، رکھ دیا اور فرمایا میں اپنے بھائی کی قبر کی علامت بناتا ہوں ۔ میرے متعلقین میں سے جو کوئی مرے گا اُسے میں اس کے پاس دفن کروں گا ۔ (یہ حدیث ابوداؤد میں بھی ہے اور تیسیر الوصول کی دوسری جلد میں بھی ہے)

وَقَالَ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَاَيْتُنِيْ وَنَحْنُ شُبَّانٌ فِيْ زَمَنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ اِنَّ اَشَدَّنَا وَثْبَةً الَّذِيْ يَثِبُ قَبْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ حَتّٰى يُجَاوِزَهٗ ۔ (البخاری)

لغات :۔ رَاَيْتُنِيْ : میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں، مجھے وہ زمانہ یاد ہے ۔ شُبَّانٌ : جمع شاب ۔ نوجوان ۔ وَثْبَةً : کود پھاند ۔ وَثَبَ : کودنا، اچھلنا ۔ يُجَاوِزَهٗ : اس سے تجاوز کرتا ہے ۔

ترجمہ :۔ حضرت خارجہ بن زیدؓ کہتے ہیں ۔ مجھے وہ زمانہ اچھی طرح یاد ہے اور ہم خلیفہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں نوجوان تھے اور عثمان بن مظعون کی قبر پر سے اُچھلنے میں میں سب سے زیادہ اُچھلنے والا تھا ۔ یہاں تک کہ اس سے بھی تجاوز کر جاتا ۔

(صحیح بخاری کی شرح فتح الباری کی تیسری جلد میں یہ حدیث موجود ہے)

صاحبو! ان دو حدیثوں سے کیا ثابت ہورہا ہے ۔ آنحضرت ﷺ نے قبر کا نشان بنایا تاکہ وہ باقی رہے ۔ بعض نادان قبروں کو بالکل صاف کردیتے ہیں ۔ اگر نشان قبر نہ ہو تو پھر قبر سے بچنے کی احتیاط کیسے ہو ۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہورہا ہے کہ اچھے آدمی کی قبر کے پاس دفن ہونا اچھا ہے ۔ نیز دوسری حدیث پر غور کرنے سے یہ بھی ثابت ہورہا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون کی قبر اتنی بڑی اور اونچی تھی کہ ہر ایک اس پر سے اُچک نہیں سکتا تھا ۔ صرف زیادہ پھاندنے والے اُسے پھلانگ سکتے تھے ۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ـ ثُمَّ اَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِيْ كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً ـ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا؟ فَقَالَ لَعَلَّهُ اَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَالَمْ يَيْبَسَا ـ (البخاری)

لغات:- مَرَّ: گزرا، اصل میں مَرَرَ تھا۔ بِقَبْرَيْنِ: دو قبروں سے۔ اَحَدُهُمَا: ان دو میں سے ایک۔ لَا يَسْتَتِرُ: چھپاتا نہ تھا، پردہ نہ کرتا تھا۔ يَمْشِيْ: چلتا ہے، جاتا ہے۔ كَانَ يَمْشِيْ: چلتا تھا۔ جَرِيْدَةً: ٹہنی، چھڑ، شاخ۔ رَطْبَةً: تازہ، ہر قدرتی یا تازہ شے کو رَطب کہتے ہیں۔ شَقَّ: چیرا، شق کیا۔ غَرَزَ: گودا۔ گاڑ دیا۔ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا: ایسا کیوں کیا؟ لَعَلَّهُ اَنْ يُخَفَّفَ: شاید کہ وہ تخفیف کرا دے۔ مَالَمْ يَيْبَسَا: جب تک خشک نہ ہو۔ ہری رہے۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس سے (اللہ ان دونوں سے راضی رہے) روایت ہے وہ نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرتﷺ کا گزر دو قبروں کے پاس سے ہوا۔ ان دونوں پر عذاب ہو رہا تھا۔ پس حضورﷺ نے فرمایا یہ دونوں عذاب کئے جاتے ہیں اور کسی بڑی بات پر نہیں (یعنی بچنا چاہتے تو آسانی سے بچ سکتے تھے) ان میں سے ایک شخص پیشاب کرتے وقت پردہ نہیں کرتا تھا اور دوسرا شخص لوگوں کی برائیاں لے کر دوڑتا پھرتا تھا۔ یعنی چغلخوری کرتا تھا۔ پھر حضورؐ نے ایک تازہ کھجور کا چھڑا لیا، اس کے دو ٹکڑے کئے اور ہر ٹکڑا ایک قبر پر گاڑ دیا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو حضورؐ نے فرمایا، مجھے اُمید ہے کہ جب تک یہ چھڑے خشک نہ ہوں گے اُن کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔

(یہ حدیث بخاری کی شرح فتح الباری کی تیسری جلد میں ہے)

صاحبو! ذرا اس حدیث پر بھی غور کرو۔ کھجور کے چھڑے جب تک تازہ ہیں ان کے ذکرِ الٰہی کرنے کی وجہ سے صاحب قبر کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے تو گلاب، چنبیلی وغیرہ کے پھول جو تازہ بھی ہیں اور خوشبودار بھی (اور خوشبو حضرت کو بہت مرغوب ہے) کیا یہ پھول ذکرِ الٰہی نہیں کرتے؟ اور کیا ان کو کسی قبر پر ڈالنے سے اس صاحب قبر کو اُن پھولوں کے ذکرِ الٰہی کا ثواب نہیں پہنچے گا؟ ہر چیز کو "بدعت" کہنے والے ذرا قبور پر پھول چڑھانے کی مصلحت و افادیت پر غور کریں۔ "فاعتبروا یا اُولی الابصار"۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ، كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِيَ الَّذِيْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاِنِّيْ وَاضِعٌ ثَوْبِيْ اَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِيْ وَاَبِيْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَادَخَلْتُهُ اِلَّا اَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حَيَاءً مِنْ عُمَرَ ـ (رواہ احمد ۔ مشکوٰۃ)

لغات:- كُنْتُ اَدْخُلُ: میں داخل ہوا کرتی تھی۔ اِنِّيْ وَاضِعٌ ثَوْبِيْ: میں اپنے غیر معمولی کپڑے رکھ دیتی، مثلاً

برقعہ، اوڑھنی وغیرہ۔ مَشْدُوْدَةٌ : اوڑھے لپٹے۔

ترجمہ :۔ سیدہ عائشہ صدیقہ (اللہ ان سے راضی رہے) سے مروی ہے، فرماتی ہیں "میں اپنے حجرے میں (جہاں حضور اور صدیق اکبر آرام فرماتے) داخل ہوتی، اپنے زائد کپڑے اُتار کر رکھ دیتی اور میں کہتی تھی یہ تو میرے شوہر رسولِ خدا ﷺ ہیں اور وہ میرے والد (ابوبکر)۔ پس جب عمر وہاں مدفون ہوئے تو میں خدا کی قسم بغیر میرے لباس میں اُوڑھے لپٹے وہاں داخل نہیں ہوئی عمر سے حجاب کر کے۔

(اس حدیث کو احمد نے اپنی مسند میں لیا ہے اور مشکوٰۃ میں بھی ہے)

صاحبو! اس حدیث سے کیا ثابت ہو رہا ہے۔ سیدہ عائشہؓ اپنے حجرے میں جب تک حضور نبی کریم ﷺ مدفون تھے صرف عادتی کپڑوں میں ملبوس رہتی تھیں۔ یعنی اوڑھنی، چادر، مقنع وغیرہ اُتار دیتیں اور حضور کے بعد سیدنا صدیق اکبر مدفون ہوئے اُس وقت بھی آپ اسی طرح رہتی تھیں۔ لیکن جب حضرت عمرؓ مدفون ہوئے تو آپ نے چادر، برقعہ وغیرہ لپیٹے بغیر خود اپنے کمرے میں قیام نہیں فرمایا۔ یعنی شوہر اور باپ سے عورت بے پردہ ہے اس لئے سیدہ نے عادتی لباس کافی سمجھا لیکن حضرت عمرؓ کے دفن ہوتے ہی اوڑھنا لپیٹنا ضروری سمجھ لیا۔ کیا یہ تینوں صاحبانِ قبور زندہ تھے؟ مُردوں سے حجاب کیسا اور پردہ کیوں؟ مومن زندہ ہو یا مُردہ دونوں حالتوں میں اُس کی اصلی حالت جوں کی توں باقی ہے۔ البتہ ظاہرا اعتبار بدل جاتا ہے۔

بَابٌ : فِي حُكْمِ مَنْ اٰذَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: جس نے نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچائی، تکلیف دی اس کی نسبت کیا احکام ہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا۔ (آیت ۵۷۔ احزاب)

لغات :۔ يُؤْذُوْنَ : اذیت دیتے ہیں، تکلیف پہنچاتے ہیں۔ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ : اللہ تعالیٰ اُن پر لعنت کرتا ہے۔ اَعَدَّ : تیار کیا۔ مُّهِيْنًا : سخت ذلیل کرنے والا۔

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "بے شک جو لوگ اللہ کو اور اُس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن پر اس دنیا میں بھی لعنت کرتا ہے اور کل قیامت کے دن بھی اُن کا حشر لعنتی لوگوں میں ہوگا اور اُن کے لئے ذلیل کرنے والا سخت عذاب تیار ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اُتِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِرَجُلٍ سَبَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلَهٗ ثُمَّ قَالَ مَنْ سَبَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ اَحَدًا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوْهُ۔

(ابو الحسن بن زملة الاصبهانی فی اماليه و سنده صحيح۔ كنز العمال)

لغات:- اُتِيَ بِرَجُلٍ: ایک شخص لایا گیا۔ سَبَّ: گالی دی۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر (اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی رہے) سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا جس نے رسولِ خدا ﷺ پر سب و شتم کیا تھا۔ پس حضرت عمر نے اُسے قتل کردیا۔ پھر فرمایا جو کوئی رسولِ خدا ﷺ یا کسی ایک پیغمبر کو گالی دے اُسے مار ڈالو۔
(اس حدیث کو ابوالحسن بن اصفہانی نے "امالیہ" میں لیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے اور یہ حدیث کنز العمال میں بھی ہے)

تشریح:- مسلمانوں اور اہلِ کتاب کا معاہدہ تھا کہ ایک دوسرے کے بزرگوں کو گالی نہیں دینا۔ معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے پر اس شخص کو قتل کردیا گیا۔ یہ مدنی حالت ہے ہمیشہ اس سے ہوشیار رہنا۔

صاحبو! اس حدیث سے کیا نکلتا ہے؟ کسی کو سب و شتم کرنا بُری بات ہے۔ جتنا بڑا آدمی ہوگا اس کو گالی دینا اتنا ہی بُرا ہوگا۔ پیغمبر تمام لوگوں میں بڑے ہوتے ہیں لہٰذا ان کو گالی دینا بہت بڑا گناہ ہے، اگر مسلمان نے گالی دی ہے تو وہ مرتد ہوگیا اور اسلام میں فتنہ پیدا کرنے والا ہے۔ "وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ" جو فتنہ پیدا کرتا ہے اس کو مار کر پھینک دیتا ہے۔ گالی دینے والا غیر مسلم معاہد ہے تو اس کا گالی دینا خلافِ معاہدہ ہے۔ اب وہ "معاہد" نہیں رہا۔ اس کی حفاظت اب ہمارے ذمہ نہیں۔ لہٰذا اس کی سزا قتل ہی ہے۔ وہ بھی فتنہ انگیز ہے۔

صاحبو! حضرت فاروق اعظم کے زمانہ میں بچے گولہ (فٹ بال) کھیل رہے تھے۔ وہ گولہ کسی یہودی کو جالگا اور یہودی نے اس کو لے لیا۔ مسلمان چھوٹے چھوٹے بچے، انھوں نے کہا تو محمد رسول اللہ ﷺ کے واسطے ہم کو ہمارا گولہ دے دے۔ یہودی بولا یہ کون شخص ہے؟ اور حضرت کو گالی دیا۔ بچے پتھروں سے مار مار کر اُسے مار ڈالے۔ اس کی اطلاع حضرت فاروق اعظم کو ملی۔ جس دن یہ خبر پہنچی ہے اُسی دن "بحرین" کے فتح ہونے کی بھی اطلاع ملی۔ حضرت فاروق اعظم کو اتنی خوشی ہوئی کہ فرماتے تھے "میں تمیز نہیں کرسکتا کہ بحرین کے فتح کی زیادہ خوشی ہے یا بچوں کے جوشِ ایمان کی، حُبِّ نبی کی۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ هَجَتِ امْرَاَةٌ مِنْ خَطْمَةَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ ذَالِكَ وَقَالَ مَنْ لِي بِهَا، فَقَالَ لَهَا رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهَا اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَانَتْ تَمَّارَةً تَبِيْعُ التَّمْرَ فَاَتَاهَا فَقَالَ لَهَا عِنْدَكِ تَمْرٌ قَالَتْ نَعَمْ فَاَرَتْهُ تَمْرًا فَقَالَ اَرَدْتُ اَجْوَدَ مِنْ هٰذَا فَدَخَلَتْ لِتُرِيَهُ وَدَخَلَ خَلْفَهَا فَنَظَرَ يَمِيْنًا وَشِمَالًا فَلَمْ يَرَ اِلَّا خِوَانًا فَعَلَى بِهِ رَاْسَهَا حَتّٰى دَمَغَهَا بِهِ ثُمَّ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَفَيْتُكَهَا۔ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ لَا يَنْتَطِحُ فِيْهَا عَنْزَانِ فَاَرْسَلَهَا مَثَلًا۔ (ابن عساکر)

لغات:- هَجَتْ: ہجو کی اس عورت نے۔ مِنْ خَطْمَةَ: قبیلہ "خطمہ" سے۔ فَبَلَغَ ذَالِكَ: پس یہ بات پہنچی۔ اِشْتَدَّ عَلَيْهِ ذَالِكَ: یہ بات آپ پر شاق گزری۔ مَنْ لِي بِهَا: میرا بدلہ اس سے کون لے گا؟ تَمَّارَةً: کھجور بیچنے والی۔ فَاَرَتْهُ تَمْرًا: پس اس نے اسے کھجور دکھلائے۔ اَرَدْتُ: میں چاہتا ہوں، میرا ارادہ ہے۔ اَجْوَدَ: بہتر۔ خَلْفَهَا: اس (عورت) کے پیچھے۔ يَمِيْنًا:

سیدھی جانب۔ شِمَالًا: بائیں جانب۔ لَمْ یَرَ: نہیں دیکھا۔ اِلَّا: سوائے۔ خِوَانًا: ایک خوان۔ فَعَلَیٰ بِہٖ رَأْسَھَا: پس اُسے اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا۔ حَتّٰی تَفَلَّقَ دِمَاغُہٗ: یہاں تک کہ اُس کا بھیجا نکل پڑا۔ ثَأَرْتُکَ: میں نے آپ کا بدلہ لے لیا۔ نَطَحَ: سینگ مارا۔ عَنْزَۃٌ: بکرا۔ عَنْزَانِ: دو بکرے (مثنیہ کا صیغہ ہے) عَنْزٌ: بکرا، مادہ سرخاب۔ (ایک شکاری پرندہ، باز کے جیسا) جمع عِنَازٌ، اَعْنُزٌ، عُنُوْزٌ۔ لَا یَنْتَطِحُ فِیْھَا عَنْزَانِ: اس میں دو بکرے بھی نہیں لڑے۔ (حضورؐ کے ارشاد کے بعد یہ محاورہ ہو گیا)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) اللہ اُن دونوں سے راضی رہے، روایت ہے کہ خطمہ قبیلہ کی ایک عورت نے نبی کریمؐ کی ہجو کی تھی۔ یہ خبر نبی کریم ﷺ کو پہنچی تو حضورؐ پر یہ امر شاق گزرا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا "میرا بدلہ اس سے کون لے گا؟"۔ ایک شخص نے جو اسی کے قبیلہ کا تھا کہا "یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں"۔ وہ عورت تمارہ یعنی کھجور بیچنے والی تھی۔ وہ شخص اس عورت کے پاس پہنچا اور اُس سے کہا "کیا تمہارے پاس پکے کھجور ہیں؟" اس عورت نے کہا ہاں، پھر وہ اُس نے پکے کھجور دکھلائے۔ اس شخص نے کہا میں اس سے بہتر کھجور چاہتا ہوں۔ پس وہ گھر میں داخل ہوئی کہ اُسے کھجور دکھائے اور یہ شخص اُس کے پیچھے داخل ہو گیا اور سیدھے بائیں دیکھنے لگا۔ اُسے وہاں کچھ دکھائی نہیں دیا سوائے ایک خوان کے۔ اس نے اُسے عورت کے سر پر اٹھا کر دے مارا، اور اس کا بھیجا نکل پڑا۔ پھر وہ رسول خدا ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا "یا رسول اللہ! میں نے آپ کی طرف سے اُس عورت کو کافی سزا دے دی ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اس میں تو دو بکرے بھی نہیں لڑے"۔ پھر یہ مقولہ ضرب المثل بن گیا۔

(یہ حدیث ابن عساکر میں ہے)

صاحبو! مسلمان اپنے ملک میں کسی کافر کو امن دیتے ہیں تو اولین شرط یہ ہوتی ہے کہ بدامنی نہ پھیلائیں۔ قانون شکنی یا بدکلامی فتنہ فساد کی جڑ ہے۔ کسی معمولی شہری کے ساتھ بھی بدکلامی کی جائے تو اشتعال کا سبب اور کشت و خون کی نوبت آجاتی ہے چہ جائے کہ بزرگانِ ملت کی شان میں گستاخی! اسلام میں بدامنی اور قانون شکنی سنگین جرم ہے۔ چونکہ اس عورت نے خود پیغمبر اسلام کو گالی دی، ہجو کی، اس واسطے اس شخص نے اُسے ٹھکانے لگا دیا، فی النار و السقر کر دیا۔ حضورؐ نے بھی آئندہ ان حرکات کے سدِباب کی خاطر اس آدمی کے اس فعل (قتل) پر دار و گیر نہیں فرمائی۔ اسی لئے کہتے ہیں "قتل الموذی قبل الایذاء"۔

بَابٌ: فِی الْاِرْتِدَادِ وَحُکْمِہٖ

مرتد اور کافر ہو جانے کے بعد اس کا کیا حکم ہے؟ اس کی نسبت یہ باب ہے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۔ وَ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِيْھَا خٰلِدُوْنَ ۔ (آیت ۲۱۷ ۔ بقرہ)

لغات :- مَنْ يَّرْتَدِدْ : جو ارتداد کرے ۔ کوئی مسلمان اگر کفر کے اعمال کرے یا دین اسلام سے پھر جائے تو اُسے "ارتداد" کہتے ہیں ۔ حَبِطَتْ : اکارت ہوگئے ۔

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جو کوئی اپنے دین (یعنی اسلام) سے پھر جائے ، مُرتد ہوجائے پھر کفر کی حالت میں مرجائے پس ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے اور یہی لوگ دوزخی اور ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں ۔

وَقَالَ تَعَالٰى : اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ۔ (آیت ۱۳۷ ۔ نساء)

لغات :- اِزْدَادُوْا : زیادہ کیا اُن لوگوں نے ۔ سَبِيْلًا : راستہ ۔

ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ "یقیناً جن لوگوں نے ایمان لایا پھر کفر کیا ۔ پھر ایمان لائے پھر کفر کیا پھر اُن کا کفر اور بڑھتا ہی چلا گیا ، خدائے تعالیٰ اُن کے گناہ بخشنے والا نہیں ۔ اُن کے لئے راہِ ہدایت بند کردی گئی ہے ۔ اُن کے لئے سیدھا راستہ نہیں ہے ۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ۔ (آیت ۹۰ ۔ آل عمران)

لغات :- لَنْ تُقْبَلَ : ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا ۔ مضارع کے صیغہ پر لَنْ آنے سے معنی "ہرگز نہیں بزمانہ مستقبل" ہوجاتے ہیں (یعنی اس میں سے حال کا زمانہ نکل جاتا ہے) ۔ اَلضَّآلُّوْنَ : گمراہ ، راہ بھٹکے ہوئے ۔

ترجمہ :- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ جو لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے اور ان کا کفر بڑھتا ہی چلا گیا تو ان کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی ۔ یہی لوگ گمراہ ہیں ۔

مَنِ ارْتَدَّ عَنْ دِيْنِهٖ فَاقْتُلُوْهُ ۔ (طب عن عصمۃ بن مالک ۔ کنز العمال جلد ۱)

لغات :- اِرْتَدَّ : پھر گیا ، مُرتد ہوگیا ۔ طب ۔ للطبرانی فی معجمۃ الکبیر : یعنی کتاب معجمۃ الکبیر میں طبرانیؒ نے لکھا ہے ۔

ترجمہ :- حضرت عصمۃ بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جو شخص اپنے دین سے پھر جائے اُسے قتل کرڈالو ۔

(یہ حدیث کنز العمال کی پہلی جلد میں بھی ہے)

مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ ۔ (دحم ۔ عن ابن عباس)

لغات :- بَدَّلَ : بدل ڈالا ، تبدیل کیا ۔ د : ابوداؤد ۔ حم : مُسند احمد ۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اُسے قتل کر ڈالو۔
(یہ حدیث ابو داؤد اور مسند احمد میں ہے)

لَنْ يَّخْرُجَ اَحَدٌ مِنَ الْاِيْمَانِ اِلَّا بِجُحُوْدِ مَا دَخَلَ فِيْهِ ۔ (طس - عن ابی سعید - کنز)

لغات:- لَنْ يَّخْرُجَ: ہرگز خارج نہ ہوگا۔ جُحُوْد: انکار کرتے۔ طس: طبرانی سے کتاب اوسط میں ہے۔

ترجمہ:- حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہ کوئی شخص ایمان سے خارج نہ ہوگا بجز اس کے کہ جن چیزوں کے ماننے سے داخلِ ایمان ہوا ہے اُن سے انکار کر بیٹھے۔

(طبرانی سے کتاب اوسط ابوسعیدؓ سے مروی ہے۔ یہ حدیث کنز العمال میں بھی ہے)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے مثلاً اللہ، رسول، فرشتے، آسمانی کتب، روزِ حشر، خیر وشر کی تقدیر وغیرہ یا ارکانِ پنجگانہ توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ اُن کا سرے سے جزءاً یا کلاً انکار کر دینا ارتداد کا موجب ہو جاتا ہے۔

اَيُّمَا رَجُلٍ اِرْتَدَّ عَنِ الْاِسْلَامِ فَادْعُهُ فَاِنْ تَابَ فَاقْبَلْ مِنْهُ وَ اِنْ لَمْ يَتُبْ فَاضْرِبْ عُنُقَهُ وَاَيُّمَا امْرَاَةٍ اِرْتَدَّتْ عَنِ الْاِسْلَامِ فَادْعُهَا فَاِنْ تَابَتْ فَاقْبَلْ مِنْهَا وَاِنْ اَبَتْ فَاسْتَتِبْهَا ۔

(طب عن معاذ کنز ج۱)

لغات:- اَيُّمَا: جو کوئی۔ فَادْعُهُ: پس اُسے دعوت دو، پھر اُسے بلاؤ۔ اِقْبَلْ مِنْهُ: اُسے قبول کرلو۔ اِنْ لَمْ يَتُبْ: اگر وہ توبہ نہ کرے، باز نہ آئے، رجوع نہ ہو جائے۔ فَاضْرِبْ عُنُقَهُ: پس اس کی گردن اُڑا دو۔ تَابَتْ: وہ عورت توبہ کرے۔ اَبَتْ: وہ عورت انکار کرے۔ اِسْتَتِبْهَا: اس عورت کو قید کردو۔

ترجمہ:- جو شخص اسلام سے مرتد ہو جائے پس اُسے دعوت دو، اسلام کی طرف پھر بلاؤ اگر وہ توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کرلو اور اگر وہ توبہ نہ کرے اور انکار کردے تو اُس کی گردن ماردو اور اگر کوئی عورت اسلام سے پھر جائے، ارتداد کرے تو اُسے دعوتِ اسلام دو، بلاؤ۔ وہ توبہ کرے تو اُسے قبول کرلو اور اگر انکار کردے تو اُس عورت کو قید کردو۔

(یہ حدیث حضرت معاذؓ سے مروی ہے جسے طبرانی نے "معجم الکبیر" میں درج کیا ہے اور کنز العمال کی پہلی جلد میں بھی ہے)

مَنْ غَيَّرَ دِيْنَهُ فَاضْرِبُوْا عُنُقَهُ ۔ (الشافعی - ق - عن زید بن ارقم)

لغات:- غَيَّرَ: تغیر کرے، بدل ڈالے۔ فَاضْرِبُوْا: پس ماردو۔ (ق: جس حدیث پر بخاری و مسلم متفق ہوں اور اپنی صحاح میں درج کیے ہوں)۔

ترجمہ:- جو شخص اپنے دین میں کچھ تغیر کرے تو اُس کی گردن اُڑا دو۔

(اس حدیث کو حضرت زیدؓ بن ارقم سے حضرت امام شافعیؒ نے لیا ہے)

صاحبو! ان احادیث سے کیا ظاہر ہو رہا ہے؟ اپنے دین سے پھر جانا اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کی سزا قتل ہے۔ دین سے پھر جانے کا مفہوم کیا؟ قوانین نافذہ کا انکار، حاکم سے بغاوت اور کھلی دشمنی ہے، اعلان جنگ ہے۔ آج دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ بڑی طاقتیں چھوٹی طاقتوں کو اپنے میں ضم کر رہی ہیں۔ یعنی اپنے قوانین نافذ کر کے انھیں اپنا محکوم اور غلام بنا رہی ہیں۔ پہلے یہ قوت ایک شخص میں مرکوز تھی اور اب جماعت کے چند افراد میں بہ ظاہر تقسیم ہے مگر فی الحقیقت ان میں کوئی نہ کوئی ایک فرد ہی اپنی آمریت و بربریت کا لوہا منوا لیتا ہے اور دوسری شخصیتیں اس کے ساتھ ضم ہو جاتی ہیں۔ یعنی شراب تو وہی پرانی ہے البتہ ساغر نئے اور آج کے فیشن ایبل، معیاری ہیں۔

بابٌ : تَحْرِيْمُ تَكْفِيْرِ الْمُسْلِمِ وَلَعْنِهِ وَسَبِّهِ

باب: مسلمان کو کافر کہنا، ان پر لعنت اور سب و شتم کرنا (گالی گلوج کرنا بُرا بھلا کہنا) حرام ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا ۔ (آیت ۹ ۔ الحجرات)

ترجمہ:- اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں تو ان میں صلح کرادو۔

وَقَالَ اللّٰهُ : وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۔ (آیت ۹۴ ۔ نساء)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ یوں بھی فرماتا ہے" جو شخص اپنے اسلام کو ظاہر کرے۔ اسلامی طریق سے علیک سلیک کرے اُسے تم یوں نہ کہو کہ "تو مسلمان نہیں ہے"۔

صاحبو! گناہ و شرک و کفر کے بارے میں اہل علم چند الگ الگ خیالات رکھتے ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ جو گناہ کرے وہ کافر ہے۔ یہ جاہل بغاوت اور جرم میں تمیز نہیں کرتے۔ شرک و کفر بغاوت ہے۔ دوسرے گناہ جرائم ہیں۔ دونوں کا حکم ایک نہیں ہوسکتا۔ (۲) بعض دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ کوئی "مسلمان" دوزخ میں ہرگز نہیں جائے گا۔ اُن کو مرجیہ کہتے ہیں۔ (۳) معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ گناہگار نہ مُسلم نہ کافر بلکہ فاسق ہے۔ ادھر نہ اُدھر بیچ میں اَدھر۔ (۴) اہل سنت والجماعت کا مذہب ایک اعتدال کے ساتھ ہے جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا، شرک و کفر ناقابل معافی ہیں، بغاوت ہیں۔ معلوم! باغی کی کیا سزا ہے؟ قتل! اور دوسرے قسم کے گناہ معاف کرنا خدا کے ہاتھ میں ہے۔ چاہے دوزخ میں ڈال کر پاک صاف کر کے اپنے دربار میں یاد فرمائے، چاہے کسی کو کسی بزرگ کی سفارش پر بخش دے۔ چاہے تو اپنے ہی فضل سے بخش دے، چاہے تو گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے۔ اس کی رحمت بہت وسیع ہے۔ خدا کے غضب سے خدا کی رحمت پیش پیش ہے۔ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ ۔ اب رہ گیا دوسروں کو کافر یا مرتد اور بے ایمان کہنا یہ بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اگر کسی مسلمان کو کوئی دوسرا مسلمان کافر کہہ دے اور وہ اس کا مستحق نہیں ہے تو اس کا کہنا اُسی پر عود کرے گا۔ یعنی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

یہ بات یاد رکھو! جن لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا مندی ظاہر کی ہے (یعنی صحابہ) اُن کو کافر یا ملعون کہہ دے تو یقیناً اس صورت میں اس کلمہ کا مستحق وہی ہوگا جس نے کہا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ مسلمان مسلمان کو بات بات پر مشرک کہنے سے نہیں ڈرتے۔ کسی کو ایسا سخت کہہ دینا بڑی جواب دہی کا مستحق کرتا ہے۔ اگر کافر کو بھی کوئی صبح سے شام تک کافر کافر کہے تو اس پر کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔ دنیا میں لاکھوں آدمی ہیں۔ کہاں تک لعنت؟ کہاں تک تکفیر؟ ہمارے پاس شیطان کو لعنت کرنے کے عوض اگر کلمہ شریف یا درود شریف یا استغفار پڑھیں تو موجب ثواب ہے۔ حق کو حق سمجھنا، ناحق کو ناحق سمجھنا بے شک ضروری ہے مگر سب کام چھوڑ کر، اچھے کام کی طرف توجہ نہ کر کے شیطان ہی کو سی لعنت کرنے سے کیا حاصل؟ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۔ (آیت ۵۸۔ احزاب)

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" جو شخص مسلمان مردوں عورتوں کو بلا سبب ایذا دیتا ہے۔ بغیر کسی قصور و خطا کے اُن کو نقصان پہنچاتا ہے وہ اُن پر بہتان باندھتا ہے اور کھلا گناہ کرتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِاَخِيْهِ "يَا كَافِرُ" فَقَدْ بَاءَ بِهَا اَحَدُهُمَا ۔ فَاِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَاِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ"۔ (متفق علیہ)

لغات:۔ لِاَخِيْهِ: اپنے بھائی کے لئے۔ بَاءَ بِهَا: اس کی طرف لوٹا، رجوع کیا۔ اَحَدُهُمَا: اُن دونوں میں سے ایک۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر، اللہ ان دونوں سے راضی رہے، کہتے ہیں۔ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کو "اے کافر" کہے تو ان دونوں میں سے کوئی ایک اس کا ضرور مستحق ہوگیا۔ اگر وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کہا گیا اس کے لئے۔ ورنہ اس کا کہا اسی (کہنے والے) پر لوٹ جائے گا، رجعت کرے گا۔

(یہ حدیث بخاری و مسلم کی متفقہ ہے)

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ اَوْ قَالَ عَدُوَّ اللّٰهِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ اِلَّا حَارَ عَلَيْهِ ۔ (متفق علیہ ۔ ریاض الصالحین)

لغات:۔ دَعَا: پکارا، بلایا۔ عَدُوَّ اللّٰهِ: اللہ کا دشمن۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو یوں فرماتے ہوئے سنا کہ" جو شخص کسی آدمی کو کافر کے لفظ کے ساتھ پکارے یا اُسے دشمن خدا کہے اور حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو اُس کی بات اُسی کو واپس ہوگی"۔ (یہ حدیث بھی بخاری اور مسلم کی متفق ہے اور ریاض میں بھی ہے)

لَا تُكَفِّرُوْا اَهْلَ الْقِبْلَةِ بِذَنْبٍ وَاِنْ عَمِلُوا الْكَبَائِرَ وَصَلُّوْا مَعَ كُلِّ اِمَامٍ وَجَاهِدُوْا مَعَ كُلِّ اَمِيْرٍ ۔ (طس ۔ عن عائشہ ۔ کنز ج ۱)

لغات :- لَا تُكَفِّرُوْا : کافر نہ کہو۔ اَلْكَبَائِرُ : جمع کبیرہ۔ بڑے گناہ۔ قتل، زنا وغیرہ گناہ کبیرہ ہیں۔ جَاهِدُوْا : جہاد کرو۔

(طس : طبرانی کی کتاب اوسط)۔

ترجمہ :- اہلِ قبلہ کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہ کہو اگرچہ کہ وہ گناہِ کبیرہ کرے اور ہر امام کے پیچھے نماز پڑھ لو اور امیر کے ساتھ جہاد کرو۔ (یہ حدیث طبرانی کی کتاب اوسط میں ہے اور کنز العمال کی پہلی جلد میں ہے)

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفِسْقِ اَوِ الْكُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَیْهِ اِنْ لَّمْ یَكُنْ صَاحِبُهٗ كَذٰلِكَ۔

(رواہ البخاری ۔ ریاض الصالحین)

لغات :- لَا یَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا : کوئی شخص کسی آدمی پر تہمت نہیں لگاتا۔ اِرْتَدَّتْ : واپس ہوئی، پھر گئی۔

ترجمہ :- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسولِ خدا ﷺ کو یوں فرماتے سنا ہے کہ کوئی شخص کسی کو فاسق یا کافر کہے تو اس کی بات اسی پر واپس ہوتی ہے اگر وہ اس کا مستحق نہیں ہے۔

(یہ حدیث بخاری میں ہے اور ریاض میں بھی ہے)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ اَفْضَوْا اِلٰی مَا قَدَّمُوْا۔ (رواہ البخاری ۔ ریاض الصالحین)

لغات :- لَا تَسُبُّوْا : گالی گلوج نہ کرو، برا بھلا نہ کہو، بدگوئی نہ کرو۔ اَفْضَوْا : وہ پہنچ گئے۔ مَا قَدَّمُوْا : جو کچھ آگے کیا، یعنی اعمال وغیرہ جو مرنے سے پہلے ہی کر لئے گئے۔

ترجمہ :- ام المومنین سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ مر چکے ہیں ان کی نسبت بدگوئی نہ کرو۔ انھوں نے یقیناً جو کچھ اعمال ان سے ہوئے اُسے پالیا اور اپنے کئے کو پہنچ گئے۔ ع

خار پیراہن مشو آسودگانِ خاک را

(یعنی مٹی میں آرام کرنے والوں کے لئے لباس کا کانٹا مت بن)

(اس حدیث کی بخاری نے بھی روایت کی ہے اور ریاض میں بھی ہے)

صاحبو! گزشتہ لوگوں کو گالیاں دینے سے اور اُن کو سب وشتم کرنے سے اُن کے متعلقین جو زندہ ہیں تکلیف ہوتی ہے۔ دوسروں کو برا بولنے کا گناہ اور موجودہ لوگوں کو سب وشتم (گالی گلوج) سے تکلیف دینا دوہرا گناہ ہے۔ جو اپنے وقت کی قدر کرتا ہے وہ بے فائدہ باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ بیمار کو ہر چیز بدمزہ رکھتی ہے (یعنی لگتی ہے) جو دوسروں کو برا بولتا ہے اُس کا دل بیمار ہے۔ اس کی زبان اس کی ہم کنار ہے۔ تم "اللہ" بولو اور سب نالائقوں کو اپنے واہی تباہی کاموں میں مشغول رہنے دو۔ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ۝

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَایَکُوْنُ اللَّعَّانُوْنَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۔ (رواہ مسلم ۔ ریاض الصالحین)

لغات :- لَایَکُوْنُوْنَ : نہیں ہوں گے ، بنائے جائیں گے ۔ اَللَّعَّانُوْنَ : لعنت کرنے والے ۔ شُفَعَاءَ : شفاعت ، سفارش کرنے والے ۔ شفیع ۔ شُهَدَاءَ : شہید کی جمع ۔ گواہ ۔ شرعاً گواہ قابلِ اعتبار شخص کا ہونا ضروری ہے ۔ علانیہ فاسق و فاجر کی شہادت ناقابلِ قبول ہوتی ہے ۔ اس لئے حاکم کو اختیار ہے کہ جس کی شہادت پر شبہ ہو یا جو ناقابلِ شہادت ہو اُس کی شہادت رد کر دے ۔

ترجمہ :- حضرت عویمر بن عامر انصاری خزرجی جو عام طور سے اپنی دختر دردآء کی کنیت ہی سے "ابودرداء" مشہور ہیں روایت کرتے ہیں ۔ فرمایا رسولِ مقبول ﷺ نے کہ جو لوگ لعنت کیا کرتے ہیں قیامت میں اُن کی شفاعت اور شہادت قبول نہ ہوگی ۔ (یہ حدیث مسلم میں بھی ہے اور ریاض الصالحین)

عَنْ اَبِیْ زَیْدٍ ثَابِتِ بْنِ ضَحَّاکِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "لَعْنُ الْمُؤْمِنِ کَقَتْلِهٖ" ۔ (متفق علیہ ۔ ریاض الصالحین)

لغات :- لَعْنٌ : لعنت کرنا ۔ کَقَتْلِهٖ : اس کے قتل کے مانند ہے ۔

ترجمہ :- حضرت ابوزید ثابت بن ضحاک انصاری (اللہ ان سے راضی رہے) سے روایت ہے فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ "مسلمان پر لعنت کرنا اُسے مار ڈالنے کے برابر ہے" ۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِیِّ ۔ (رواہ الترمذی و قال حدیث حسنٌ ۔ ریاض الصالحین)

لغات :- لَیْسَ : نہیں ۔ یہ یاد رہے کہ لَیْسَ کے ساتھ اس کا صلہ "ب" آتا ہے ۔ طَعَّانٌ : طعنہ باز ۔ اس کا واحد طاعن ہے ۔ لِعَانٌ : آپس میں ایک دوسرے پر لعنت بھیجنا ۔ لَعَّانٌ : بڑا لعنت بھیجنے والا ۔ فَاحِشٌ : فحش باتیں کرنے والا ۔ اَلْبَذِیُّ : بے حیائی کی باتیں کرنے والا ۔ بذۃ : مکرو ۔

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔ کہتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ "مسلمان طعنہ باز ، لعنت بھیجنے والا ، فحش بکنے والا اور بے حیائی کی باتیں کرنے والا نہیں ہوتا" ۔

صاحبو ! ان آیاتِ قرآنی اور احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ مومن نہ کسی کی بدگوئی کرتا ہے اور نہ دوسروں پر لعنت کے تیر برساتا ہے بلکہ اس کی بات چیت اور طور طریق سے امن و عافیت ، صلح و آشتی مترشح ہوتی ہے ۔ مگر افسوس کہ آج کل مسلمان ایک دوسرے پر کیچڑ اُچھالنے میں بڑے سفاک ہو رہے ہیں بلکہ وہ محفل ہی نہیں جس میں حاضرین پر طعنہ زنی ، غائبین کی بدگوئی نہ ہو ۔

اکثر تقویٰ کا دعویٰ کرنے والے بھی بات بات پر ایک دوسرے کو کافر، بات بات پر فاسق کے خطابات دیئے جاتے ہیں۔ کیا یہ خدائی فوجدار ہیں یا کفر و شرک کے فوارے ہیں۔ فوارے سے پانی اُلٹا اُچھلتا اور گرتا ہے مگر کس پر؟ خود اسی پر۔ "وزوی خیزد و بروی ریزد"۔ دوسروں کو بلاوجہ کافر کہنے والے خود اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ کیوں کہ ان کے کفر و شرک کا الزام خود ان کے گلے کا ہار ہو جاتا ہے۔ دراصل ان بھولے حضرات کو کفر و شرک کے معنی ہی معلوم نہیں ورنہ ایسی جرأت وہ نہ کرتے!

اللہ تعالیٰ کی صفاتِ مخصوصہ کسی شخص میں پائے جانے کا دعویٰ کرنا شرک ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات سے انکار کرنا کفر ہے۔ سماعت بصارت اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں کہ نہیں؟ کیا ہم ان صفاتِ الٰہی کے حامل نہیں؟ یقیناً، بلاشک ہم دیکھتے اور سنتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی صفات "بالذات" ہیں ان میں تغیر، تبدل اور کمی بیشی ہونا ممکن نہیں اور ہمارے صفات "بالعرض"۔ ان میں کمی بیشی بھی ہے اور ہر آن تغیر و تبدل بھی۔ میری جو سماعت بصارت بچپن میں تھی شباب میں وہ کچھ اور ہو گئی تھی۔ اب ضعفی کی وجہ ان میں کافی ضعف آ گیا ہے۔ بس اتنا سمجھ لینے کے بعد شرک و کفر کافور! (یعنی غائب) اس کے باوجود جو لوگ بغیر تحقیق لوگوں کو شرک و کفر کا الزام دھرتے ہیں وہ خودکشی کر رہے ہیں۔ ایسے گستاخ اور دریدہ دہن (منہ پھٹ) موحدوں کے شر سے اللہ بچائے۔ آمین۔

بَابٌ : فِي الْخُلَفَآءِ الرَّشِدِيْنِ

فِي الْاَحَادِيْثِ الْمُشِيْرَةُ اِلٰى خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ

یہ باب ہے خلفاء راشدین کے بیان میں

ان احادیث سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کی طرف اشارہ نکلتا ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۔ (آیت ۱۳۔ الحجرات)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تمہارے میں اللہ تعالیٰ کے پاس سب سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ متقی ہے"۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى۔ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۔ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى ۔ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۔ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۔ (آیت ۱۷ تا ۲۱۔ واللیل)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "عنقریب اُسے یعنی اتقی کو بچا لیا جائے گا۔ (یہ "اتقی" یعنی سب سے زیادہ متقی) وہ ہے جو پاکیزگی کے واسطے اپنا مال دیتا ہے، سخاوت کرتا ہے۔ حالانکہ اس کے پاس بجز اپنے خدائے بزرگ و برتر کی رضا جوئی کے کہ یہی اس کا مقصود ہے، اس کے ذمہ کسی کا ایسا احسان نہ تھا کہ اس دینے سے اس کا بدلہ اُتارنا مقصود ہو اور عنقریب اللہ تعالیٰ اُسے اتنا دے گا کہ وہ راضی ہو جائے گا۔

وَاَخْرَجَ ابْنُ حَاتِمٍ وَالطَّبْرَانِيُّ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ اَبَابَكْرٍ الصِّدِّيْقَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَعْتَقَ سَبْعَةً

كُلُّهُمْ يُعَذَّبُ فِي اللّٰهِ وَفِيْهِ نَزَلَتْ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى" إِلَى آخِرِ السُّوْرَةِ۔ (السیوطی فی تفسیرہ)

لغات:۔ اَعْتَقَ : آزاد کیا۔ يُعَذَّبُ : عذاب کیا جاتا تھا۔

ترجمہ:۔ ابن حاتم اور طبرانی حضرت عروہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسے سات غلاموں کو آزاد کیا جو راہِ خدا میں عذاب کئے جاتے تھے تو اسی بارے میں یہ آیت اتری "وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى" آخر سورہ تک۔

(علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اسے درج کیا ہے)

اَخْرَجَ الْبَزَّارُ فِي مُسْنَدِهٖ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ۔ "اَخْبِرُوْنِيْ مَنْ اَشْجَعُ النَّاسِ۔ فَقَالُوْا اَنْتَ فَقَالَ اَمَا اِنِّيْ مَا بَارَزْتُ اَحَدًا اِلَّا انْتَصَفْتُ مِنْهُ وَلٰكِنْ اَخْبِرُوْنِيْ بِاَشْجَعِ النَّاسِ قَالُوْا لَا نَعْلَمُ فَمَنْ؟۔ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّهٗ لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ فَجَعَلْنَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرِيْشًا فَقُلْنَا مَنْ يَكُوْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِئَلَّا يَهْوِيَ اِلَيْهِ اَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَوَاللّٰهِ مَا دَنَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَبَابَكْرٍ شَاهِرًا بِالسَّيْفِ عَلٰى رَاْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَهْوِيْ اِلَيْهِ اَحَدٌ اِلَّا هَوٰى اِلَيْهِ ۔ فَهُوَ اَشْجَعُ النَّاسِ ۔ (تاریخ الخلفا : سیوطی)

لغات:۔ اَخْرَجَ : نکالا، بیان کیا۔ اَخْبِرُوْنِيْ : مجھے خبر دو، بتاؤ۔ اَشْجَعُ : زیادہ شجاع، زیادہ بہادر۔ بَارَزْتُ : میں نے جنگ کی، مبارزت کی، مقابلہ کیا۔ اِنْتَصَفْتُ : میں آدھا آدھا کر دیا، نصف نصف کر دیا، دو ٹکڑے کر دیا۔ فَجَعَلْنَا : پس ہم نے بنایا، تیار کیا۔ عَرِيْشًا : چھپر، سائبان۔ لِئَلَّا يَهْوِيَ اِلَيْهِ اَحَدٌ : تاکہ کوئی ایک بھی نہ پھٹکے۔ هَوٰى يَهْوِيْ : مائل ہونا، رخ کرنا۔ مَا دَنَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَبَابَكْرٍ : ہم میں سے کوئی شخص نہیں آیا سوائے ابوبکر کے۔ شَاهِرًا بِالسَّيْفِ : تلوار کھینچ کر کھڑا ہو گیا۔

ترجمہ:۔ بزار نے اپنی مسند میں سیدنا علیؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے لوگوں سے کہا، مجھے بتاؤ کون سب سے زیادہ شجاع ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: آپ۔ پس حضرت علی نے کہا کہ نہیں میں تو جس شخص سے دست بدست لڑائی کی اُس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ لیکن مجھے بتاؤ سب سے زیادہ شجیع کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہمیں نہیں معلوم۔ پس فرمایئے کہ کون ہے؟ حضرت علی نے فرمایا کہ ابوبکر ہیں۔ کیونکہ جب جنگِ بدر کا دن ہوا تو آنحضرت ﷺ کے لئے ہم لوگوں نے ایک چھپر ڈالا تھا۔ پس ہم نے پوچھا کہ ہم میں سے کون رسول اللہ ﷺ کے پاس رہے گا تاکہ مشرکوں میں سے کوئی شخص ادھر کا رخ نہ کر سکے۔ پس خدا کی قسم ہے ہم میں سے کوئی شخص نہیں آیا سوائے ابوبکر کے۔ حضرت ابوبکر رسولِ خدا ﷺ کے پاس برہنہ شمشیر لئے ہوئے تھے۔ جو بھی حضرتؐ کی طرف رخ کرنا چاہتا ابوبکر فوراً اُس کی

طرف متوجہ ہو جاتے ۔ پس سب سے زیادہ شجیع وہ ہیں ۔

(یہ واقعہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی مشہور کتاب " تاریخ الخلفاء " میں ہے)

صاحبو! فٹ بال کے کھلاڑیوں میں بعض کھیلنے والے میدان میں گیند کے اطراف دوڑتے رہتے ہیں ۔ ان کے قدم کی ضرب سے گول ہو جاتا ہے ۔ یہ " فارورڈ " کہلاتے ہیں اور ایک ہوتا ہے " گول کیپر " ۔ کھیل کا دارو مدار اسی پر رہتا ہے ۔ اس کی معمولی چوک سے گول ہو جاتا ہے ۔ اسی طرح حضرت علی " فارورڈ " ہیں اور ابوبکر صدیق " گول کیپر " ۔ خدانخواستہ ان سے چوک ہوتی تو نہ صرف وہ بلکہ خود آنحضرت ﷺ بھی شہید ہو جاتے ۔ ہر ایک اپنے مقام پر اپنا فرض ادا کر رہا ہے ۔ " گول کیپر " بھی ضروری ہے اور " فارورڈ " بھی ۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيْهِمْ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "هَلُمُّوْا اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ ۔ فَقَالَ عُمَرُ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ ۔ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ قَرِّبُوْا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ مَاقَالَ عُمَرُ فَلَمَّا اَكْثَرُوا اللَّغَطَ وَالْاِخْتِلَافَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا عَنِّيْ ۔

(متفق علیہ ۔ مشکوٰۃ)

لغات :- حُضِرَ : وقت آخر قریب آ گیا ۔ هَلُمُّوْا : آؤ ۔ اَكْتُبْ : میں لکھ دوں ، میں لکھا دوں ، میں سکھا دوں ۔ لَنْ تَضِلُّوْا : تم گمراہ نہ ہوں ۔ وَجَعٌ : درد ، مرض ۔ اس کی جمع ہے اَوْجَاعٌ ۔ اِخْتَصَمُوْا : بحث کرنے لگے ، مخاصمت کرنے لگے ۔ اَكْثَرُوا اللَّغَطَ : شور بکثرت ہونے لگا ۔ قُوْمُوْا : کھڑے ہو جاؤ ۔ قُوْمُوْا عَنِّيْ : میرے پاس سے ہٹ جاؤ ، دور ہو جاؤ ۔

(" حدیث قرطاس " ۔ صحیح روایت یہی ہے ۔ پھر دوسرے لوگ اس کے ساتھ اور ملا کر کچھ کا کچھ کر دیئے ")

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عباس (اللہ ان دونوں سے راضی رہے) سے روایت ہے ، کہتے ہیں جب حضرت رسول اللہ ﷺ کے انتقال کا وقت قریب آ گیا اور گھر میں مرد لوگ بھی تھے جن میں حضرت عمر بن الخطاب بھی تھے ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔ آؤ ! میں تمہیں ایک کاغذ لکھوا دیتا ہوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے ۔ پھر حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ آنحضرتؐ پر مرض کی تکلیف غالب ہو رہی ہے تو کہا تمہارے پاس قرآن ہے ، تمہیں قرآن کافی ہے ۔ گھر کے لوگ مختلف ہو گئے اور آپس میں بحث کرنے لگے ۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ کاغذ لے جاؤ تا کہ رسول اللہ تمہیں کچھ لکھوا دیں اور بعض نے حضرتؐ کے بار بار بے ہوش ہونے کو دیکھ کر وہی کہا جو حضرت عمر نے کہا تھا ۔ جب زیادہ شور پکار ہوا اور اختلاف بڑھ گیا تو حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا " میرے پاس سے تم ہٹ جاؤ " ۔

(یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں کی متفقہ ہے اور مشکوٰۃ میں بھی ہے)

صاحبو! اس حدیث میں بعض الفاظ کا اضافہ کر کے شیعہ حضرات نے "حدیث قرطاس" کا ایک فتنہ کھڑا کر دیا اور سیدنا عمر فاروقؓ پر طعن کرتے ہیں کہ انھوں نے کاغذ لا کر حضرت کو نہیں دیا بلکہ نافرمانی کی اور اپنی طرف سے یہ کہہ دیا کہ "ہمیں قرآن کفایت کرتا ہے"۔ یہ سراسر تہمت اور بہتان ہے۔ پہلے تو حجرۂ عائشہ میں تنہا حضرت عمر ہی نہیں تھے بلکہ اور لوگ بھی موجود تھے۔ آنحضرتؐ نے جملہ حاضرین سے فرمایا تھا۔ اگر حضرت عمرؓ کاغذ نہ لاتے تو کیا دوسرے حضرات اگر مناسب سمجھتے تو کاغذ نہیں لاتے؟ پہلی بات تو یہ غور طلب ہے کہ آنحضرتؐ کے پاس سوائے قرآن کے اور کسی علم کے اس طرح لکھنے کا دستور نہ تھا۔ قرآن بے شک پورا ہو چکا تھا۔ "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ۔ دین مکمل ہو چکا اور کوئی اہم مسئلہ باقی نہیں تھا اگر ہوتا تو بھلا جس نبی نے اپنی زندگی کے ۲۳ سال اعلائے کلمۃ الحق کے لئے وقف کر کے ہر ستم سہا، گھر بار چھوڑا، اذیت پہ اذیت اُٹھائی مگر احکام الٰہی کے پہنچانے میں کبھی دریغ نہیں فرمایا تو آخری وقت یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی اہم بات چھوڑ دی جاتی؟

اس وقت جب کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ "آنحضرتؐ پر درد اور شدت مرض کا غلبہ ہے ایسے وقت کسی قسم کی تکلیف مناسب نہ ہوگی"۔ اسے اور لوگوں نے بھی مان لیا۔ خود حضرت علیؓ بھی یہ سب دیکھتے اور سنتے رہے۔ افسوس تو اس امر کا ہے کہ خالفوں نے اس حدیث میں ایسے الفاظ کا اضافہ کر دیا ہے کہ ان میں سے بعض تو اس قدر درشت ہیں کہ جن کی نسبت حضور نبی کریم ﷺ سے منسوب کرنا انتہائی سوءِ ادبی ہے۔ آنحضرت کے لئے ایسے الفاظ کا استعمال کسی طرح شایان شان نہیں اور نہ ہی حضرت عمرؓ جیسے صحابیٔ رسول آنحضرتؐ کے حضور میں ایسے الفاظ استعمال کر سکتے ہیں۔ ایسی بات معمولی سمجھ بوجھ کے آدمی کی زبان سے بھی نہیں نکل سکتی۔ چہ جائے کہ خود رسولؐ مقبول اور ان کے برگزیدہ صحابی سے منسوب کر دی جائے۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔

دوسری بات یہ کہ اس واقعہ کے بعد آنحضرتؐ مزید دس گیارہ دن بقید حیات رہے۔ اگر واقعی اہم امر قابلِ کتابت ہوتا آنحضرتؐ ضرور لکھوا دیتے۔ حضرت علیؓ کی وہاں موجودگی اور خاموشی خود اس امر کی شہادت ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو کچھ کہا وہ عین مناسب تھا۔ ممکن ہے بعض حضرات حضرت علی کی خاموشی کو "تقیہ" سے تعبیر کریں۔ ضرورت کے وقت خاموش رہنا ہمارے پیشوایانِ ملت کے لئے زیبا نہیں۔ ایسا کہنا حضرت علیؓ پر سراسر بہتان ہے۔ "تقیہ" تو وہ کرے جسے اپنی جان عزیز ہو۔ بھلا خدا کا شیر اور مولائے کائنات جس نے خیبر کے دروازے کو اکھیڑ کر رکھ دیا ہو وہ حق بات کہنے سے یوں تقیہ کرتا؟ "نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا" اور کب؟ ابھی آنحضرتؐ بقید حیات ہیں، جملہ صحابہ موجود ہیں۔ اصل میں یہ بعض شیعہ حضرات کی تاویلات ہیں۔ اس حدیث میں چند الفاظ کا اضافہ بھی کرایا گیا ہے۔ اصل پوری حدیث لکھوا دی گئی ہے۔ بھلا اس میں "ہَجَرَ" یا "اَلرَّجُلُ" کے الفاظ کہاں ہیں؟ اور یہ اصل حدیث بخاری اور مسلم کی متفقہ ہے۔ پھر یہ اضافہ کیسا؟ یہ فتنہ خلفائے بنی عباس کے عہد میں پیدا کیا گیا۔

اور یہ واقعہ عجیب ہے کہ بقول حضرات شیعہ کے اگر اس وضعی اور اضافہ شدہ حدیث کو مان بھی لیا جائے تو اس کے الفاظ بنی عباس کے لئے مفید ہو سکتے ہیں، ان شیعہ حضرات کو اس سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟"

اب رہا مسئلۂ خلافت۔ اس کے متعلق بھی عنقریب کافی روشنی ڈالی جائے گی۔

اُدْعِیْ اَبَابَكْرٍ اَبَاكِ وَاَخَاكِ حَتّٰى اَكْتُبَ كِتَابًا فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ يَّتَمَنّٰى مُتَمَنٍّ وَيَقُوْلَ قَائِلٌ اَنَا اَوْلٰى وَيَاْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَابَكْرٍ ۔ (احمد ۔ مسلم عن عائشہ کنز ج ۶)

لغات:۔ اُدْعِیْ: تو بلا۔ اَبَاكِ: تمہارے باپ کو۔ يَتَمَنّٰى: تمنا کرے گا۔ مُتَمَنٍّ: تمنا کرنے والا۔ اَوْلٰى: بہتر۔ يَاْبٰى: انکار کرتا ہے، ناپسند کرتا ہے۔

ترجمہ:۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ حضور نبی کریمؐ نے بی بی عائشہ سے فرمایا کہ تم اپنے باپ کو بلاؤ اور بھائی کو بلاؤ کہ ایک نوشتہ لکھ دوں۔ کیوں کہ مجھے خوف ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کر بیٹھے، یا کہنے والا کہہ بیٹھے کہ میں اَولٰی (بہتر) ہوں اور اللہ اور مسلمان نہیں مانتے کسی کو سوائے ابوبکر کے۔

(یہ حدیث مسند احمد میں اور مسلم میں سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے اور کنز العمال کی چھٹی جلد میں بھی ہے)

اِئْتُوْنِیْ بِدَوَاةٍ اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ اَبَدًا ثُمَّ قَالَ يَاْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَابَكْرٍ ۔

(ک ۔ عن عبدالرحمٰن بن ابی بکر ۔ کنز ج ۶)

ترجمہ:۔ میرے پاس دوات لاؤ میں تمہیں ایسا نوشتہ لکھا دوں کہ اس کے بعد تم گمراہ نہ ہو۔ پھر فرمایا، اللہ اور مسلمان لوگ انکار کرتے ہیں بجز ابوبکر کے۔

(اس کو حاکم نے عبدالرحمٰن ابن ابی بکرؓ سے روایت کیا ہے۔ ک سے مراد حاکم۔ جامع حدیث ہے)

لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اُرْسِلَ اِلٰى اَبِیْ بَكْرٍ وَابْنِهٖ فَاَعْهَدَ اَنْ يَّقُوْلَ الْقَائِلُوْنَ، اَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّوْنَ ثُمَّ قُلْتُ يَاْبَى اللّٰهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَابَكْرٍ ۔ (خ ۔ عن عائشہ)

لغات:۔ لَقَدْ: البتہ، ضرور۔ هَمَمْتُ: میں نے ارادہ کیا۔ يَاْبَى اللّٰهُ: اللہ روکتا ہے، انکار کرتا ہے۔

(خ: خ سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اس حدیث کو حضرت امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں درج کیا ہے)

ترجمہ:۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ ابوبکر اور اُن کے بیٹے کے پاس آدمی بھیجوں (تاکہ بلا لائے) پھر عہد لوں۔ ایسا نہ ہو کہ کہنے والے یا تمنا کرنے والے تمنا کریں۔ پھر میں نے خیال کیا جب اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے اور مسلمان لوگ دفع کرتے ہیں، نہیں مانتے سوائے ابوبکر کے تو پھر کیا ضرورت ہے۔

(اس حدیث کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضرت بخاری نے روایت کی ہے)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْبَغِیْ لِقَوْمٍ فِيْهِمْ اَبُوْبَكْرٍ اَنْ يَّؤُمَّهُمْ غَيْرُهٗ ۔ (السیوطی ۔ وفی کنز العمال جلد ۳)

لغات:۔ لَا يَنْبَغِیْ: مناسب نہیں، نہیں چاہئے۔ يَؤُمُّهُمْ: امامت کرے، سرداری کرے۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "مناسب نہیں ہے اس قوم

کے لئے جن میں ابوبکر ہوں کہ اُن کے سوائے کوئی غیر امامت کرے۔

(یہ حدیث سیوطی میں بھی ہے اور کنز العمال کی دوسری جلد میں بھی ہے)

اَخْرَجَ الطَّبْرَانِیُّ عَنْ سَلَمَةَ بنِ الْاَکْوَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَکْرٍ خَیْرُ النَّاسِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ۔ (السیوطی - وفی کنز العمال ج ٦)

لغات:- اَخْرَجَ : نکالا، بیان کیا۔ خَرَجَ : نکلا۔

ترجمہ:- طبرانی سلمہ بن الاکوع سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "ابوبکر سارے لوگوں میں بہتر ہیں بجز انبیاء کے۔ (اس کو سیوطی نے بھی روایت کیا ہے اور یہ کنز العمال کی چھٹی جلد میں بھی ہے)

صاحبو! امامت کے واسطے وہی شخص انتخاب کیا جاتا ہے جو دین کی باتوں کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے۔ ان حدیثوں سے یہی نکلتا ہے کہ ابوبکر صحابہ میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ سرکار کے عین حیات مرض کے زمانہ میں کئی دن تک حضرتؐ کے حکم سے ابوبکر صدیقؓ نے امامت کی ہے اور سب لوگوں نے ان کی اقتداء کرنے کو مان لیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں" رسول اللہ ﷺ نے دین کے کام کے لئے ابوبکر کو انتخاب کیا (یعنی نمازوں کی امامت میں) اور ہم نے بھی ابوبکر کو دنیا کے کاموں کے لئے انتخاب کرلیا۔ تمام لوگ حضرت صدیق اکبرؓ کو" یا امیر المؤمنین" یا" خلیفہ رسول اللہ" کہتے تھے۔ اس میں عشرہ مبشرہ کے لوگ بھی تھے اور عامۃ المسلمین بھی تھے۔ اس وقت جھگڑا تھا نہ اختلاف۔ ان لوگوں کو جو" یا خلیفۂ رسول اللہ" کہتے تھے، جھوٹا کہے وہ جھوٹا ہے۔ ہمارے پاس ایسے شخص کو جھوٹا کہنا آسان ہے۔ بہ نسبت اُن تمام اکابر صحابہ کو، اُمتِ محمدی کو جھوٹا کہنے کے۔

عَنْ اُسَیْدِ بْنِ صَفْوَانَ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَآءَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ مُسْرِعًا بَاکِیًا مُسْتَرْجِعًا وَهُوَ یَقُوْلُ الْیَوْمَ اِنْقَطَعَتْ خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ۔ حَتّٰی وَقَفَ عَلٰی بَابِ الْبَیْتِ الَّذِیْ فِیْهِ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ قَالَ رَحِمَکَ اللّٰهُ یَا اَبَابَکْرٍ کُنْتَ اَوَّلَ الْقَوْمِ اِسْلَامًا وَاَخْلَصَهُمْ اِیْمَانًا وَاَکْثَرَهُمْ یَقِیْنًا وَاَعْظَمَهُمْ غِنًی وَاَحْدَبَهُمْ عَلَی الْاِسْلَامِ وَاَحْوَطَهُمْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاٰمَنَهُمْ عَلٰی اَصْحَابِهٖ وَاَحْسَنَهُمْ صُحْبَةً وَاَعْظَمَهُمْ مَنَاقِبَ وَاَکْثَرَهُمْ سَوَابِقَ وَاَرْفَعَهُمْ دَرَجَةً وَاَقْرَبَهُمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَشْبَهَهُمْ بِهٖ هَدْیًا وَسَمْتًا وَخُلُقًا وَدَلًّا وَاَشْرَفَهُمْ مَنْزِلَةً وَاَکْرَمَهُمْ عَلَیْهِ وَاَوْثَقَهُمْ عِنْدَهٗ فَجَزَاکَ اللّٰهُ عَنِ الْاِسْلَامِ وَعَنْ رَسُوْلِهٖ وَعَنِ الْمُسْلِمِیْنَ خَیْرًا۔ صَدَّقْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ کَذَّبَهُ النَّاسُ فَسَمَّاکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صِدِّیْقًا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ (یعنی مُحَمَّدًا) وَصَدَّقَ بِهٖ (یعنی اَبَابَکْرٍ) وَاٰسَیْتَهٗ حِیْنَ بَخِلُوْا وَکُنْتَ مَعَهٗ حِیْنَ قَعَدُوْا وَصَحِبْتَهٗ فِی الشِّدَّةِ اَکْرَمَ صُحْبَةٍ۔ ثَانِیَ اثْنَیْنِ فِی الْغَارِ وَالْمُنْزِلِ وَرَفِیْقَهٗ فِی الْهِجْرَةِ وَمَوَاطِنِ الْکُرْهِ وَخَلَفْتَهٗ

فِي اُمَّتِهٖ اَحْسَنَ الْخِلَافَةِ حِيْنَ ارْتَدَّ النَّاسُ وَقُمْتَ بِدِيْنِ اللّٰهِ قِيَامًا لَمْ يَقُمْهُ خَلِيْفَةُ نَبِيٍّ قَبْلَكَ وَقَوِيْتَ حِيْنَ ضَعُفَ اَصْحَابُهٗ وَبَرَزْتَ حِيْنَ اسْتَكَانُوْا وَنَهَضْتَ حِيْنَ وَهَنُوْا وَلَزِمْتَ مِنْهَاجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتَ خَلِيْفَتَهٗ حَقًّا ۔ لَمْ تُنَازِعْ بِرَغْمِ الْمُنَافِقِيْنَ وَطَعْنِ الْحَاسِدِيْنَ وَكُرْهِ الْفَاسِقِيْنَ وَغَيْظِ الْكٰفِرِيْنَ فَقُمْتَ بِالْاَمْرِ حِيْنَ فَشِلُوْا وَمَضَيْتَ بِنُوْرِ اللّٰهِ حِيْنَ وَقَفُوْا وَاتَّبَعُوْكَ فَهُدُوْا كُنْتَ اَخْفَضَهُمْ صَوْتًا وَاَعْلَاهُمْ خَوْفًا وَاَقَلَّهُمْ كَلَامًا وَاَصْوَبَهُمْ نُطْقًا وَاَنْفَذَهُمْ يَقِيْنًا وَاَشْجَعَهُمْ قَلْبًا وَاَحْسَنَهُمْ عَقْلًا وَاَعْرَفَهُمْ بِالْاُمُوْرِ كُنْتَ وَاللّٰهِ لِلدِّيْنِ يَعْسُوْبًا اَوَّلًا حِيْنَ تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْهُ وَ آخِرًا حِيْنَ وَلَّوْا كُنْتَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَبًا رَحِيْمًا ، اِذَا صَارُوْا عَلَيْكَ عِيَالًا لِتَحَمُّلِكَ اَثْقَالًا عَنْهَا ضَعُفُوْا وَحَفِظْتَ مَا اَضَاعُوْا وَرَعَيْتَ مَا اَهْمَلُوْا وَشَمَّرْتَ اِذَا مَنَعُوْا ۔ وَصَبَرْتَ اِذَا جَزِعُوْا ۔ فَاَدْرَكْتَ اَوْتَارَ مَا طَلَبُوْا وَنَالُوْا بِكَ مَالَمْ يَحْتَسِبُوْا ۔ كُنْتَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا صَبًّا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ غَيْثًا وَخِصْبًا ۔ ذَهَبْتَ بِفَضَائِلِهَا وَاَحْرَزْتَ سَوَابِقَهَا ۔ لَمْ تَفْلُلْ حُجَّتُكَ وَلَمْ تَضْعُفْ بَصِيْرَتُكَ وَلَمْ تَجْبُنْ نَفْسُكَ وَلَمْ تَخُنْ ۔ كُنْتَ كَالْجَبَلِ لَا تُحَرِّكُهُ الْعَوَاصِفُ وَلَا تُزِيْلُهُ الرَّوَاجِفُ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَنَّ النَّاسِ فِيْ صُحْبَتِكَ وَذَاتِ يَدِكَ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيْفًا فِيْ بَدَنِكَ قَوِيًّا فِيْ اَمْرِ اللّٰهِ مُتَوَاضِعًا فِيْ نَفْسِكَ عَظِيْمًا عِنْدَ اللّٰهِ كَبِيْرًا فِي الْاَرْضِ جَلِيْلًا عِنْدَ الْمُؤْمِنِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ لِاَحَدٍ فِيْكَ مَهْمَزٌ وَلَا لِقَائِلٍ فِيْكَ مَغْمَزٌ وَلَا لِاَحَدٍ عِنْدَكَ هَوَادَةٌ ۔ وَالذَّلِيْلُ عِنْدَكَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ حَتّٰى تَاْخُذَ لَهُ الْحَقَّ وَالْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ عِنْدَكَ ضَعِيْفٌ حَتّٰى تَاْخُذَ مِنْهُ الْحَقَّ ۔ اَلْقَرِيْبُ وَالْبَعِيْدُ عِنْدَكَ فِيْ ذٰلِكَ سَوَآءٌ ۔ شَانُكَ الْحَقُّ وَالصِّدْقُ وَقَوْلُكَ حُكْمٌ حَتْمٌ وَاَمْرُكَ حِلْمٌ وَعَزْمٌ ۔ نُبْتَ الْاِسْلَامُ سَبَقْتَ وَاللّٰهِ سَبْقًا بَعِيْدًا وَ اَتْعَبْتَ مَنْ بَعْدَكَ تَعَبًا شَدِيْدًا فُزْتَ بِالْخَيْرِ فَوْزًا مُبِيْنًا لَجَلَلْتَ عَنِ الْبُكَاءِ وَعَظُمَتْ رَزِيَّتُكَ فِي السَّمَآءِ وَهَدَّتْ مُصِيْبَتُكَ الْاَنَامَ ۔ وَاللّٰهِ لَا يُصَابُ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِكَ كُنْتَ لِلدِّيْنِ عِزًّا وَكَهْفًا وَلِلْمُسْلِمِيْنَ حِصْنًا وَاُنْسًا وَعَلَى الْمُنَافِقِيْنَ غِلْظَةً وَغَيْظًا وَكَظْمًا فَاَلْحَقَكَ اللّٰهُ بِنَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا حَرَمَنَا اَجْرَكَ وَلَا اَضَلَّنَا بَعْدَكَ ۔ وَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔

(رواه فی تفسیر والشاشی و ابوزکریا فی طبقات اهل الموصل و ابوالحسن علی بن احمد بن اسحق البغدادی فی فضائل ابی بکرٍ وعمرَ وَالمحا ملی فی اماليه و ابن منده ۔ وابو نعيم فی المعرفة ۔ واللالكائی فی السنة ۔ خط فی المتفق و ابن النجار ص كنز ج ٦)

لغات:- سَجَّوْهُ ثَوْبًا : ان پر ایک کپڑا اُڑھا دیا۔ اِرْتَجَّتِ الْمَدِينَةُ بِالْبُكَاءِ : اہلِ مدینہ میں رونے کا شور برپا ہوا۔ دُهِشَ النَّاسُ : لوگ بدہوش ہوگئے۔ مُسْرِعًا : سرعت سے، جلدی سے۔ مُسْتَرْجِعًا : اِنَّا لِلّٰه : کہتے ہوئے۔ أَخْلَصَ : خالص ہوا۔ أَشْبَهَهُمْ بِهِ : ان میں اس سے مشابہت رکھنے والے۔ أَوْثَقُ : زیادہ قابلِ وثوق۔ وَاسَيْتَ : تو نے غم خواری کی۔ وَاسَ : گیہوں کی بالی۔ مُوَاسَاتٌ : غم خواری کرنا۔ كَرَّةٌ : باری، موقع۔ اس کی جمع کرات ہے۔ اِرْتَدَّ النَّاسُ : لوگ مرتد ہوگئے۔ دین سے پھر گئے۔ قَوِيتَ : تو نے قوت دی۔ بَرَزْتَ : تو میدان میں نکلا تو ظاہر ہوا۔ اِسْتَكَانَتْ : کمزوری، عاجزی۔ نَهَضَ : اٹھا۔ وَهَنَ : سستی کی، کاہل ہوا۔ لَزِمْتَ : لازم کرلیا تو نے، تو اڑ گیا۔ مِنْهَاج : راستہ، طریقہ۔ رَغْمٌ : خواری، ذلت۔ رَغَام : ریتیلی مٹی۔ كُرْهٌ : کراہت۔ فَشِلُوْا : انھوں نے ہمت ہاردی۔ مَضَيْتَ : تو چلا، تو گزرا۔ هُدُوْا : ہدایت پائی انھوں نے۔ خَفَضَ : آسانی، آسائش۔ أَخْفَضُهُمْ صَوْتًا : سب میں پست آواز والے۔ صوت۔ آواز۔ صَوْبٌ : جانب، طرف، راستی۔ أَصْوَبُ : زیادہ درست۔ يَعْسُوبٌ : شہد کی مکھیوں کی رانی۔ عَنَتٌ : فساد، برائی، ہلاکت۔ صَارُوْا : ہوگئے۔ أَضَاعُوْا : ضائع کیا انھوں نے۔ أَضَاءَ : روشن کیا، منور کیا، ضیاء بخشی۔ أَغْفَلُوْا : بھول اُمر گئے، مہمل کردیا انھوں نے۔ جَزِعُوْا : بیقراری کی۔ أَوْتَار (وتر کی جمع) ایک ایک چیز، باجے کے تار، کمان کا چلہ۔ نَالُوا بِكَ : تم سے حاصل کیا، پایا۔ غَيْثٌ : بارش۔ خِصْبٌ : سرسبز و شاداب۔ لَمْ تَفْلُلْ : کبھی حجت یا بحث نہیں کی۔ لَمْ تَجْبُنْ نَفْسُكَ : تیری طبیعت نے بُزدلی نہیں دکھائی۔ عَوَاصِفُ : (عاصف کی جمع) ہوائیں۔ رَوَاجِفُ : رَجْفَةٌ کی جمع۔ زلزلہ، جھٹکا۔ هَمِيزٌ : عیب جوئی کرنے والا۔ مُغْمِزٌ : آنکھیں دکھانے والا۔ خَضَمٌ : چنگی کار : وجوب کار۔ كَهْفٌ : پناہ گاہ۔ كَهْفٌ : غار۔ حِصْنٌ : قلعہ۔

ترجمہ:- حضرت اُسید بن صفوان صحابی رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا، جب ابوبکر صدیقؓ کی وفات ہوگئی تو لوگوں نے اُن پر ایک کپڑا اُڑھا دیا اور مدینہ میں رونے کا شور برپا ہوا اور لوگ ایسے مدہوش ہوگئے جیسے رسولِ مقبول ﷺ کی وفات کے دن ہوگئے تھے۔ ایسے میں جناب علی مرتضیٰؓ جلد جلد روتے ہوئے اور اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھتے ہوئے تشریف لائے۔ آپ (یعنی علیؓ) یہ فرما رہے تھے "آج خلافتِ نبوت باقی نہ رہی"۔ پھر اس مکان کے دروازے پر پہنچ کر ٹھہر گئے جس میں ابوبکر صدیقؓ تھے۔ پھر یوں فرمایا "اے ابوبکر آپ پر اللہ رحم فرمائے آپ قوم میں سب سے پہلے ایمان لائے اور دوسروں کی بہ نسبت آپ کا ایمان زیادہ خالص اور آپ کو یقین کثیر تھا اور کام آنے میں آپ سب سے بڑھ کر تھے اور اسلام پر سب سے زیادہ مائل تھے اور رسول اللہ ﷺ کے زیادہ نگہبان تھے اور اصحابِ رسول کو آپ کی جانب سے کوئی کھٹکا نہ تھا۔ دوسروں کی نسبت، آپ کی صحبتِ رسول بہتر تھی۔ آپ کے مناقب بہ نسبت دوسروں کے عظیم الشان تھے اور سبقت لے جانے والے کاموں میں آپ سب سے آگے تھے۔ آپ کا درجہ دوسروں سے اعلیٰ تھا۔ آپ کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ قربت تھی اور رسول اللہ

ﷺ سے آپ کو رنگ ڈھنگ عادت و اخلاق میں زیادہ مشابہت تھی ۔ آپ کی قدر و منزلت دوسرے صحابہ سے زیادہ ہوتی تھی ۔ آپ آنحضرتؐ کے زیادہ معتمد علیہ تھے ۔ پس اللہ تعالیٰ آپ کو وہاں اسلام کی طرف سے ، اس کے رسول کی طرف سے اور سارے مسلمانوں کی طرف سے جزا دے ۔ آپ نے اس وقت رسول مقبولؐ کی تصدیق کی جب کہ اوروں نے آپ کی تکذیب کی یعنی جھٹلایا ۔ پس حضور نبی کریمؐ نے آپ کو صدیق کا لقب دیا ۔ اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے : وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ ۔ جو حق لایا یعنی محمد اور جس نے اس کی تصدیق کی یعنی ابوبکرؓ ۔ آپ نے آنحضرت ﷺ کی غم خواری کی جب دوسروں نے بخل کیا ۔ آپ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے جب دوسرے بیٹھے دیکھ رہے تھے ۔ تنگی اور تکلیف میں آپ نے رسول مقبول کا اچھا ساتھ دیا ۔ غار میں منزل و سفر دونوں میں کے آپ ایک ہو ۔ آپ ہجرت میں اور جنگ گاہ میں آنحضرت کے رفیق تھے ۔ آنحضرت کی اُمت میں آپ نے بہترین قائم مقامی کی جب کہ لوگ مرتد ہو گئے تھے ۔ آپ نے خدا کے دین کو اس طرح قائم رکھا کہ کسی نبی کے خلیفہ نے آپ سے قبل قائم نہیں رکھا ۔ آپ نے آنحضرت کی تقویت کی جب کہ دوسرے لوگ ضعیف ثابت ہوئے ۔ آپ میدان میں نکل پڑے جب کہ دوسروں نے کمزوری ظاہر کی اور اُٹھ کھڑے ہوئے جب کہ دوسروں نے سُستی کی ۔ آپ طریق رسول اکرم پر اڑے رہے ۔ آپ حضرتؐ کے سچے قائم مقام تھے ۔ آپ سے کسی نے کشمکش نہ کی باوجود منافقین کی برخلافی ، حاسدین کے طعن کے اور فاسقین کی کراہت اور کافروں کے غیظ و غضب کے ۔ آپ کام کو لے کر کھڑے ہو گئے جب کہ لوگوں نے ہمت ہاردی اور اللہ تعالیٰ کے نور کو لے کر بڑھے جب کہ لوگ ٹھہر گئے تھے ۔ لوگوں نے آپ کی اتباع کی اور ہدایت پا گئے ۔ آپ کی آواز اُن کے لئے نرم تھی اور آپ کا اُن پر خوف بہت تھا ۔ آپ کی باتیں مختصر اور گفتگو برحق تھی ۔ آپ کا یقین قوی ، دل شجیع اور عقل دُرست تھی ۔ آپ کاموں کے نشیب و فراز کو خوب جانتے تھے ۔ بخدا آپ دین کے لئے شہد کی مکھیوں کی رانی کی طرح سردار قوم تھے ۔ اولاً جب کہ لوگ فساد کرتے ہوئے متفرق و جُدا ہو گئے اور آخر میں جب کہ اُنھوں نے روگردانی کی (یعنی مجبوراً ان سبھوں کو آپ کی طرف رجوع ہونا پڑا) آپ مومنوں کے لئے شفیق و رحیم باپ تھے جب وہ آپ کے عیال بن گئے ۔ آپ نے اتنا بار اُٹھایا کہ لوگ اس کے اُٹھانے سے عاجز و ضعیف تھے ۔ آپ نے اس کی حفاظت کی جسے لوگوں نے ضائع کیا ۔ آپ نے وہ یاد رکھا جو لوگ بھول گئے ۔ آپ مستعد ہو گئے

جب لوگوں نے روکا۔ آپ نے صبر کیا جب لوگ بے قرار ہو گئے۔ لوگوں کے جو جو مقاصد تھے اُسے آپ نے پالیا۔ لوگوں نے آپ کو ایسا پایا جس کی انھیں اُمید نہ تھی۔ آپ کافروں کے حق میں برستا عذاب تھے اور مسلمانوں کے لئے بارش اور سرسبزی۔ آپ نے فضائل حاصل کئے اور وہ باتیں جن سے لوگ مرتبہ میں بڑھ جاتے ہیں حاصل کیں۔ آپ کی حجت میں کوئی علت یا سقم نہ نکلا۔ آپ کی بصیرت ضعیف نہیں ہوئی۔ آپ کے نفس نے نہ بُزدلی کی نہ خیانت۔ آپ ایسے تھے جیسے کہ پہاڑ کہ اُسے نہ تو سخت ہوائیں ہلا سکتی ہیں نہ زلزلے اُسے جگہ سے ہٹا سکتے ہیں۔ جیسا کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا۔ آپ بدن میں ضعیف اور کارِ خدا میں قوی و توانا۔ آپ اپنے نفس سے فروتن متواضع، خدا کے پاس بزرگ، روئے زمین پر عظیم المرتبت اور مسلمانوں میں جلیل القدر۔ کسی کو آپ میں عیب جوئی کا موقع نہ ملا۔ نہ کسی کہنے والے کو چشمک کا مقام ملا۔ نہ کسی نے آپ کے ساتھ سُستی کی۔ آپ کے ہاں ذلیل شخص بھی قوی اور غالب تھا کہ اُس کا حق دلائیں۔ قوی اور عزت مند آپ کے پاس ضعیف تھا کہ اُس سے حقدار کا حق لیں۔ اس امر میں قریب و بعید دونوں آپ کے پاس برابر تھے۔ آپ کی روش حق پر اور راست تھی۔ آپ کا قول حکم اور امر قطعی تھا۔ آپ کا کام غنیمت اور ارادہ پختہ تھا۔ آپ کا اسلام پختہ اور متحقق تھا۔ آپ نے بہت دُور تک تقدم اور پیشوائی کی اور اپنے پیچھے والوں کو بہت تھکا دیا کہ آپ تک پہنچیں۔ آپ نے بھلائی کی طرف واضح کامیابی حاصل کی۔ کوئی رو کر آپ کو پا نہیں سکتا کیوں کہ آپ اس سے بزرگ تر ہیں۔ آپ کی نسبت آسمانوں سے بڑی ہے۔ آپ کی موت کے صدمہ نے لوگوں کو شکستہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد مسلمانوں پر کوئی مصیبت نہ پڑے گی جو آپ کے انتقال کی مصیبت کے برابر ہو۔ آپ دین کی عزت اور اس کی پناہ گاہ تھے اور مسلمانوں کے لئے قلعہ اور اُنس تھے۔ منافقوں کے حق میں کبھی سخت اور کبھی نرم تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے نبی ﷺ سے ملا دے اور آپ کے اجر سے ہمیں محروم نہ کرے اور آپ کے بعد ہمیں بے راہ نہ کرے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(ہم اللہ ہی کے ہیں اور اُسی کی طرف ہمیں لوٹنا ہے)

(یہ خطبہ تفسیر شاشی اور ابو زکریا سے طبقات اہل موصل میں درج ہے اور ابو الحسن علی بن احمد بن اسحٰق نہاوندی نے فضائل ابوبکر و عمر میں لکھا ہے اور محاملی نے امالیہ میں اور ابن مندہ اور ابو نعیم نے المعرفۃ میں اور اللکائی نے سنت میں اور خطیب نے المتفق میں اور ضیاء المقدسی نے بھی اُسے درج کیا ہے۔ کنز العمال کی چھٹی جلد میں بھی ہے)

بابٌ فِی خِلَافَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

یہ باب حضرت عمرؓ کی خلافت کے بارے میں ہے اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو

اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ خَیْرُ الْاَوَّلِیْنَ وَخَیْرُ الْاٰخِرِیْنَ وَخَیْرُ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَخَیْرُ اَھْلِ الْاَرْضِیْنَ اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ ۔ (الحاکم فی خیر الکنی، ابن عدی فی الکامل، خطیب عن ابی ھریرۃ ۔ کنز جلد ۶)

ترجمہ:- ابوبکر اور عمر اولین اور آخرین میں بہتر ہیں اور آسمانی مخلوق و زمینی مخلوق سے بہتر ہیں سوائے انبیاء اور رسولوں کے ۔

اِقْتَدُوْا بِالَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ ۔ (احمد، الترمذی، ابن ماجہ عن حذیفۃ ۔ کنز ج ۶)

ترجمہ:- میرے بعد تم لوگ ابوبکر و عمر کی پیروی کرو، اقتداء کرو ۔

(یہ حدیث مسند احمد، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت حذیفہ سے مروی ہے اور کنز العمال کی دوسری جلد میں بھی ہے)

خَیْرُ اُمَّتِیْ بعدی اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ ۔ (ابن عساکر عن علی و الزبیر معاً ۔ کنز العمال)

ترجمہ:- فرمانِ نبی کریم ہے کہ " میری اُمّت میں میرے بعد بہترین ابوبکر و عمر ہیں ۔

(یہ حدیث حضرت علی اور زبیر سے ابن عساکر نے روایت کی ہے اور یہ کنز العمال میں بھی ہے)

مَاقَدَّمْتُ اَبَابَکْرٍ وَّ عُمَرَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ قَدَّمَھُمَا وَمَنَّ بِھِمَا عَلَیَّ فَاَطِیْعُوْھُمَا وَاقْتَدُوْا بِذِکْرِھِمَا ۔ مَنْ اَرَادَھُمَا بِسُوْٓءٍ فَاِنَّمَا یُرِیْدُنِیْ وَالْاِسْلَامَ ۔ (ابن النجار عن انس)

ترجمہ:- ارشادِ مصطفوی ہے کہ " میں نے ابوبکر و عمر کو خود سے مقدم نہیں کیا مگر اللہ تعالٰی نے انھیں مقدم کیا اور ان دونوں کو پیدا کرکے مجھ پر احسان کیا لہذا تم لوگ ان دونوں کی اطاعت کرو، ان کی پیروی کرو اور ان کا ذکر پہلے رکھو ۔ جس نے ان دونوں کی نسبت بُرائی کا خیال کیا پس اس نے میرے ساتھ اور اسلام سے بُرائی کی ۔

(اس حدیث کے راوی حضرت انس بن مالکؓ کے ذریعہ حضرت محمد بن محمود بغدادی، حافظ امام ابن النجارؒ ہیں جن کا سالِ وفات ۶۴۳ھ ہے)

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِہٖ ۝ وَھُوَ الْفَارُوْقُ فَرَّقَ اللّٰہُ بِہٖ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ ۔ (ابن سعد عن ایوب بن موسٰی مُرْسَلًا)

ترجمہ:- بے شک اللہ تعالٰی نے عمر کی زبان اور دل پر حق کو جاری کیا اور وہ فاروق (فرق کرنے والے) ہیں ۔ اللہ تعالٰی نے

اُن کے ذریعہ حق اور باطل میں فرق پیدا کر دیا۔

(طبقات ابن سعد میں ایوب بن موسیٰ سے یہ حدیث مرسلاً مروی ہے)

لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ۔

(احمد، الترمذی والحاکم فی المستدرک عن عقبۃ بن عامر (طبرانی عن عصمۃ بن مالک)

ترجمہ:- ارشادِ مصطفویؐ ہے کہ "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتے۔

(اس حدیث کو احمد نے اپنی مسند میں ترمذی نے اپنی کتاب میں اور حاکم نے مستدرک میں عقبہ ابن عامر سے اور طبرانی حضرت عصمہ ابن مالک سے روایت کیا ہے)

قَالَ لِیْ جِبْرَئِیْلُ اِقْرَءْ عُمَرَ السَّلَامَ وَاَعْلِمْهُ اَنَّ رِضَاهُ حُكْمٌ وَغَضَبُهُ عِزٌّ۔

(عد عن سعید بن جبیر عن ابن عباس - عد و ابن عساکر عن انس - ابن شاھین و ابن عساکر عن سعید بن جبیر مرسلاً - کنز)

ترجمہ:- فرمانِ مصطفویؐ ہے کہ "جبرئیل نے مجھ سے کہا کہ عمر کو سلام کہو اور انھیں معلوم کرادو کہ اُن کی رضامندی حکم ہے اور ان کا غصہ عزت ہے۔

(اس حدیث کو ابن عدی نے کامل میں سعید بن جبیرؓ سے انھوں نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے اور ابن عدی و ابن عساکر نے انسؓ ابن مالک سے اور ابن شاہین اور ابن عساکر نے سعید بن جبیر سے مرسلاً روایت کیا ہے (مرسل یعنی ایسی حدیث کہ جس کے آخری راویوں میں کسی کا نام ساقط ہو اور وہ تابعین میں سے ہو اور حدیث مرسل کا حکم "توقف" ہے) کنز العمال میں بھی ہے)

اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ السَّكِیْنَةَ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ یَقُوْلُ بِهَا۔ (کر عن ابی ذر - کنز جلد ۶)

ترجمہ:- بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر سکینہ (رحمت وتسکین) اُتاری ہے جس کے باعث وہ اطمینان سے گفتگو کرتے ہیں۔

(اس حدیث کو ابن عساکر نے حضرت ابوذرؓ سے روایت کیا ہے اور یہ کنز العمال میں بھی ہے)

عَنْ سُوَیْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ یَذْكُرُوْنَ اَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ یَنْتَقِصُوْنَهُمَا فَاَتَیْتُ عَلِیًّا وَذَكَرْتُ لَهٗ ذَالِكَ۔ فَقَالَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَضْمَرَ لَهُمَا اِلَّا الْحَسَنَ الْجَمِیْلَ۔ اَخَوَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَوَزِیْرَاهُ۔ ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَ خُطْبَةً بَلِیْغَةً۔ فَقَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ یَذْكُرُوْنَ سَیِّدَیْ قُرَیْشٍ وَاَبَوَیِ الْمُسْلِمِیْنَ بِمَا اَنَا عَنْهُ مُتَنَزِّهٌ وَمِمَّا یَقُوْلُوْنَ بَرِیْءٌ وَعَلٰی مَایَقُوْلُوْنَ مُعَاقِبٌ۔ وَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَءَ النَّسَمَةَ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّهُمَا اِلَّا مُؤْمِنٌ تَقِیٌّ وَلَا

يُبْغِضُهُمَا إِلَّا فَاجِرٌ رَدِيٌّ - صَحِبَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصِّدْقِ وَالْوَفَاءِ يَأْمُرَانِ وَيَنْهَيَانِ وَيُعَاقِبَانِ فَمَا يُجَاوِزَانِ فِيْمَا يَصْنَعَانِ رَأْىَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَلَا يَرٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرَأْيِهِمَا رَأْيًا وَلَا يُحِبُّ كَحُبِّهِمَا حُبًّا - مَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمَا رَاضٍ وَالنَّاسُ رَاضُوْنَ ثُمَّ وَلِيَ اَبُوْبَكْرٍ الصَّلٰوةَ فَلَمَّا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَلَّاهُ الْمُسْلِمُوْنَ ذٰلِكَ وَفَوَّضُوْا اِلَيْهِ الزَّكٰوةَ لِاَنَّهُمَا مَقْرُوْنَتَانِ وَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ يَسْعٰى لَهُ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهُوَ لِذٰلِكَ كَارِهٌ يَوَدُّ اَنَّ بَعْضَنَا كَفَاهُ - فَكَانَ وَاللّٰهِ خَيْرَ مَنْ بَقِيَ - اَرْأَفَهُ رَأْفَةً وَاَرْحَمَهُ رَحْمَةً وَاَكْيَسَهُ وَرَعًا اَقْدَمَهُ اِسْلَامًا - شَبَّهَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِيْكَائِيْلَ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَبِاِبْرَاهِيْمَ عَفْوًا وَوَقَارًا - فَسَارَ بِسِيْرَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى قُبِضَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ثُمَّ وَلِيَ الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِهٖ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاسْتَامَرَ فِيْ ذٰلِكَ النَّاسَ فَمِنْهُمْ مَنْ رَضِيَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَرِهَ فَكُنْتُ مِمَّنْ رَضِيَ - فَوَاللّٰهِ مَافَارَقَ عُمَرُ الدُّنْيَا حَتّٰى رَضِيَ مَنْ كَانَ لَهُ كَارِهًا فَاَقَامَ الْاَمْرَ عَلٰى مِنْهَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبِهٖ - يَتْبَعُ آثَارَهُمَا كَمَا يَتْبَعُ الْفَصِيْلُ عَلٰى اَثَرِ اُمِّهٖ كَانَ وَاللّٰهِ خَيْرَ مَنْ بَقِيَ رَفِيْقًا رَحِيْمًا - وَنَاصِرًا لِلْمَظْلُوْمِ عَلَى الظَّالِمِ - ثُمَّ ضَرَبَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِهٖ حَتّٰى رَاَيْنَا اَنَّ مَلَكًا يَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِهٖ - اَعَزَّ اللّٰهُ بِاِسْلَامِهِ الْاِسْلَامَ وَجَعَلَ هِجْرَتَهُ لِلدِّيْنِ قِوَامًا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ الْحُبَّ لَهُ وَفِيْ قُلُوْبِ الْمُنَافِقِيْنَ الرَّهْبَةَ - شَبَّهَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجِبْرَئِيْلَ فَظًّا غَلِيْظًا عَلَى الْاَعْدَاءِ وَبِنُوْحٍ حَنِقًا وَمُغْتَاظًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ - فَمَنْ لَكُمْ بِمِثْلِهِمَا لَا يَبْلُغُ مَبْلَغَهُمَا اِلَّا بِحُبِّ لَهُمَا وَاِتِّبَاعِ آثَارِهِمَا - فَمَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِيْ وَاَنَا مِنْهُ بَرِيٌّ - وَلَوْكُنْتُ تَقَدَّمْتُ فِيْ اَمْرِهِمَا لَعَاقَبْتُ اَشَدَّ الْعُقُوْبَةِ - فَمَنْ اُتِيْتُ بِهٖ بَعْدَ مَقَامِيْ هٰذَا فَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُفْتَرِيْ - اَلَا وَخَيْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ ثُمَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالْخَيْرِ اَيْنَ هُوَ - اَقُوْلُ قَوْلِيْ هٰذَا وَيَغْفِرُ اللّٰهُ لِيْ وَلَكُمْ -

(خيثمة، واللكائى، و ابوالحسن على بن احمد ابن اسحاق البغدادى فى فضائل ابى بكرٍ و عمر، والشيرازى فى الألقاب وابن منده فى تاريخ اصبهان - كر - كنز ج ٦)

لغات :- يَنْتَقِصُوْنَ : گھٹا رہے ہیں، نقص بتاتے ہیں ۔ أَضْمَرَ : چھپایا ۔ صَعِدَ : چڑھا ۔ مُنَزَّهٌ : پاک صاف ۔ بَرِیٌّ : بیزار، بے تعلق ۔ مُعَاقِبٌ : بدلہ لینے والا، عقوبت دینے والا ۔ فَلَقَ : پھاڑا ۔ حَبَّةٌ : دانہ ۔ اَلنَّسَمَةُ : ذی روح، جان دار ۔ فَاجِرًا : گنہگار ۔ يَأْمُرَانِ : امر کرنے والے دونوں ۔ يَنْهَيَانِ : دونوں منع کرنے والے، روکنے والے ۔ مَضٰى : گزرا ۔ فَوَّضُوْا : تفویض کیا انھوں نے ۔ رَأْفَةٌ : رحمت ۔ أَخْمَصُ : بڑا پاک صاف ۔ وَرِعٌ : تقوٰی ۔ صَارَ : چلا ۔ اِسْتَأْمَرَ : مشورہ طلب کیا ۔ فَارَقَ : چھوڑا ۔ كَارِهًا : کراہت کرنے والے ۔ مِنْهَاجٌ : راستہ ۔ يَتْبَعُ : اتباع کرتا، پیروی کرتا ہے ۔ اَلْفَصِيْلُ : ماں کو چھوڑا ہوا اونٹ کا بچہ ۔ يَنْطِقُ : بات کرتا ہے ۔ أَعَزَّ : عزت دی، رتبہ بڑھایا ۔ قَوَّامًا : قائم رہنے والا ۔ قَذَفَ : ڈال دیا ۔ رَهْبَةٌ : خوف ۔ شَبَّهَهُ : اس کو تشبیہ دی ۔ فَظًّا : سخت مزاج ۔ غَلِيْظًا : سخت غصہ ۔ حَنَقٌ : کینہ، دشمنی ۔ مُغْتَاظًا : غیظ والا ۔

ترجمہ :- حضرت سوید بن غفلہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میرا گزر ایسے لوگوں پر سے ہوا جو ابوبکرؓ و عمرؓ کے خلاف تحقیر کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے ۔ پس میں حضرت علیؓ کے پاس آیا اور ان سے بیان کیا ۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا خدا لعنت کرے اُن لوگوں پر جو ان دونوں کا نیکی اور خوبی کے ساتھ ذکر نہ کریں ۔ وہ دونوں رسول خدا ﷺ کے بھائی تھے، وزیر تھے ۔ پھر حضرت علی نے منبر پر چڑھ کر ایک اچھا بلیغ خطبہ دیا ۔ پھر فرمایا کیا حال ہے اُن لوگوں کا جو قریش کے دو سرداروں کو جو مسلمانوں کے باپ جیسے تھے اُن کی نسبت بُرائی کے ساتھ ان کا ذکر کرتے ہیں ۔ میں اُن سے منزہ و پاک ہوں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اس سے بیزار ہوں اور وہ جو کہہ رہے ہیں اس کی اُنھیں سزا دی جائے گی ۔ قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا ان دونوں سے سوائے متقی اور پرہیزگار کے دوسرا محبت نہ کرے گا اور سوائے بدمعاش اور گنہگار کے کوئی دوسرا اُن سے بغض نہ رکھے گا ۔ وہ دونوں رسول خدا ﷺ کی خدمت میں صدق و صفا کے ساتھ رہے حکم دیتے، منع کرتے، سزا دیتے ہوئے، حد سے تجاوز کے بغیر اور جو کچھ وہ کرتے رسول خدا ﷺ کی رائے سے تجاوز نہ کرتے تھے، ان کی رائے کے مقابل سرکارؐ کسی کی رائے کو قبول نہیں کرتے تھے، نہیں سمجھتے تھے جتنا انھیں آپؐ چاہتے تھے کسی اور کو نہیں چاہتے تھے ۔ رسول خدا ﷺ کی وفات ہوئی اور وہ اُن دونوں سے راضی تھے اور تمام مسلمان بھی ان سے راضی تھے ۔ پھر ابوبکرؓ کے ذمہ نماز پڑھانا تھا ۔ جب اللہ نے اپنے نبی کو اس دنیا سے منتقل کر دیا تو مسلمانوں نے انھیں نماز کے لئے والی بنایا اور زکوٰۃ وصول کرنا اُن کے ذمہ کیا ۔ کیوں کہ یہ دونوں (نماز اور زکوٰۃ) قرآن میں ساتھ ساتھ ہیں ۔ بنی عبدالمطلب میں سے اُن کی امامت وحکومت کے لئے سب سے پہلے میں نے کوشش کی حالاں کہ اس امامت وحکومت سے وہ راضی نہیں تھے ۔ وہ چاہتے تھے

کہ کوئی اُن کی جگہ کام کرے تو بہتر ہے لیکن وہ ان سب لوگوں سے جو باقی رہ گئے تھے یقیناً بہتر تھے۔ سب سے زیادہ مہربان، سب سے زیادہ رحیم، نہایت ذی ہوش اور پرہیزگار۔ سب سے پہلے انھوں نے اسلام لایا۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں مہربانی اور رحمت میں میکائیل سے مشابہ فرمایا اور عفو و وقار میں حضرت ابراہیمؑ سے مشابہ فرمایا۔ ابوبکر رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر چلے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس عالم سے منتقل کرلیا۔ اللہ کی رحمت ہو ان پر۔ پھر مسلمانوں کی حکومت کے والی عمر بن الخطاب ہوئے۔ پھر مشورہ لیا انھوں نے لوگوں سے اس امر (یعنی حکومت کے کام) میں۔ پھر لوگ دو قسم کے ہوگئے۔ بعض تو ان سے راضی تھے اور بعض ان سے کراہت (یعنی مخالفت) کرتے تھے۔ میں ان لوگوں میں سے تھا جو ان سے راضی تھے۔ پس خدا کی قسم ہے انھوں نے دنیا نہیں چھوڑی یہاں تک کہ وہ لوگ بھی راضی ہوگئے جو ان سے کراہت کرتے تھے۔ پھر انھوں نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق کے طریقہ کو قائم رکھا۔ حضرت عمرؓ دونوں صاحبوں کے نشانِ قدم پر چلے جس طرح اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے نقشِ قدم پر چلتا ہے۔ خدا کی قسم ہے کہ حضرت عمرؓ اُن سب سے بہتر تھے جو باقی رہ گئے تھے۔ بڑے نرم، بڑے مہربان، مظلوم کا حق ظالم کے خلاف لینے والے۔ پھر حق ان کی زبان پر بولتا تھا۔ یہاں تک کہ ہم سمجھتے تھے کہ اُن کی زبان سے کوئی فرشتہ ہے کہ کہہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے مسلمان ہونے کی وجہ سے اسلام کو عزت دی اور اُن کی ہجرت کو دین کے قیام کا سبب بنایا۔ اللہ نے مسلمانوں کے دل میں اُن کی عزت ڈالی اور مسلمانوں کے دل میں اُن کا رعب اور خوف ڈال دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں سخت اور قوی دشمنوں پر جبرئیل کا مشابہ فرمایا کہ وہ دشمنوں پر سخت تھے اور انھیں نوح کا مشابہ فرمایا کہ کافروں کا ان سے گلا گھٹتا تھا اور وہ ان سے جلتے تھے۔ پس اب بتاؤ اُن کے جیسا کوئی کہاں ہے؟ اُن کا کام کوئی نہیں کرسکتا۔ مگر صرف اُن دونوں سے محبت رکھنے والا اور اُن کے نشانِ قدم پر چلنے والا۔ جس نے ان دونوں سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جو اُن سے ناخوش ہے وہ مجھ سے بھی ناخوش ہے۔ ایسے شخص سے میں بری ہوں۔ اگر مجھے ان کی پہلے اطلاع دی جاتی تو ان لوگوں کو سخت سزا دیتا۔ اس واسطہ اس کے بعد جو شخص میرے سامنے لایا جائے گا (یعنی ان دونوں صاحبوں کو بُرا کہنے والا) میں اس کو ایسی سزا دوں گا جو سزا مفتری کو دی جاتی ہے۔ لوگو! نبی ﷺ کے بعد اس اُمت کے بہترین ابوبکر و عمر ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون اچھا ہے؟ میں یہ کہتا ہوں اللہ مجھے

بھی بخشے اور تمہاری بھی مغفرت کرے۔

(خیثمہ اور اللکائی اور ابوالحسن علی بن احمد بن اسحاق بغدادی نے فضائل ابی بکر و عمر میں اسے درج کیا ہے اور شیرازی "القاب" میں اور ابن مندہ نے تاریخ اصفہان میں ابن عساکر نے بھی اسے درج کیا ہے۔ کنز العمال کی جلد ۶ میں بھی درج ہے)

بَابٌ : فِي فَضْلِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَالْإِشَارَةِ إِلٰى خِلَافَتِهٖ

یہ باب حضرت عثمان بن عفان کے فضائل میں ہے اور ان کی خلافت کے اشارہ کے سلسلہ میں بھی

يَا عُثْمَانُ إِنَّ اللّٰهَ يُقَمِّصُكَ قَمِيْصًا فَإِنْ أَرَادَكَ الْمُنَافِقُوْنَ عَلٰى خَلْعِهٖ فَلَا تَخْلَعْهُ حَتّٰى تَلْقَانِيْ ۔ (احمد والترمذی ابن ماجة والحاکم فی المستدرک عن عائشه ۔ کنز ج ٦)

لغات :- يُقَمِّصُكَ : تجھے قمیص پہنائے گا ۔ خَلْعٌ : اُتارا، نکالا ۔ تَلْقَانِيْ : تو مجھ سے مل لے ۔

ترجمہ :- ارشاد مصطفویؐ ہے۔ "اے عثمان ! بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا ۔ اگر منافقین اس کے اُتارنے کا ارادہ کریں تو تم ہرگز نہ اُتارنا یہاں تک کہ مجھ سے آملو ۔ یعنی مرنے تک تم اس خلعتِ خلافت کو نہ اُتارنا" ۔

مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذَا الْيَوْمِ أَبَدًا ۔

(ابونعیم فی فضائل الصحابة عن ابن عمر ۔ کنز ج ٦)

لغات :- مَا ضَرَّ : نہیں ضرر پہنچائے گا ۔ أَبَدًا : ہمیشہ کے لئے ، کبھی بھی ۔

ترجمہ :- ارشاد مصطفویؐ ہے کہ آج کے دن کے بعد عثمان کچھ بھی کریں انھیں ہرگز ضرر نہیں ہوگا ۔

(ابونعیم نے فضائل صحابہؓ کے ضمن میں اس حدیث کی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے اور کنز العمال کی چھٹی جلد میں بھی ہے)

دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِقَصْرٍ مِنْ ذَهَبٍ وَدُرٍّ وَيَاقُوْتٍ ۔ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا ؟ قَالُوْا لِلْخَلِيْفَةِ مِنْ بَعْدِكَ الْمَقْتُوْلِ ظُلْمًا عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ ۔ (عد ۔ کر عن عقبة بن عامر ۔ کنز ج ٦)

لغات :- دَخَلْتُ : میں داخل ہوا ۔ قَصْرٌ : محل ۔ ذَهَبٌ : سونا ۔ دُرٌّ : موتی ۔ لِمَنْ هٰذَا : یہ کس کے لئے ہے؟

ترجمہ :- ارشاد فرمایا نبی اکرم ﷺ نے "میں جنت میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے ایک محل ہے سونے، موتی اور یاقوت کا ۔ میں نے کہا یہ کس کے لئے ہے؟ تو انھوں نے کہا ۔ خلیفہ کا جو آپ کے بعد ظلم سے قتل کیا جائے گا یعنی عثمان بن عفان ۔

(ابن عدی نے کامل میں روایت کیا ہے اور ابن عساکر نے بھی اس کو لیا ہے اور کنز العمال جلد ٦ میں بھی ہے)

اِنَّ لِلّٰہِ سَیْفًا مَغْمُوْدًا فِیْ غِمْدِہٖ مَادَامَ عُثْمَانُ حَیًّا فَاِذَا قُتِلَ عُثْمَانُ جُرِّدَ ذَالِکَ السَّیْفُ فَلَمْ یُغْمَدْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ۔ (الدیلمی عن انسؓ)

لغات:- سَیْفٌ: تلوار۔ مَغْمُوْدًا: نیام کی ہوئی۔ فِیْ غِمْدِہٖ: اپنی نیام میں۔ جُرِّدَ: کھینچ لی جائے گی، بے نیام کردی جائے گی۔ لَمْ یُغْمَدْ: نیام میں نہیں ڈالی جائے گی۔

ترجمہ:- فرمانِ نبوی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک تلوار نیام میں ہے جب تک عثمان زندہ ہیں۔ جب عثمان قتل کیے جائیں گے تو وہ تلوار میان سے نکل جائے گی اور قیامت تک پھر میان میں نہیں جائے گی۔

(اس حدیث کو حضرت دیلمی نے انسؓ سے روایت کیا ہے)

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ وَفْدَ بَنِی الْمُصْطَلِقِ قَدِمُوْا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِلٰی مَنْ نَدْفَعُ صَدَقَاتِنَا بَعْدَکَ فَقَالَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ نَجِدْ اَبَابَکْرٍ قَالَ اِلٰی عُمَرَ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ نَجِدْ عُمَرَ قَالَ اِلٰی عُثْمَانَ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ نَجِدْ عُثْمَانَ قَالَ فَلَا خَیْرَ فِیْکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ بَعْدَ ذَالِکَ ۔

(کر ۔ کنز ج ٦)

لغات:- قَدِمُوْا: آئے۔ اِلٰی مَنْ نَدْفَعُ: ہم کسے دیں۔ اِنْ لَّمْ نَجِدْ: اگر ہم نہ پائیں۔

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ بنی مصطلق کا ایک وفد حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ اہلِ وفد نے معروضہ کیا کہ ہم اپنا صدقہ یا زکوٰۃ آپ کے بعد کسے دیں؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ابوبکر کو دو۔ پھر ان لوگوں نے عرض کیا کہ اگر ہم ابوبکر کو بھی نہ پائیں تو؟ (یعنی اگر وہ بھی گزر جائیں تو) حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمر کو۔ ان لوگوں نے عرض کیا اگر ہم عمر کو بھی نہ پائیں تو؟ فرمایا عثمان کو۔ اُن لوگوں نے عرض کیا اگر ہم عثمان کو بھی نہ پائیں تو؟ فرمایا اس کے بعد زندگی میں کوئی بھلائی نہیں۔

(ابن عساکر نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے اور کنز جلد ٦ میں بھی ہے)

بَابٌ : فَضْلِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَالْاِشَارَۃُ اِلٰی خِلَافَتِہٖ

باب: حضرت مولا علی ابن ابی طالب کے فضائل میں اور اس میں آپ کی خلافت کا بھی اشارہ ہے

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا ۔ فَمَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْیَاتِ الْبَابَ ۔

(عن عد، طب، ک عن ابن عباس عد، ک عن جابر ۔ کنز)

لغات:- مَدِیْنَۃٌ: شہر۔ بَابٌ: دروازہ۔

ترجمہ :- ارشاد نبوی ہے کہ " میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں (یا یہ کہ اس کا دروازہ بہت بلند ہے) پس
جو علم حاصل کرنا چاہے وہ دروازہ میں سے داخل ہو، دروازہ کے پاس جائے۔

یہ حدیث ابن عدی نے کامل میں، طبرانی نے معجم الکبیر میں اور حاکم نے اپنی کتاب میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کی ہے اور ابن عدی اور حاکم نے حضرت جابر سے روایت کی ہے۔ یہ کنز العمال میں بھی ہے۔

اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ۔

(مسلم و ترمذی عن سعد) (ہ۔ ت عن جابر کنز)

ترجمہ :- حضرت علیؓ سے ارشادِ نبوی یوں ہو رہا ہے۔ اے علی تم مجھ سے ایسی نسبت رکھتے ہو جیسے حضرت ہارون
حضرت موسیٰ سے رکھتے تھے۔ مگر یاد رکھو کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(مسلم اور ترمذی نے اس حدیث کو حضرت سعد سے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ اور ترمذی نے حضرت جابر سے اسے روایت کیا ہے اور یہ کنز العمال میں بھی ہے)

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ ۔ (حم عن البراء ۔ حم عن بریدہ ۔ ت ، ن ، والضیاء عن زید ابن ارقم)

ترجمہ :- فرمایا نبی کریم ﷺ نے۔ " میں جس کا محبوب، ناصر اور معین ہوں علی بھی اس کے مولیٰ، ناصر، معین ہیں۔

(اس حدیث کو امام احمد نے براء بن عازبؓ سے اور بریدہؓ سے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی اور امام نسائی اور ضیاء الدینؒ نے اسے زید بن ارقمؓ سے روایت کیا ہے)

سَيَكُوْنُ بَعْدِیْ فِتْنَةٌ فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَالْزِمُوْا عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَاِنَّهُ الْفَارُوْقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ ۔ (ابو نعیم عن ابی لیلی الغفاری کنز العمال جلد ۶)

لغات :- سَيَكُوْنُ : جلد ہی ہوگا۔ فَارُوْق : فرق کرنے والا، بھلے بُرے کو الگ کرنے والا۔ اَلْزِمُوْا : لازم کرلو۔

ترجمہ :- ارشاد مصطفوی ہے کہ۔ " جلد ہی میرے بعد ایک فتنہ ہوگا۔ جب ایسا ہو تو تم علی ابن ابی طالب کے
ساتھ رہو۔ وہ حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔

(اس کو ابو نعیم نے حضرت ابو لیلیٰ غفاریؓ سے روایت کیا ہے کنز العمال جلد ۶)

اِنْ تَوَلَّوْا عَلِيًّا تَجِدُوْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا يَسْلُكُ بِكُمُ الطَّرِيْقَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔ (حل عن حذیفة ۔ کنز جلد ۶)

لغات :- تَوَلَّوْا : والی امور بناؤ۔ تجدوہ : تم انھیں پاؤ گے۔ یَسْلُکُ : سلوک کرے گا، چلائے گا۔

ترجمہ :- فرمایا حضورؐ نے۔ " اگر تم علی کو اپنا والی امور بناؤ گے تو انھیں ہدایت کنندہ اور ہدایت یافتہ پاؤ گے۔ تم کو
وہ سیدھے راستہ پر لے چلیں گے۔ (اس حدیث کو ابو نعیم نے "حلیہ" میں روایت کیا ہے۔ کنز العمال ج ۶)

یَا عَلِیُّ! سَتُقَاتِلُکَ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ وَاَنْتَ عَلَی الْحَقِّ فَمَنْ لَّمْ یَنْصُرْکَ یَوْمَئِذٍ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔

(ابن عساکر عن عمار) (کنز جلد ۶)

لغات:- تُقَاتِلُکَ: تم سے مقابلہ کرے گا، جنگ کرے گا۔ فِئَۃ: جماعت، گروہ۔ اَلْبَاغِیَۃُ: بغاوت کرنے والا۔

ترجمہ:- فرمایا حضورؐ نے۔ "تم سے جلد ہی ایک باغی گروہ جنگ کرے گا، اس وقت تم حق پر رہو گے۔ اس میں جو تمہاری مدد نہ کرے وہ مجھ سے نہیں"۔

(اس حدیث کو ابن عساکر نے حضرت عمار سے روایت کیا ہے۔ کنز العمال جلد ۶)

یَا عَلِیُّ اَنْتَ تُبَیِّنُ لِاُمَّتِیْ مَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ مِنْ بَعْدِیْ۔

(دیلمی عن انسؓ۔ کنز العمال جلد ۶)

لغات:- تُبَیِّنُ: تم بیان کرو گے، واضح کرو گے۔

ترجمہ:- فرمایا۔ "اے علی! میری اُمت میرے بعد جس امر میں اختلاف کرے گی تم اس میں امر حق کو واضح کرو گے۔

(اس حدیث کو دیلمی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے۔ کنز العمال میں بھی ہے)

مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ۔ وَمَنْ اَطَاعَ عَلِیًّا فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ عَصٰی عَلِیًّا فَقَدْ عَصَانِیْ۔ (ک عن ابی ذرؓ۔ کنز ج ۶)

لغات:- اَطَاعَ: اطاعت کی۔ قَدْ: تحقیق یعنی یقینا۔ عَصٰی۔ نافرمانی کی۔

ترجمہ:- فرمانِ نبویؐ ہے۔ "جس نے میری اطاعت کی (یعنی میرے احکام کی پابندی کی) اس نے خدائے عز و جل کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے علی کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علی کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

(اس حدیث کو حاکم نے ابوذرؓ سے روایت کیا ہے اور کنز العمال چھٹی جلد میں بھی ہے)

تَکُوْنُ بَیْنَ النَّاسِ فُرْقَۃٌ وَّاخْتِلَافٌ فَیَکُوْنُ ھٰذَا وَاَصْحَابُہٗ عَلَی الْحَقِّ یَعْنِیْ عَلِیًّا۔

(طب عن کعب بن عجرۃ۔ کنز ج ۶)

ترجمہ:- لوگوں میں اختلافات اور افتراق پیدا ہوں گے تو یہ اور اس کے دوست حق پر ہوں گے۔ "یہ" سے مُراد علیؓ ہیں۔ (طبرانی نے کعب بن عجرہؓ سے روایت کی ہے۔ کنز العمال کی چھٹی جلد میں بھی ہے)

اَلْحَقُّ مَعَ ذَا اَلْحَقُّ مَعَ ذَا یعنی عَلِیًّا۔ (ع ض عن ابی سعید۔ کنز ج ۶)

لغات:- ذَا: یہ مرد۔ آپ لوگوں کو عادت پڑ گئی ہے "ہٰذا" سننے کی۔ ذا الگ ہے، اصل ذا ہے۔

ترجمہ:- فرمایا" حق اس کے ساتھ ہے، حق اس کے ساتھ ہے۔ یعنی علی کے۔

(اس حدیث کو ابو یعلیٰ اور ضیاء المقدسی نے ابو سعیدؓ سے روایت کیا ہے۔ کنز العمال کی چھٹی جلد میں بھی ہے)

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ لِسَانَهٗ وَاهْدِ قَلْبَهٗ - قَالَ لِعَلِيٍّ - (ک عن علی)

ترجمہ:- اے اللہ ان کی زبان کو قائم رکھ اور ان کے دل کو ہدایت کر۔ یہ ارشاد حضرت علیؓ کی نسبت ہوا۔

(اس حدیث کو حاکم نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے)

مَا انْتَجَيْتُهٗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ انْتَجَاهُ - (ت حسن غریب - طب عن جابر)

لغات:- اِنْتَجٰی: سرگوشی کی۔

(حسن: حدیث کی ایک قسم جو قابلِ یقین درجہ پر بہ اعتبار نقل ہوئی ہے۔ البتہ اس کی نوعیت میں کچھ کمی رہتی ہے۔

غریب: ایسی حدیث جس کے راویوں میں ایک موضع ہو)۔

ترجمہ:- فرمایا" میں نے ان سے سرگوشی نہیں کی مگر اللہ نے ان سے سرگوشی کی۔ یعنی جو کچھ حضورؐ نے حضرت علیؓ سے مخفی طور پر فرمایا وہ سب بحکمِ الٰہی تھا۔

(اس حدیث کو ترمذی اور طبرانی نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث "حسن" اور "غریب" ہے)

اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ مِنِّيْ كَعَيْنَيَّ فِيْ رَأْسِيْ وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ مِنِّيْ كَلِسَانِيْ فِيْ فَمِيْ وَعَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ مِنِّيْ كَرُوْحِيْ فِيْ جَسَدِيْ - (ابن النجار عن ابن مسعودؓ - کنز ج ۶)

لغات:- کَ: جیسے، مثل۔ عَیْنِیْ: میری آنکھ۔

ترجمہ:- فرمایا" ابوبکر و عمر میری آنکھوں کی مانند ہیں میرے سر میں اور عثمان بن عفان میرے منھ میں زبان کی طرح ہیں اور علی ابن ابی طالب میرے جسم میں میری روح کی طرح ہیں۔

(اس حدیث کو ابن النجار نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے۔ کنز العمال جلد ۶ میں بھی ہے)

اَرْبَعَةٌ لَا يَجْتَمِعُ حُبُّهُمْ فِيْ قَلْبِ مُنَافِقٍ وَلَا يُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ - (ابن عساکر عن انس - کنز ج ۶)

لغات:- لَا يَجْتَمِعُ: جمع نہیں ہوتی۔ حُبُّهُمْ: اُن کی محبت۔

ترجمہ:- چار ایسے ہیں کہ ان کی محبت منافق کے دل میں جمع نہیں ہوسکتی اور اُن سے محبت صرف مومن یعنی ایماندار کرتا ہے۔ یہ چار ابوبکر و عمر و عثمان و علی ہیں۔

(اس حدیث کو ابن عساکر نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے۔ کنز العمال کی چھٹی جلد میں بھی ہے)

بَابٌ : فِي فَضْلِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَاِنَّهٗ آخِرُ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ

یہ باب حضرت حسن بن علی (اللہ ان دونوں سے راضی رہے) کے فضائل میں ہے

اور یہ کہ وہ خلفاء راشدین میں آخری خلیفہ ہیں

عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ : قَالَ اِسْتَقْبَلَ وَاللّٰهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مُعَاوِيَةَ بِكَتَائِبَ اَمْثَالِ الْجِبَالِ فَقَالَ عَمْرُو ابْنُ الْعَاصِ لِمُعَاوِيَةَ "وَاللّٰهِ لَاَرٰى كَتَائِبَ لَا تُوَلِّيْ حَتّٰى تَقْتُلَ اَقْرَانَهَا - فَقَالَ لَهٗ مُعَاوِيَةُ - وَكَانَ وَاللّٰهِ خَيْرَ الرَّجُلَيْنِ - اَيْ عَمْرُو ! اَرَاَيْتَ اِنْ قَتَلَ هٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ - مَنْ لِيْ بِاُمُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ مَنْ لِيْ بِنِسَآءِهِمْ - مَنْ لِيْ بِضَيْعَتِهِمْ ؟ فَبَعَثَ اِلَيْهِ رَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَامِرٍ - فَقَالَ اِذْهَبَا اِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ وَاعْرِضَا عَلَيْهِ وَقُوْلَا لَهٗ وَاطْلُبَا اِلَيْهِ فَاَتَيَاهُ فَدَخَلَا عَلَيْهِ وَتَكَلَّمَا وَقَالَا لَهٗ وَطَلَبَا اِلَيْهِ فَقَالَ لَهُمُ الْحَسَنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَدْ اَصَبْنَا مِنْ هٰذَا الْمَالِ - وَاِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ قَدْعَاثَتْ فِيْ دِمَائِهَا - قَالَا فَاِنَّهٗ يَعْرِضُ عَلَيْكَ كَذَا وَكَذَا وَيَطْلُبُ اِلَيْكَ وَيَسْئَلُكَ - قَالَ فَمَنْ لِيْ بِهٰذَا ؟ قَالَا نَحْنُ لَكَ بِهٖ - فَمَا سَاَلَهُمَا شَيْئًا اِلَّا قَالَ نَحْنُ لَكَ بِهٖ - فَصَالَحَهٗ - قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ سَمِعْتُ اَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ اِلٰى جَانِبِهٖ وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ اُخْرٰى وَيَقُوْلُ اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ - (اخرجه البخاری - تیسیر جلد اوّل)

لغات :- اِسْتَقْبَلَ : استقبال کیا، چڑھائی کی - كَتَائِبُ : لشکر - اَمْثَالُ : (مثل کی جمع) مانند - جِبَالٌ : جبل کی جمع ، پہاڑ - لَاَرٰى : البتہ میں دیکھ رہا ہوں - لَا تُوَلِّيْ - واپس نہ ہوں گے ، نہیں پھریں گے - اَقْرَانٌ : ساتھی ، ہمسر - مَنْ لِيْ بِنِسَائِهِمْ : ان کی عورتوں کا محافظ کون ہے؟ مَنْ لِيْ بِضَيْعَتِهِمْ : ان کی زمینوں کا کون مدافع ہے - بَعَثَ : بھیجا - فَاَتَيَاهُ - پس وہ دونوں اُن کے پاس آئے - تَكَلَّمَا : دونوں نے بات کی - قَدْعَاثَتْ فِيْ دِمَائِهَا : تحقیق کہ ان لوگوں نے اس قوم کا خون بہایا ، فساد برپا کیا - يَعْرِضُ عَلَيْكَ : وہ آپ کے پاس پیش کرتا ہے ، معروضہ کرتا ہے - نَحْنُ لَكَ بِهٖ : ہم اس کے لئے آپ کے ضامن ہیں - فَصَالَحَهٗ : پس انھوں نے ان سے صلح کرلی - فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ : دو بڑی جماعتیں ، دو بڑے گروہ -

ترجمہ :- حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انھوں نے خدا کی قسم حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے کوہ پیکر لشکروں کو لے کر امیر معاویہؓ پر چڑھائی کی تو عمرو بن العاصؓ نے امیر معاویہ سے کہا - میں ایسے لشکروں کو دیکھ رہا ہوں جو اپنے ہم سروں کو جب تک قتل نہ کرچکیں گے واپس نہ ہوں گے - تو

معاویہ نے اُن سے کہا اور وہ بخدا ان دونوں میں سے بہتر شخص تھے (عمرو بن العاص اور معاویہ میں) اے عمرو بن العاص! ذرا بتاؤ کہ اگر یہ انھیں اور وہ انھیں قتل کردیں تو مسلمانوں کے کاموں کا کون ذمہ دار ہے؟ کون ان کی عورتوں کا محافظ اور کون اُن کی زمینوں کا مدافع ہے؟ پھر امیر معاویہؓ نے حضرت امام حسنؓ کی طرف قبیلہ قریش کے بنی عبد شمس کے دو مردوں عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر کو بھیجا۔ حضرت معاویہ نے ان سے کہا تم دونوں اس شخص کے پاس جاؤ اور اس کے سامنے عرض حال کرو اور اُس سے گفتگو کرو اور دوسروں کو بھی اُن کے پاس طلب کرو۔ عبداللہ اور عبدالرحمٰن دونوں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ کے مکان میں داخل ہوئے اور دونوں نے آپ سے گفتگو کی جو کچھ کہنا تھا۔ آپ کے پاس لوگوں کو طلب کیا۔ پس سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم بنی عبدالمطلب نے اس مال سے کچھ حاصل کیا ہے اور اس گروہ نے اُن کی خوں ریزی کی ہے۔ ان دونوں نے کہا کہ امیر معاویہؓ آپ پر فلاں فلاں شرائط پیش کرتے ہیں اور لوگوں کو آپ کے (بطور گواہ) طلب کرتے ہیں اور ہم بھی (صُلح کی درخواست کرتے ہیں) تو امام حسنؓ نے فرمایا "میرے ان شرائط کا ضامن کون ہے؟" ان دونوں نے کہا کہ ہم آپ کے لئے اس کے ضامن ہیں۔ پھر امام حسنؓ نے ان دونوں سے جو سوال فرماتے وہ کہتے کہ ہم اس کے ضامن ہیں۔ پھر امام حسنؓ نے صُلح کرلی۔ حضرت حسن بصری نے کہا میں نے ابوبکرؓ کو یہ کہتے سنا کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر دیکھا اور حسن ابن علیؓ آپ کے بازو تھے۔ آنحضرت ﷺ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوجاتے کبھی اُن کی طرف، اور فرماتے "یہ میرا بچہ سردار ہے اور شاید کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں اس کے ذریعہ صُلح کرادے"۔

(اس کو بخاری نے بیان کیا ہے۔ تیسیر جلد اوّل میں ہے)

اَلْخِلَافَةُ بَعْدِیْ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ۔ ثُمَّ مُلْکٌ بَعْدَ ذٰلِکَ ۔

(احمد، الترمذی و ابن حبان عن سَفِیْنَة ۔ کنز العمال جلد ۲)

فرمایا حضور ﷺ نے "خلافت میرے بعد میری اُمت میں تیس سال ہے۔ پھر اس کے بعد بادشاہی ہے۔

(اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں امام ترمذی نے اپنی صحیح میں اور ابن حبان نے اپنی کتاب میں سفینہؓ سے روایت کیا ہے۔ کنز العمال کی دوسری جلد میں بھی ہے)

بَابٌ : فِی الْقِیٰمَةِ وَاَشْرَاطِهَا

یہ باب قیامت اور اس کی شرطوں کے بارے میں ہے

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی : اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ کَانَ مِیْقَاتًا (۱۷) یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ

اَفْوَاجًا (۱۸) وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا (۱۹) وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا (۲۰) اِنَّ
جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا (۲۱) لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا (۲۲) لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا (۲۳) لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا
وَّلَا شَرَابًا (۲۴) اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا (۲۵) جَزَآءً وِّفَاقًا (۲۶) اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا
(۲۷) وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا (۲۸) وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا (۲۹) فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا
عَذَابًا (۳۰) اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا (۳۱) حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا (۳۲) وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا (۳۳) وَّكَاْسًا
دِهَاقًا (۳۴) لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا (۳۵) جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا (۳۶) رَّبِّ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا (۳۷) يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ
وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۝ لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا (۳۸) ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۝
فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا (۳۹) اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ
وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا (۴۰) (النبا)

ترجمہ:- اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے "بے شک فیصلہ کے دن کا ایک وقت مقرر ہے کہ اس دن صور پھونکا جائے گا اور تم لوگ گروہ کے گروہ، فوج در فوج حاضر ہوگے اور آسمان پھٹ کر دروازے دروازے ہوجائیں گے اور پہاڑ اپنی جگہ سے چلائے جائیں گے اور وہ ریت ہو کر رہ جائیں گے۔ بے شک دوزخ گھات میں لگی ہے (اور وہی) سرکشوں کا ٹھکانہ ہے کہ اس میں قرن ہا قرن پڑے رہیں گے۔ وہاں نہ تو کسی قسم کی ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے نہ پئیں گے۔ گرم پانی اور پیپ کے سوا پینے کو کچھ نہ ملے گا۔ یہ ان کے اعمال کا پورا بدلہ ہے۔ یہ لوگ حساب (آخرت) سے (مطلق) نہیں ڈرتے تھے اور ہماری آیتوں اور نشانیوں کو بڑی بے باکی سے جھٹلایا کرتے تھے اور ہم نے ہر چیز کو قلم بند کر رکھا ہے (ازاں جملہ ان کے اعمال ہی کو دیکھ لو کہ ہم ان سے کہیں گے) اب اپنے کئے کا مزہ چکھو اور ہم تو روز بروز تمہارے لئے عذاب بڑھاتے ہی جائیں گے۔ بے شک جو لوگ پرہیزگار ہیں انھیں آخرت میں بڑی کامیابی ہوگی۔ یعنی رہنے کو باغ اور (کھانے کو) میوہ انگور اور (دل بہلانے کو) نوجوان عورتیں ہم عمر اور (پینے کو شراب طہور کے) چھلکتے جام۔ وہاں یہ جنتی لوگ نہ تو کسی کے منھ سے کسی طرح کی بے ہودہ بات سنیں گے نہ بحث و مباحثہ (جھگڑے) (اے پیغمبر) یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے اُن کے اعمال کا انعام ہے جو انھیں حساب و عطا میں ملے گا۔ (وہ رب) جو آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان جتنی مخلوقات ہیں اُن سب کا مالک اور بڑا مہربان ہے۔ (قیامت کے دن) لوگ مارے ہیبت کے اس سے بات نہیں کر سکیں گے۔ جس دن کہ

جبرئیل اور دوسرے فرشتے (اس کے دربار میں) صف بستہ کھڑے ہوں گے۔ اُن کے منھ سے بات نہ نکل سکے گی مگر جسے خدائے رحمان اجازت دے اور وہ بھی بات معقول کہے گا۔ یہ وہ دن ہے جس کا ہونا برحق ہے۔ تو جو چاہے اپنے پروردگار کے پاس اپنا ٹھکانہ بنائے۔ (لوگو!) ہم نے تمہیں قیامت کے عذاب سے ڈرایا جو عنقریب آنے والا ہے۔ کہ اس دن آدمی ان (اعمال) کو دیکھے گا جو اس کے اپنے ہاتھوں نے (زادِ آخرت بنا کر) بھیجا ہے اور اس دن کافر چلّا اُٹھے گا کہ اے کاش میں مٹی ہوتا"۔

(سورۂ عم پ ۳۰)

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِیْبًا مِنْ ثَلٰثِیْنَ كُلُّهُمْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

(اخرجه ابوداؤد و الترمذی)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ جھوٹے دجّال تقریباً تیس (۳۰) نہ گزر جائیں۔ ہر ایک زعم کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

(اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے لکھا ہے)

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَاِذَا طَلَعَتْ وَرَاٰهَا النَّاسُ اٰمَنُوْا اَجْمَعُوْنَ وَذٰلِكَ حِیْنَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْكَسَبَتْ فِیْ اِیْمَانِهَا خَیْرًا۔ (اخرجة الشیخانُ و ابوداؤد)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا، فرمایا رسولِ مقبول ﷺ نے "قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع نہ کرے۔ جب آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا اور لوگ دیکھ لیں گے تو سب ایمان لائیں گے اور یہ وہ وقت ہوگا کہ کسی کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا جب تک کہ اس سے پہلے ہی ایمان نہ لایا ہو یا ایمان میں خیر کی کمائی نہ کی ہو"۔

(اس حدیث کے حضرت امام مسلم اور حضرت امام بخاری دونوں راوی ہیں اور ابوداؤد بھی)

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰی اَحَدٍ یَقُوْلُ اَللّٰهُ، اَللّٰهُ۔ (اخرجه مسلم و هذا لفظ الترمذی)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "قیامت کسی ایسے شخص پر قائم نہ ہوگی جو اللہ اللہ کرتا ہے۔ (روایت کی اسے مسلم نے مگر یہ لفظ ترمذی کے ہیں)

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى اَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصَةِ النَّقِيِّ لَيْسَ فِيْهَا عَلَمٌ لِاَحَدٍ ۔ (اخرجہ الشیخان)

ترجمہ:- حضرت سہل ابن سعد (اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی رہے) راوی ہیں، کہا انھوں نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ روزِ قیامت لوگوں کا حشر ایسی زمین پر ہوگا جو سفید اور بھوری ہوگی۔ جو میدے کی روٹی جیسی ہوگی۔ جس میں کسی کی کوئی علامت نہ ہوگی۔ (اس حدیث کو امام مسلم اور امام بخاری دونوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ مُلَاقُوا اللّٰهِ تَعَالٰى حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ۔ (اخرجہ الخمسۃ الاابا داؤد)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس (خدائے تعالیٰ اُن دونوں سے راضی رہے) راوی ہیں کہ فرمایا حضور رسولِ خدا ﷺ نے ''ضرور تم اللہ سے ملوگے ننگے پاؤں، برہنہ اور بے ختنہ کئے ہوئے۔

(اس حدیث کے پانچ راوی ہیں سوائے ابوداؤد کے۔ پانچوں یہ ہیں امام بخاری، امام مسلم، حضرت ترمذی، حضرت نسائی اور حضرت ابن ماجہ)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْاَلَ عَنْ اَرْبَعٍ ۔ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَ اَفْنَاهُ وَعَنْ عِلْمِهٖ مَا عَمِلَ بِهٖ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَ اَنْفَقَهٗ وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ ۔ (اخرجہ الترمذی)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ مقبول ﷺ نے کہ'' قیامت کے دن بندے کے دونوں پاؤں حرکت نہ کرسکیں گے جب تک کہ ان سے چار چیزوں کے متعلق سوال نہ ہوجائے گا۔ (۱) عمر کے متعلق کہ اُسے کن کاموں میں فنا کیا (۲) علم کے متعلق کہ اس سے کیا عمل کیا (۳) مال کے متعلق کہ اُسے کہاں سے کمایا اور کس مد میں خرچ کیا (۴) اور جسم کے متعلق کہ اُسے کس شغل میں کہنہ کرلیا۔

(ترمذی)

عَنِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ اُمَّتِيْ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ فَيَقُوْلُ اَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا ؟ اَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُوْنَ فَيَقُوْلُ لَا يَارَبِّ فَيَقُوْلُ اَفَلَكَ عُذْرٌ ؟ فَيَقُوْلُ لَا يَارَبِّ ۔ بَلٰى اِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً وَاِنَّهٗ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ ۔ فَيُخْرِجُ بِطَاقَةً ، فِيْهَا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔ ثُمَّ يَقُوْلُ اُحْضُرْ وَزْنَكَ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ ۔ فَيَقُوْلُ اِنَّكَ لَا تُظْلَمُ ۔ فَتُوْضَعُ

السِّجِلَّاتُ فِیْ كِفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِیْ كِفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ ۔ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَیْءٌ ۔ (رواه الترمذی و ابن ماجة)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے اُنھوں نے کہا۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "بے شک اللہ تعالیٰ سب کے سامنے میری اُمت میں سے ایک شخص کو نکالے گا جس کے ننانوے (۹۹) دفتر (اعمال ناموں کے) ہوں گے۔ ہر دفتر جہاں تک نظر جاتی ہے اتنا بڑا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے شخص کیا تو ان میں سے کسی بات کا انکار کرتا ہے۔ کیا میرے کاتبین حافظ یعنی کراماً کاتبین نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ وہ عرض کرے گا جی نہیں یارب! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ عرض کرے گا جی نہیں یارب! پھر اللہ عز وجل فرمائے گا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے اور تجھ پر آج کسی قسم کا ظلم نہیں ہوگا۔ پھر ایک چٹھی نکالے گا جس میں ہوگا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ (میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور گواہی دیتا ہوں میں کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں) پھر فرمائے گا تو اپنی چٹھی حاضر کر۔ وہ عرض کرے گا یارب! اس چٹھی کا ان دفتروں کے ساتھ مقابلہ ہی کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا۔ پھر وہ دفتر ایک پلڑے میں رکھ دیے جائیں گے اور چٹھی ایک پلڑے میں رکھ دی جائے گی۔ وہ دفتر (طومار) ہلکے ہوجائیں گے اور وہ چٹھی بھاری ہوجائے گی کہ اللہ کے نام کے ساتھ (یعنی مقابل) کوئی چیز بھاری نہیں۔

(روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے)

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ وَاِنِّیْ اخْتَبَاتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِیْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَهِیَ نَائِلَةٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ مَاتَ مِنْ اُمَّتِیْ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا ۔ (اخرجه الثلاثة والترمذی)

لغات:- اِخْتَبَاتُ: میں نے اٹھا رکھا ہے، چھپا رکھا ہے۔ نَائِلَةٌ: ملنے والی۔ مَاتَ: مرگیا۔

(اَلثَّلَاثَةُ: تینوں یعنی ابوداؤد، نسائی، ترمذی)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے "ہر نبی کی ایک مقبول دُعا ہے۔ پس ہر نبی نے اپنی دُعا کی مقبولیت میں جلدی کی اور میں نے اپنی دُعا چھپا رکھی ہے۔ قیامت کے دن شفاعتِ اُمت کے لئے وہ ملنے والی ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اُس شخص کو جو میری اُمت میں سے ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے۔

(اس حدیث کے راوی امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ترمذی ہیں)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ دَعْوَةٍ فَرُفِعَ اِلَیْهِ الذِّرَاعُ وَکَانَتْ تُعْجِبُهٗ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً وَقَالَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ هَلْ تَدْرُوْنَ فِیْمَ ذٰلِکَ؟ یَجْمَعُ اللّٰهُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ فَیَنْظُرُهُمُ النَّاظِرُ وَیُسْمِعُهُمُ الدَّاعِیْ وَتَدْنُوْا مِنْهُمُ الشَّمْسُ فَیَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْکَرْبِ مَالَا یُطِیْقُوْنَ وَلَا یَحْتَمِلُوْنَ فَیَقُوْلُ النَّاسُ اَلَا تَرَوْنَ اِلٰی مَا اَنْتُمْ فِیْهِ اَلَا تَرَوْنَ مَنْ یَّشْفَعُ لَکُمْ فَیَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَبُوْکُمْ اٰدَمُ فَیَاْتُوْنَهٗ فَیَقُوْلُوْنَ یَا اٰدَمُ اَنْتَ اَبُوالْبَشَرِ خَلَقَکَ اللّٰهُ بِیَدِهٖ وَنَفَخَ فِیْکَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَسْجَدَلَکَ مَلٰٓئِکَتَهٗ وَاَسْکَنَکَ الْجَنَّةَ ۔ اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰی رَبِّکَ؟ اَلَا تَرٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ؟ وَمَا بَلَغَنَا؟ فَیَقُوْلُ اٰدَمُ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ رَبِّیْ غَضِبَ الْیَوْمَ غَضَبًا لَمْ یَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَا یَغْضَبُ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَاِنَّهٗ نَهَانِیْ عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَیْتُ، نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ ۔ اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی اِبْرَاهِیْمَ فَیَاْتُوْنَ اِبْرَاهِیْمَ فَیَقُوْلُوْنَ اَنْتَ نَبِیُّ اللّٰهِ وَخَلِیْلُهٗ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّکَ اَلَا تَرٰی اِلٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ ۔ فَیَقُوْلُ لَهُمْ اِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْیَوْمَ غَضَبًا لَمْ یَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ یَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَاِنِّیْ قَدْ کُنْتُ کَذَبْتُ ثَلٰثَ کَذِبَاتٍ فَذَکَرَهَا ۔ (اس مقام کا نوٹ ترجمہ میں ہے) نَفْسِیْ، نَفْسِیْ، نَفْسِیْ، اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی مُوْسٰی فَیَاْتُوْنَ مُوْسٰی فَیَقُوْلُوْنَ یَا مُوْسٰی اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَضَّلَکَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَبِکَلَامِهٖ عَلَی النَّاسِ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّکَ اَلَا تَرٰی اِلٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ؟ فَیَقُوْلُ اِنَّ رَبِّیْ غَضِبَ الْیَوْمَ غَضَبًا لَمْ یَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ یَّغْضَبَ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَاِنِّیْ قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ اُوْمَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی عِیْسٰی وَیَقُوْلُوْنَ یَا عِیْسٰی اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَکَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَکَلَّمْتَ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّکَ اَلَا تَرٰی اِلٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ فَیَقُوْلُ عِیْسٰی اِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْیَوْمَ غَضَبًا لَمْ یَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَمْ یَذْکُرْ ذَنْبًا (اس مقام کا نوٹ ترجمہ میں ہے) نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔ فَیَاْتُوْنَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَیَاْتُوْنِّیْ فَیَقُوْلُوْنَ یَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ الْاَنْبِیَآءِ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ ۔ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّکَ اَلَا تَرٰی اِلٰی مَا نَحْنُ فِیْهِ؟ فَاَنْطَلِقُ اِلٰی تَحْتِ الْعَرْشِ فَاَقَعُ سَاجِدًا اِلٰی رَبِّیْ ثُمَّ یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَیَّ مِنْ مَحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَآءِ عَلَیْهِ شَیْئًا لَمْ یَفْتَحْهُ عَلٰی اَحَدٍ قَبْلِیْ ثُمَّ یُقَالُ یَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَاْسَکَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَرْفَعُ رَاْسِیْ فَاَقُوْلُ اُمَّتِیْ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ یَا رَبِّ اُمَّتِیْ یَا رَبِّ فَیُقَالُ

يَا مُحَمَّدُ! اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوَىٰ ذَالِكَ مِنَ الْاَبْوَابِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّمَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ اَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَىٰ -

(اخرجه البخاری و مسلم و الترمذی - تیسیر جلد۴)

لغات :- كُنَّا : ہم تھے - ذِرَاعٌ : بکری کا ہاتھ، دست - نَهَسَةً : سامنے کے دانتوں سے نوچنا، پکڑنا - هَلْ تَدْرُوْنَ : کیا تم واقف ہو - فِيْمَ ذَالِكَ : کس بات پر - صَعِيْد : ٹیک - صَعِيْد : زمین - فِي صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ : روئے زمین پر - لَا يُطِيْقُوْنَ : طاقت نہیں رکھتے - يَحْتَمِلُوْنَ : برداشت کرتے ہیں - اَلَا تَرَوْنَ : کیا تم نہیں دیکھتے ہو؟ يَاْتُوْنَهٗ : اس کے پاس آئیں گے - اَسْجَدَ : سجدہ کروایا - سَكَّنَ : سکونت کیا، رہا - اَسْكَنَ : سکونت کروایا، بسایا - بَلَغْنَا : ہمیں پہنچا - عَصَيْتُ : میں نے نافرمانی کی، کہا نہ مانا - نَفْسِيْ : میری جان (یعنی میری جان خود مستحقِ شفاعت ہے) اِذْهَبُوْا : تم لوگ جاؤ - فَضَّلَكَ اللّٰهُ : اللہ نے تجھ پر فضل و مہربانی کی - اَلْقَاهَا : اسے ڈالا - مَهْد : گہوارا، جھولا - اَنْطَلِقُ : میں جاؤں میں - اِنْطَلِقْ : امر کا صیغہ ہے "جا" - اَقَعُ : میں گر جاؤں گا - يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ : اللہ تعالیٰ مجھ پر کھول دے گا - مَحَامِد : خوبیاں + حمد کی جمع - ثَنَاء : اللہ کی تعریف : اِرْفَعْ : بلند کر، اٹھا - رَاْسَكَ : اپنا سر - سَلْ : پوچھ، سوال کر، مانگ - تُعْطَهْ : وہ تجھے عطا ہوگا - اَدْخِلْ : ساتھ لے جا، داخل کرو - مِصْرَاعَيْنِ : دو کواڑ - مَصَارِيْع : (صیغہ جمع) مصرع کی جمع، بہت دروازے -

نوٹ :- میں نے اس حدیث کو مجبوراً لیا - اس واسطے کہ اس سے زیادہ تفصیل اور جگہ نہیں - ورنہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی روایت میں عیسائیوں کا ہاتھ ہے - وہ پیغمبروں کو معصوم نہیں سمجھتے - سب پیغمبروں کو کم ٹھیرایا اور عیسیٰؑ کے بارے میں کوئی غلطی نہیں بتائی -

ترجمہ :- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا - "ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک دعوت میں تھے - آپ کی طرف بکری کا دست پیش کیا گیا اور آپ کو دست سے نوچ کر کھانا مرغوب تھا - (کھاتے ہوئے) آپؐ نے فرمایا - میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا - تمہیں کچھ معلوم ہے؟ یہ کس طرح ہوگا، کس بات پر؟ اللہ تعالیٰ اگلوں پچھلوں (یعنی سبھوں) کو صاف زمین (یعنی روئے زمین) پر جمع فرمائے گا - انھیں دیکھنے والا دیکھے گا اور پکارنے والا سنے گا - آفتاب اُن سے قریب ہوجائے گا - لوگوں کو اس قدر غم اور تکلیف ہوگی جس کی انھیں طاقت برداشت نہ ہوگی - پھر اُن میں سے بعض لوگ کہیں گے - کیا تم اب بھی اس حال کو نہیں دیکھتے جس میں تم پھنسے ہو - کیا تم اُسے نہیں ڈھونڈو گے جو تمہاری شفاعت کرے - تو ان میں سے بعض اپنے بعض ساتھیوں سے کہیں گے آدم تمہارے باپ ہیں - تو ان کے پاس یہ لوگ جائیں گے پھر عرض کریں گے - اے آدم! آپ ابوالبشر ہیں - اللہ نے آپ کو اپنے دست

قدرت سے پیدا فرمایا اور آپ میں اپنی روح پھونکی اور آپ کو اپنے فرشتوں سے سجدہ کروایا اور آپ کو جنت میں بسایا۔ کیا آپ ہمارے لئے اپنے رب کے پاس شفاعت نہیں فرمائیں گے؟ کیا آپ ہماری اس حالت کو جس پر ہم پہنچے ہیں ملاحظہ نہیں فرماتے ہیں؟ یہ سن کر حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے بے شک آج میرا پروردگار ایسا غضبناک ہے کہ ایسا نہ اس سے پہلے ہوا تھا نہ اب کے بعد ایسا ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے درخت سے منع کیا تھا اور میں نے نافرمانی کی۔ اس وقت تو خود میری جان ہی مستحق شفاعت ہے۔ میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔ ابراہیم کے پاس جاؤ۔ تو یہ لوگ حضرت ابراہیم کے پاس جائیں گے اور کہیں گے یا حضرت آپ اللہ کے نبی اور اہلِ زمین میں اللہ تعالیٰ کے خلیل، دوست ہیں۔ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ ہماری اس حالت کو جس میں ہم ہیں ملاحظہ نہیں فرمارہے ہیں؟ پس ان سے حضرت ابراہیم فرمائیں گے بے شک میرا پروردگار آج اس قدر غضبناک ہے کہ آج سے پہلے کبھی ہوا تھا نہ آج کے بعد پھر کبھی ہوگا۔ اور میں نے تین دفعہ "توریہ" یعنی ایسی باتیں کہیں جو بظاہر جھوٹ معلوم ہوتی تھیں (توریہ ایسی بات کو کہتے ہیں کہ کہنے والا اپنے مطلب سے کہتا ہے اور سننے والے اس کا مطلب کچھ اور لیتے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم ان تین واقعات کا اظہار کریں گے (جہاں انھیں ایسا کہنا پڑا تھا)

(حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہ حدیث آئی تو بولے "پیغمبر تین جھوٹ بولا" کہنے سے تو بہتر ہے میں یہ کہوں کہ "راوی ایک جھوٹ بولا" کیوں کہ پیغمبر معصوم ہوتے ہیں)۔

پھر حضرت ابراہیمؑ کہیں گے نفسی نفسی۔ یعنی میرا نفس خود مستحق شفاعت ہے۔ تم مجھے چھوڑو کسی اور کے پاس جاؤ، موسیٰؑ کے پاس جاؤ۔ لوگ موسیٰؑ کے پاس جائیں گے پھر کہیں گے اے موسیٰؑ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ کو اللہ نے رسالت اور مخاطبت (کلام) سے لوگوں پر فضیلت دی ہے۔ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت فرما دیجئے۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حال میں ہیں۔ یہ سن کر موسیٰؑ فرمائیں گے بے شک آج میرا رب اتنا غضبناک ہے کہ نہ تو اس سے پہلے کبھی ایسا غضبناک ہوا تھا اور نہ آئندہ کبھی ایسا غضبناک ہوگا۔ میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا تھا جس کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا۔ نفسی نفسی۔ تم لوگ عیسیٰؑ کے پاس جاؤ۔ لوگ ان کے پاس جا کر عرض کریں گے اے عیسیٰؑ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اُس کا کلمہ ہیں جو مریم کی طرف ڈالا گیا تھا اور روح اللہ ہیں۔ گہوارے میں بھی آپ نے

بات چیت کی تھی ۔ آپ کے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیے ۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرماتے کہ ہم کس حال میں ہیں؟ حضرت عیسٰی کہیں گے بے شک میرا رب اتنا غضبناک ہوا ہے کہ نہ تو آج سے پہلے کبھی ہوا نہ اس کے بعد کبھی ایسے غصہ میں ہوگا ۔ انھوں نے اپنا کوئی قصور بیان نہیں کیا ۔ (حدیث کے ترجمہ کی ابتداء میں نوٹ ہے) نفسی نفسی نفسی ۔ تم لوگ مجھے چھوڑو اور محمد ﷺ کے پاس جاؤ ۔ پس لوگ محمد ﷺ کے پاس ، اور ایک روایت میں ہے کہ " میرے پاس " آئیں گے اور کہیں گے اے محمد! (ﷺ) آپ اللہ کے رسول ہیں آپ پر نبوت ختم ہوگئی ۔ آپ خاتم الانبیاء (نبوت کو ختم کرنے والے) ہیں ۔ بے شک اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے (یعنی سب) گناہ کی مغفرت فرمادی ۔ ہمارے لئے اپنے پروردگار سے شفاعت فرمائیے ۔ کیا آپ ہماری اس حالت کو جس میں ہم مبتلا ہیں ملاحظہ نہیں فرمارہے ہیں؟ پس اس وقت میں عرش کے نیچے پہنچوں گا اور اپنے پروردگار کے سامنے سجدے میں گر پڑوں گا ۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد وثنا کے سارے دروازے کھول دے گا ۔ جو مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولے گئے تھے ۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا ۔ " یا محمد! اپنا سر اٹھاؤ ۔ مانگو کیا مانگتے ہو تمھیں عطا کیا جائے گا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی ۔ پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا " یا رب میری اُمت ۔ یا رب میری اُمت پر رحم فرما ۔ مولا میری اُمت پر رحم فرما ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ۔ اے محمد! تم اپنی اُمت میں سے اُن لوگوں کو جن پر کچھ حساب کتاب نہیں ہے جنت کی سیدھی جانب کے دروازے سے داخل کرادو اور یہ لوگ دوسرے دراوزوں سے بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ جانے کا حق رکھتے ہیں ۔ پھر حضور نبی کریمؐ نے فرمایا ۔ " قسم ہے اُس ذات مطلق کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جنت کے دروازوں کے دو پٹوں (کواڑ) کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور سرزمین ہجر میں ہے ، جیسے مکہ اور بصرہ میں ۔ (یہ حدیث بخاری ، مسلم اور ترمذی میں ہے اور تیسیر کی دوسری جلد میں بھی ہے)

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوْقًا مَافِيْهَا شِرًى وَلَا بَيْعٌ اِلَّا الصُّوَرَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ فَاِذَا اشْتَهَى الرَّجُلُ صُوْرَةً دَخَلَ فِيْهَا ۔

(اخرجہ الترمذی)

لغات :۔ سُوْق : بازار ۔ شِراً : خریدنا ، خریدی ۔ اِشْتَهٰی : خواہش کیا ، چاہا ۔

ترجمہ :۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا فرمایا نبی کریم ﷺ نے ۔ بے شک جنت میں ایک

بازار ہے جس میں خرید و فروخت نہیں ہوتی مگر مردوں اور عورتوں کی صورتیں ہیں۔ آدمی جس صورت کی خواہش کرے اس میں داخل ہو جاتا ہے۔ (یعنی روپ بدل کر جس روپ میں چاہے آ جاتا ہے)

(یہ حدیث ترمذی میں ہے)

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ جَھَنَّمُ یُلْقٰی فِیْھَا وَتَقُوْلُ ھَلْ مِنْ مَزِیْدٍ حَتّٰی یَضَعَ رَبُّ الْعِزَّۃِ فِیْھَا قَدَمَہٗ فَیَزْوِیْ بَعْضُھَا اِلٰی بَعْضٍ۔ فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ بِعِزَّتِکَ وَکَرَمِکَ وَلَا یَزَالُ فِی الْجَنَّۃِ فَضْلٌ حَتّٰی یُنْشِئَ اللّٰہُ لَھَا خَلْقًا فَیُسْکِنُھُمْ فَضْلَ الْجَنَّۃِ۔

(اخرجہ الشیخانؒ والترمذی)

لغات:۔ لَا تَزَالُ: نہیں زائل کرے گی، کم نہیں کرے گی۔ یُلْقٰی فِیْھَا: اس میں جھونکا جائے گا۔ ھَلْ مِنْ مَزِیْدٍ: کیا اور کچھ ہے؟ کیا اس سے زیادہ اور کچھ نہیں؟ یَضَعُ: رکھے گا۔ یَزْوِیْ: داخل ہوگا۔ قَطْ: بس۔ بِعِزَّتِکَ: تیری عزت کی قسم۔ یُسْکِنُھُمْ: انھیں بسائے گا۔

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا فرمایا نبی کریم ﷺ نے جہنم میں لوگوں کو ڈالتے ہی رہیں گے اور وہ کہتی رہے گی "ھل من مزید" کیا اور کچھ ہے کہ نہیں؟ یہاں تک کہ رب العزت اپنے قدم اس میں رکھ دے گا۔ (یعنی اسے پامال کر دے گا) پھر اس کا ایک حصہ دوسرے میں داخل ہو جائے گا اور "بس بس" چلا اٹھے گی۔ تیری عزت کی قسم، تیری بزرگی کی قسم بس"۔ اور جنت میں زاید حصہ رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے اور مخلوق پیدا کرے گا اور انھیں اس زاید حصہ میں بسائے گا۔ (یہ حدیث بخاری، مسلم اور ترمذی میں ہے)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْلُصُ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ فَیُحْبَسُوْنَ عَلٰی قَنْطَرَۃٍ بَیْنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ فَیُقْتَصُّ لِبَعْضِھِمْ مَظَالِمُ کَانَتْ بَیْنَھُمْ فِی الدُّنْیَا حَتّٰی اِذَا ھُذِّبُوْا وَنُقُّوْا اُذِنَ لَھُمْ فِیْ دُخُوْلِ الْجَنَّۃِ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَاَحَدُھُمْ اَھْدٰی بِمَنْزِلِہٖ فِی الْجَنَّۃِ مِنْہُ بِمَنْزِلِہٖ کَانَ فِی الدُّنْیَا۔

لغات:۔ یَخْلُصُ: خلاصی پائے گا، چھوٹے گا۔ یَخْلُصُوْنَ: خلاصی پائیں گے، نکلیں گے۔ یُحْبَسُوْنَ: محبوس کر لئے جائیں گے۔ روک لئے جائیں گے۔ قَنْطَرَۃٌ: پل۔ یُقْتَصُّ: قصاص لیں گے، بدلہ لیں گے۔ ھُذِّبَ: تہذیب یافتہ ہوا، مہذب ہوا۔ نُقِّیَ: پاک۔ اُذِنَ: حکم دیا گیا، حکم پایا۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انھوں نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے " مومنین دوزخ سے نکلیں گے (سزا کے بعد) پھر جنت دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لئے جائیں گے۔ جب اُن میں

سے بعض بعض سے اپنا قصاص، بدلے لیں گے اُن ظلموں کا جو اُن سے دنیا میں ہوئے تھے۔ پھر جب (بدلہ کی تکمیل کے بعد) مہذب اور پاک صاف ہو جائیں گے تو انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔ قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ اُن میں کا ہر شخص جنت میں اس کے گھر کی طرف کا راستہ زیادہ جاننے والا ہوگا بہ نسبت اس کے کہ وہ دنیا میں اپنے گھر کا راستہ جانتا تھا۔ (یعنی دنیا میں ہر شخص اپنے گھر کے راستہ سے جس قدر واقف ہے اس سے کہیں زیادہ ہر جنتی جنت میں اپنے گھر کا راستہ جانتا ہوگا۔ (یہ حدیث مسلم میں ہے)

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آخِرُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فَهُوَ يَمْشِیْ مَرَّةً وَيَكْبُوْ مَرَّةً وَتَسْفَعُهُ النَّارُ مَرَّةً فَاِذَا جَاوَزَهَا اِلْتَفَتَ اِلَيْهَا۔ فَقَالَ تَبَارَكَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَجَّانِیْ مِنْكِ لَقَدْ اَعْطَانِیَ اللّٰهُ شَيْئًا مَا اَعْطَاهُ اَحَدًا مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فَتُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ فَيَقُوْلُ اَدْنِنِیْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ لِاَسْتَظِلَّ بِهَا وَاَشْرَبَ مِنْ مَّائِهَا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ يَا ابْنَ اٰدَمَ لَعَلِّیْ اِنْ اَعْطَيْتُكَهَا تَسْئَلُنِیْ غَيْرَهَا فَيُعَاهِدُهٗ اَنْ لَّا يَسْئَلَهٗ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰى مَا لَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّائِهَا ثُمَّ يُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ هِیَ اَحْسَنُ مِنَ الْاُوْلٰى فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَدْنِنِیْ مِنْ هٰذِهٖ لِاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَاَشْرَبَ مِنْ مَّائِهَا لَا اَسْئَلُكَ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ اَلَمْ تُعَاهِدْنِیْ اَنْ لَّا تَسْئَلَنِیْ غَيْرَهَا لَعَلِّیْ اِنْ اَدْنَيْتُكَ مِنْهَا تَسْئَلُنِیْ غَيْرَهَا فَيُعَاهِدُهٗ اَنْ لَّا يَسْئَلَهٗ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰى مَا لَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّائِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ هِیَ اَحْسَنُ مِنَ الْاُوْلَيَيْنِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَدْنِنِیْ مِنْ هٰذِهٖ لِاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَاَشْرَبَ مِنْ مَّائِهَا لَا اَسْئَلُكَ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰى مَا لَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَاِذَا اَدْنَاهُ مِنْهَا سَمِعَ اَصْوَاتَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اَیْ رَبِّ! اَدْخِلْنِيْهَا الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَا يَصْرِيْنِیْ مِنْكَ؟ اَيُرْضِيْكَ اَنْ اُعْطِيَكَ قَدْرَ الدُّنْيَا وَمِثْلَهَا مَعَهَا؟ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَتَسْتَهْزِئُ بِیْ؟ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ! فَضَحِكَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ اَلَا تَسْئَلُوْنِیْ مِمَّ اَضْحَكُ؟ فَقِيْلَ مِمَّ تَضْحَكُ؟ فَقَالَ هٰكَذَا ضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْلَ مِمَّ تَضْحَكُ؟ فَقَالَ مِنْ ضِحْكِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حِيْنَ قَالَ "اَتَسْتَهْزِئُ مِنِّیْ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ"۔ فَيَقُوْلُ اِنِّیْ لَا اَسْتَهْزِئُ مِنْكَ وَلٰكِنِّیْ عَلٰى مَا اَشَآءُ قَادِرٌ۔ (اخرجہ المسلم)

لغات:۔ يَمْشِیْ: چلتا ہے۔ مَرَّةً: کبھی، ایک مرتبہ۔ كَبَا يَكْبُوْ كَبْوًا: گر پڑنا۔ سَفَعَ يَسْفَعُ سَفْعًا: جھلسانا، جلانا۔ نَجَّانِیْ: مجھے نجات دی۔ تُرْفَعُ لَهٗ: اس کے سامنے لایا جائے گا۔ پیش کیا جائے گا۔ اَدْنِنِیْ: مجھے نزدیک کر دے۔ اَسْتَظِلُّ بِهَا: اس

کے سایہ میں رہوں ۔ لَعَلِّیْ : اگر میں، شاید میں ۔ یَعْذِرُہٗ : اُس کا عذر قبول فرمائے گا ۔ یُدْنِیْہِ مِنْھَا : اس کو اس سے قریب کرے گا ۔ اَلَمْ تُعَاھِدْنِیْ : کیا تو نے مجھ سے عہد نہیں کیا تھا ؟ تَسْتَھْزِئُ : تو ٹھٹھا کرتا ہے ۔ ضَحِکَ : مسکرایا، ہنسا ۔ مِمَّ ضَحِکْتُ : میں کس وجہ سے ہنسا ۔ فَقِیْلَ : پس کہا گیا ۔ عَلٰی مَا اَشَآءُ قَادِرٌ : میں جو چاہوں کرسکتا ہوں ۔ جو میں چاہتا ہوں اس پر قادر ہوں ۔

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا، فرمایا نبی کریم ﷺ نے : " جنت میں سب سے آخر میں جانے والا وہ شخص ہوگا جو کبھی چلے گا، کبھی گرے گا اور کبھی دوزخ اُسے جھلساتی رہے گی ۔ جب وہ دوزخ سے بالکل نکل جائے گا تو اُس کی طرف مُڑکر دیکھے گا پھر کہے گا بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جس نے تجھ سے نجات دی ۔ اللہ نے مجھے ایسی چیز عطا کی ہے کہ اولین و آخرین میں سے کبھی کسی کو بھی عطا نہ کی ہوگی ۔ اس کے سامنے ایک درخت آجائے گا تو وہ کہے گا یا رب مجھے اس درخت کے نیچے جگہ دے تاکہ میں اس سے سایہ حاصل کروں اور اس کا پانی پیوں ۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے آدم کے بیٹے ! اے آدم زاد ! شاید اگر میں تجھے وہ درخت دے دوں تو مجھ سے تُو اور مانگنے لگے ۔ وہ عرض کرے گا اے پروردگار میں اس درخت کے سوا اور کچھ نہ مانگوں گا اور اس کے سوا کچھ نہ مانگنے کا معاہدہ کرے گا ۔ اس کا رب اس کا عذر قبول فرمائے گا ۔ کیوں کہ وہ خوب جانتا ہے کہ اُسے اس پر صبر نہ ہوسکے گا ۔ پس اس شخص کو اس (درخت) کے نزدیک پہنچادے گا ۔ پھر وہ شخص اس کے سائے میں رہے گا اور اس کا پانی پیئے گا ۔ پھر اس کے سامنے ایک ایسا درخت آئے گا جو اس پہلے درخت سے بھی بہتر ہوگا ۔ پھر وہ عرض کرے گا یارب مجھے اس درخت کے نیچے جگہ دے کہ اس کے سایہ میں رہوں اور اس کا پانی پیوں ۔ اس کے سوا اور کچھ نہ مانگوں گا ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم کے بیٹے کیا تو نے مجھ سے معاہدہ نہیں کیا تھا کہ اس کے سوا کچھ نہ مانگے گا ۔ شاید کہ میں تجھے وہ دے دوں تو اُس کے سوا اور مانگے ؟ پس وہ معاہدہ کرے گا کہ اس کے سوا کچھ نہ مانگے گا ۔ اور اس کا پروردگار اُسے معذور سمجھے گا ۔ (یعنی عذر قبول کرے گا) کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس پر صبر نہیں کرسکتا ۔ پھر اس شخص کو اُس درخت کے قریب کردے گا ۔ وہ شخص اس درخت کے سایہ میں جگہ لے گا اور اس کا پانی پیئے گا ۔ پھر ایک درخت اس کے سامنے جنت کے دروازے کے قریب ظاہر ہوگا جو دونوں درختوں سے بہتر ہوگا ۔ تو وہ شخص عرض کرے گا یا رب مجھے اس درخت کے نیچے جگہ دے تاکہ اس کا سایہ لوں اور اس کا پانی پیوں ۔ اس کے سوا اور کوئی سوال نہ کروں گا ۔ اس کا پروردگار اسے معذور سمجھے گا کیوں کہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ بڑا بے صبرا ہے ۔

اس درخت سے اُسے نزدیک کر دے گا۔ جب دروازے کے درخت کے نزدیک ہو جائے گا تو اہل جنت کی آوازیں سنے گا پھر کہہ اُٹھے گا اے رب مجھے جنت میں داخل کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم زاد! تجھے مجھ سے کتنا کافی ہوگا؟ کیا اگر میں تجھے دنیا کے برابر اور اس کے ساتھ اور بھی اتنا دے دوں تو کیا تو راضی ہو جائے گا؟ وہ شخص کہے گا یا رب! کیا تو مجھ سے ٹھٹھا کرتا ہے حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ (یہ کہتے ہوئے) ابن مسعودؓ ہنس پڑے۔ پھر انھوں نے کہا کیا تم لوگ مجھ سے نہیں پوچھتے کہ میں کس وجہ سے ہنسا؟ پوچھا گیا آپ کیوں ہنسے؟ ابن مسعود نے کہا رسول اللہ ﷺ بھی یوں ہی ہنسے تھے اور آپؐ سے سوال کیا گیا تھا کہ حضورؐ کیوں ہنسے؟ تو حضورؐ نے فرمایا رب العالمین کے ہنسنے سے۔ جب کہ اس شخص نے کہا کہ "کیا تو مجھ سے ٹھٹھا کرتا ہے اور تُو تو رب العالمین ہے تو فرمائے گا میں تجھ سے ٹھٹھا نہیں کرتا مگر جو چاہوں کرسکتا ہوں۔ (یہ حدیث مسلم میں ہے)

عَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَتُرِيْدُوْنَ شَيْئًا اَزِيْدُكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا؟ اَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ؟ اَلَمْ تُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ قَالَ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا اُعْطُوْا شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلٰى رَبِّهِمْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ثُمَّ تَلٰى هٰذِهِ الْاٰيَةَ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ۔

(اخرجه مسلم و ترمذی ۔ تیسیر ج ۲)

لغات:- تُرِيْدُوْنَ: تم چاہتے ہو، تمہارا ارادہ ہے۔ اَزِيْدُكُمْ: تمہارے لئے زیادہ کروں۔ اَلَمْ تُبَيِّضْ: کیا تو نے روشن نہیں کیا؟ يَكْشِفُ: کھول دے گا، اُٹھا دے گا۔ حِجَابٌ: پردے۔ فَمَا اُعْطُوْا: جو کچھ انھیں عطا ہوا۔ تلى: تلاوت کی۔

ترجمہ:- حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا انھوں نے، فرمایا حضور نبی کریم ﷺ نے۔ جب جنت میں جنتی داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمھیں کچھ اور دوں؟ تو وہ عرض کریں گے کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن و تاباں نہیں کیا؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کر دیا؟ کیا تو نے ہمیں دوزخ سے نجات نہیں دی؟ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پردے اُٹھا دے گا تو جتنی چیزیں انھیں دی گئی تھیں اُن سب سے محبوب اُن کے رب کا دیدار اُنھیں ہوگا۔ تبارک وتعالیٰ۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ۔ (نیکوکاروں کو نیک جزا ہے اور زیادہ بھی)۔

(یہ حدیث مسلم میں بھی ہے اور ترمذی میں بھی اور تیسیر کی دوسری جلد میں بھی ہے)۔